

کے شیر

صاحبزادہ سید افتخار الحسن صاحب زیدی

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے فیصل آباد

نام کتاب ـــــــــ اللہ کے شیر
مؤلف ـــــــــ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی
طابع ـــــــــ سید حمایت رسول قادری
کتابت ـــــــــ نذیر احمد
ایڈیشن ـــــــــ اوّل
صفحات ـــــــــ ۲۳ × ۳۶ / ۱۶ = ۲۴۰
تعداد ـــــــــ ایک ہزار
مطبع ـــــــــ گنج شکر پریس لاہور
سنِ اشاعت ـــــــــ یکم جولائی ۱۹۹۲ء
پروف ریڈنگ ـــــــــ قاری محمد عمر باسط۔ ایم۔ اے عربی
ہدیہ ـــــــــ ۴۵ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ نوریہ رضویہ ۱۱ گنج بخش روڈ لاہور

فہرست

انتساب

شہیدانِ باوفا

اور

غازیانِ اسلام

کے نام

سید افتخار الحسن زیدی
● ــــــــ فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

مقدمہ

مجاہدینِ اسلام، شہیدانِ وفا پر لاکھوں سلام —— جنہوں نے اپنا تن من دھن —— اپنا زر، گھر، سر، سب کچھ راہِ خدا میں، نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا —— مالک الملک، وارثِ دو جہاں کی بارگاہ سے انہیں بخشش و رحمت کی نوید سنائی گئی —— یہی وہ باعظمت لوگ ہیں، جو راہِ خدا میں جان دیکر حیاتِ ابدی حاصل کر گئے —— یہی، وہ نفوسِ قدسیہ ہیں، جنہیں اللہ رب العالمین کے دربار سے تمغۂ رضا حاصل ہوا —— انہیں "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" کی سند سے نوازا گیا —— یہی وہ باکرامت لوگ ہیں، جنہیں پاکیزہ روزی کی بشارت دی گئی —— انہیں اپنے پروردگار کی قربت و محبت نصیب ہو گئی —— ان کی جانوں اور ان کے اموال کا خریدار خدا ہو گیا —— یہ اللہ کی راہ میں نکلے تو اس شان سے چلے "یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ" وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں یا راہِ خدا میں جان دے دیتے ہیں ——

یہی وہ فدایانِ اسلام ہیں جو اللہ کی زمین کو کفر و شرک، ظلم و ستم، فسق و فجور، ظلمت و جہالت سے پاک کرنے کے لئے جب اپنے گھر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی بے پناہ رحمتوں کے دروازے کھول دیئے۔ فتح و نصرت نے ہر موقع پر انکے قدم چومے —— ان کا راستہ، پہاڑوں کی بلندیاں، دریاؤں کی تند و تیز موجیں، جنگلات کی خوفناکیاں، میدانوں کی وسعتیں اور تپتے ہوئے لق و دق صحراؤں کی بادِ صرصر نہ روک سکیں —— یہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے گئے —— تاریخ گواہ ہے، ان جانثارانِ اسلام کے خون کی حرارت

حجاز سے لیکر اندلس کے ساحل تک — روم اور شام کے کلیساؤں سے افریقہ کے تپتے صحراؤں تک — مصر و عراق سے لیکر سندھ کے ریگستانوں تک پرچم اسلام بلند ہُوا ہے —

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

یہ غازی تھے، مجاہد تھے، شہید تھے، انہیں جرأتمند کہیئے، انہیں جانثاران اسلام کہیئے — یہ پرچم اسلام کے رکھوالے تھے — انہیں اللہ کے شیر کہیئے — انکے وفاداران اسلام کے حضور قیامت تک ہر ایک کلمہ پڑھنے والا، داد تحسین پیش کرتا رہیگا۔ زندہ قومیں اپنے اسلاف کو نہیں بھولتیں — ان کی قربانیوں اور وفاداریوں کی معترف رہتی ہیں ———

شہباز خطابت حضرت مولینا علامہ صاحبزادہ محمد افتخار الحسن صاحب مدظلہ العالی کی ذات محتاج تعارف نہیں، ارض پاکستان میں بسنے والوں میں کون ہے جو ان سے آشنا نہیں — آپ ایک بلند پایہ خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ادیب بھی ہیں — آپکے زور قلم کا اندازہ آپ کی تحریروں سے لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت اور اسی کے پیارے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر خاص کرم ہے۔ مرشد ذی وقار، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ کی خصوصی نظر عنایت ہے کہ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اسی میں موتیوں کی لڑیاں پرو دیں۔ آپکی تحریر پڑھنے والے کے قلب و ذہن میں اترتی جاتی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے — مجاہدوں۔ شہیدوں کی شان اور انہیں بارگاہ خداوندی سے عطا ہونے والی عظمتوں کو بڑے احسن انداز میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ، اسلام کے عظیم غازیوں، شہیدوں کا تذکرہ کیا ہے — اور ان کی اتباع کرنے والے پاکستان کی مقدس سرزمین اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت

کرنے والوں کو نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے کردار سے باخبر رہیں ـــــــ اور ان کی زندگیوں اور کارہائے نمایاں سے سبق و آگہی حاصل کرسکیں۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ ـــــــ
جناب افتخار ملت صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی صاحب کی اس سعیٔ جمیل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ـــــــ

طالبِ دعا

قاری محمد الدین نعیمی

خطیب سُنی رضوی جامع مسجد رضا آباد۔ فیصل آباد

نذرِ عقیدت

مُلک و ملّت کے چمن کے نگہبانوں کو سلام
اور ناموسِ وطن کے پاسبانوں کو سلام

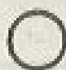
جن کی جانبازی سے یاد و عظمتِ دیں بچ گئی
اِن بہادر غازیوں۔ مردوں۔ جوانوں کو سلام

جن کی ہمّت سے ہُوا برباد پھر یہ سومنات
اِن جوانمردوں۔ سمندری بادبانوں کو سلام
بھارتی چڑیوں پہ جو جھپٹے عقابوں کی طرح
اِن فضا میں اڑنے والوں کے نشانوں کو سلام


رازی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے



شجاع آباد میں منعقد ہونے والی جہاد کانفرنس میں شرکت کے لئے میں جا رہا تھا چناب ایکسپریس کے سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں گوجرے کے صوفی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہو گئی جو صحیح معنوں میں ایک صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب دل بھی ہیں اور سماجی کارکن بھی اور ان کے سینے میں اسلام کی سچی تڑپ بھی ہے، پاکستان اور بھارت کے مابین ہونے والی جنگوں سے متعلق گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ اور انہوں نے بڑے ہی پُر درد انداز میں پاکستان کی مسلح افواج کے جانباز سپاہیوں اور ملک و ملت کے پاسبانوں اور آبروئے اسلام کے نگہبانوں کو خراج تحسین و نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے مجھے تحریک دی کہ شاہ جی! آپ جہاد پر بھی ایک کتاب لکھیں، چونکہ بات صوفی محمد یعقوب صاحب کے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی، فوراً اپنا اثر دکھا گئی اور راقم نے پکا ارادہ کر لیا کہ انشاء اللہ واپسی پر کتاب لکھنی شروع کر دونگا۔

چنانچہ "اللہ کے شیر" کے عنوان سے تحت یہ حقیر سا نذرانہ پیش خدمت ہے ۔۔۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف



سید افتخار الحسن زیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر
(اقبالؒ)

جہاد کا حکم

توحید و شرک کی ٹکر۔ حق و باطل کی لڑائی۔ نیکی و بدی کا تصادم اور اسلام و کفر کی جنگ ازل سے شروع ہوئی اور قیامت تک رہے گی۔ حق کی اپنی کوئی ظاہری شکل و صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی باطل کی! مگر یہ دونوں قوتیں ہر زمانے میں مختلف انسانوں کی شکل و صورت میں نمودار ہو کر آپس میں دست و گریباں ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی ــــــــــ

باطل کبھی نمرود اور فرعون کی ناپاک صورتوں میں ظاہر ہوا! ــــــــ اور کبھی ــــــــــــــــ

ابوجہل و ابولہب کی منحوس شکلوں میں آیا! ـــــــــ اور حق کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی مقدس پیشانیوں میں چمکا اور کبھی جمال مصطفٰےؐ بن کر فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا ــــ اور پھر ــــ باطل کبھی یزید کے ظلم و ستم، عمر و سعد کے جبر و تشدد اور

شمر کی وحشت و بربریت کے لباس میں کربلا کے میدان میں اُترا — اور حق حضرت عباس کے جلال۔ حضرت علی اکبر کے شوقِ شہادت اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صبر و استقلال کی نورانی تصویر اور تسلیم و رضا کا پیکر بن کر دریائے فرات کے کنارے خیمہ زن ہُوا ——————— اور

آج پھر کفر و باطل، ہندوستان کے ظالم حکمرانوں، بھارتی سامراج کے وحشی نیتاؤں ——— اور ——— رام راج کے جھوٹے پجاریوں لال بہادر شاستری، مسٹر چاون اور جنرل چوہدری کی ناپاک صورتوں میں۔ ڈاکوؤں۔ لٹیروں اور چوروں کے لباس میں اللہ کے شیروں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سرفروش غلاموں ——— علی کرم اللہ وجہہ کے جاں نثار خادموں اور ملک و ملت کے بہادر پاسبانوں، صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں۔ جنرل محمد موسیٰ اور ائر مارشل نور خاں کی بہادر قیادت سے برسرِ پیکار ہے ———

ماضی کی تاریخ کا ایک ایک ورق اور پاکستان اور بھارت کی موجودہ جنگ کا ایک ایک پہلو اس بات کا گواہ ہے کہ بدر و حنین کے جنگی میدانوں سے لیکر چھمب جوڑیاں۔ لاہور سیالکوٹ اور سندھ کے راجستھانوں تک کفر و باطل جب بھی کبھی حق و اسلام کے پرستاروں کے مقابلہ پر آیا تو اسے ہمیشہ ذلت آمیز شکست اور عبرت ناک پسپائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہُوا ———————

عظمتِ اسلام کی حفاظت ——— ناموسِ رسالت کی نگہبانی —— دینِ حق کے احیاء —— وطنِ مقدس کی سالمیت اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے لڑنے کا نام جہاد ہے ——————————— اور

جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے ——— ایک عام مسلمان تو درکنار خدا تعالےٰ

نے تو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو بھی حکم فرمایا :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔

ترجمہ :۔ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

اور پھر عام مسلمانوں کو فرمایا :

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ"۔

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! ان کافروں اور مشرکوں سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ ان کے کفر و شرک کا فتنہ ختم نہ ہو جائے۔"

اور پھر فرمایا :

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ۔

(پارہ : ۱۔ سورت البقر آیت ۱۹۰تا۱۹۲)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! کافروں اور مشرکوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور نکال دو ان کو وہاں سے جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور میدان جنگ میں کسی پر زیادتی نہ کرو یعنی کسی شہری آبادی کو برباد نہ کرو۔ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے کو دوست نہیں رکھتا۔"

اور آگے فرمایا :

"ان کافروں اور مشرکوں سے اسوقت لڑتے رہو جبتک کہ ان کا خاتمہ نہ ہو جائے"

اور پھر ارشاد ہوتا ہے:

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ

یعنی "جب تمہارا مقابلہ کفر کی کسی جماعت سے ہو جائے تو ان کی گردنیں کاٹ ڈالو"۔

قرآن پاک کی ان آیات میں مسلمانوں کو جس انداز سے کفر و شرک کے ساتھ جہاد کرنے اور لڑنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی اصل بنیاد کفر و شرک کے فتنوں۔ ضلالت و گمراہی کے اندھیروں، جبر و تشدد کی آندھیوں، ظلم و ستم کے طوفانوں اور وحشت و بربریت کی سیاہیوں کا خاتمہ کرنا ہے تاکہ یہ خطۂ ارض امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے اور دنیا میں بسنے والی اللہ کی مخلوق انسانیت کے سنہری روپ میں زندگی بسر کر سکے ——

اور —— ساری کائنات میں نیکی و شرافت اور حق و صداقت کی حکومت ہو۔

اور —— جہاد کی اشد ضرورت اور اہمیت —— اور —— فرض ہونے کی وجوہات اور اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا: ——

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ...... مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ

(پارہ ۱۷۔ سورۃ حج۔ آیت ۳۹)

ترجمہ:۔ ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ جن سے لوگ لڑتے ہیں اسوجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے اور اللہ

وہ لوگ کہ جن کو محض اس وجہ سے ان کے گھروں سے نکالا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں۔ مدرسے۔ عبادت گاہیں اور مسجدیں گوڈھا دیجاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔"

قرآن پاک کی اس آیت شریفہ پر غور کرو اور پھر بھارتی سامراج کے لیٹروں اور ہندوستان کے چوروں اور غاصبوں کے ظلم وستم کی سنگینوں۔ جبر و تشدد کے نیزوں ——— اور وحشت و بربریت کی گولیوں کو دیکھو جو گذشتہ اٹھارہ سال سے خصوصاً، ان دنوں کشمیر کے مظلوم ومجبور اور نہتے مسلمانوں کے سینوں میں پیوست کی جارہی ہیں ———

اور ——— ان بے گناہوں کے گھروں کو آگ لگا کر پھر اسی آگ میں ان کو زندہ جلایا جارہا ہے۔ اور ان کے معصوم بچوں کو نیزوں پر لٹکایا جارہا ہے ———

اور ——— ان کی معصوم وعفت مآب خواتین کو محض اس لئے اغوا کیا جارہا ہے کہ وہ ایک رب کو ماننے والے مسلمان ہیں ——— اور پھر کشمیر کی مسجدوں اور خانقاہوں پر بھارتی لٹیروں کا قبضہ اور ان کی بے حرمتی کو دیکھو کہ جہاد کیوں فرض کیا گیا؟ ——— اور ——— اس کی ضرورت واہمیت ——— اور غرض وغایت کیا ہے

اور ——— اس آیت سے یہ بات بھی اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ کشمیر کے مظلوم مسلمان، بھارت کے خلاف اپنی آزادی کے لئے علم جہاد بلند کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں اور پھر پاکستان پر بھی فرض ہو گیا کہ وہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی امداد اور ان کو ہندوستان کے ظالم حکمرانوں کے پنجۂ استبداد سے نجات دلانے کے لئے میدان میں آجائیں۔

ایسا ظلم وستم جو کشمیریوں پر ڈھایا جارہا ہے ——— اس کی مثال دنیا

میں نہیں ملتی لیکن بھارتی سامراج کے نام نہاد جمہوریت کے دعویداروں اور رام راج کے جھوٹے پجاریوں کے جبر و تشدد کی چکی میں پسنے کے باوجود بھی اور اٹھارہ سال تک پنڈتوں اور رام راجیوں کی وحشت و بربریت کے باوجود بھی کشمیری مسلمانوں کی ثابت قدمی ۔ استقلال اور ہمت و جرأت نے دنیا پر واضح کر دیا ہے ــــــــ

کہ انہوں نے آج سے اٹھارہ سال پہلے اپنی آزادی کی جو شمع روشن کی تھی بھارت کے ظالم حکمرانوں کی وحشت و بربریت کی تباہ کن آندھیاں بھی اسکو نہیں بجھا سکیں ۔ اور انہوں نے آزادی کی جس جنگ میں قدم رکھا تھا ــــــــ

بھارتی سورماؤں کی آگ برسانے والی توپیں ۔ پہاڑوں کو ہلا دینے والے ٹینک اور فضائے آسمانی کو مکدر کر دینے والے بمبار طیارے بھی ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہیں کر سکے ــــــــ

اور ــــــ انہوں نے آزادی کی جس منزل کی طرف آج سے اٹھارہ سال پہلے جو قدم بڑھائے تھے، بھارت کے وحشی اور جنونی ہندو درندوں کی مار دھاڑ اور بھارت کی خون آشام تلواریں بھی ان کا راستہ نہیں روک سکیں اور وہ آج بھی بھارتی سنگینوں کے سایے میں سینہ تان کر یہ نعرے لگا رہے ہیں ــــــ

کہ ــــــ ہم رائے شماری چاہتے ہیں ؟

اور ــــــ بھارتی کتو! کشمیر سے نکل جاؤ!

اور ــــــ ہم پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں!

اور آزادی کی وہ آگ جو اٹھارہ برس سے ہندوستان کے غاصبوں کے ملکوں کے نیچے دبی ہوئی تھی آج پھر ایک بار شعلہ جوالہ بن کر بھڑک اٹھی ہے جس کا دھواں

اقوام متحدہ کی بڑی طاقتوں کو بھی پریشان کر رہا ہے۔

لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی چیخ و پکار، بھارتی ڈاکوؤں کے ہاتھوں ان کے لٹے پٹے ہوئے قافلوں کی آہ و بکا بھی سلامتی کونسل کے ناخداؤں کے دلوں میں عدل و انصاف کا جذبہ پیدا نہیں کر سکی۔ اور یہ ایسا اس لئے نہ ہو سکا اور نہ ہی آئندہ ہونے کی توقع ہے کہ کشمیر میں ایشیا کے مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ ورنہ اگر اسی طرح کسی مغربی خطے میں انگریزوں کا سفید خون بہہ رہا ہوتا تو پھر ہم دیکھتے کہ سلامتی کونسل کیسے یہ تماشا دیکھتی ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ کانگو میں انگریزی خون کے چند قطرے ہی گرے تھے کہ سلامتی کونسل کے ایوان میں زلزلہ آ گیا تھا۔ اور فوراً اس خون کا بدلہ لے لیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لومبا کی لاش کا بھی ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔

اصل بات یہ ہے کہ جس دن سے پاکستان نے چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں، اسی دن سے ہی مغربی سامراجی طاقتیں، پاکستان کے وجود کو ختم کر دینے پر متفق ہو چکی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ختم نہیں ہو سکتا۔

پاکستان اور بھارت کی موجودہ جنگ کی ذمہ دار بھی سلامتی کونسل ہے جو امن و سلامتی کا مصنوعی لبادہ اوڑھ کر کشمیر کے مسئلے کو پُرامن طریقے سے حل نہ کر کے دُنیا کے امن و سلامتی کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اٹھارہ سال کے طویل عرصے میں اگر سلامتی کونسل ہندوستان سے کشمیر میں رائے شماری کرانے کا وعدہ پورا کرا لیتی اور خود بھی وعدہ پورا کرتے ہوئے کشمیر کے بنیادی مسئلے کو جو دونوں ملکوں کے مابین جنگ کا سبب بنا، منصفانہ اور پُرامن طور پر حل کر دیتی تو آج پاکستان اور ہندوستان کے درمیان

جنگ کے شعلے کبھی نہ بھڑکتے۔

اور پھر جب بھارتی سامراج کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک وحشیانہ حملہ کر دیا اور جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے اس کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے ہر محاذ پر بھارتی سینوں کی مرغیاں بنا دیں ——— اور

ہندوستان کی فوجوں کے پرخچے اُڑا دیئے تو اس طرح اللہ کے شیروں اور پاکستان کے بہادر جوانوں سے ہندوستان کو بچانے کے لئے اقوام متحدہ کا فوراً اجلاس بھی ہو گیا اور پھر جنرل سیکرٹری مسٹر اوتھان بھی پاکستان اور ہندوستان کا دورہ کرنے کے لئے فوراً یہاں پہنچ گئے۔ ———

اگر سلامتی کونسل کو پاکستان اور کشمیر کے مسلمانوں سے کوئی ہمدردی ہوتی تو وہ اس وقت بھی آسکتے تھے جب کہ ہندوستان کے وحشی درندے، کشمیر کے غریب اور نہتے مسلمانوں کو زندہ آگ کی بھینٹ چڑھا رہے تھے۔ ———

اور پھر وہ اس وقت بھی آسکتے تھے جب کہ بھارتی سورماؤں نے پاکستان کے ایک سرحدی گاؤں اعوان شریف کے بے گناہ اور معصوم مسلمانوں پر اپنی دور مار توپوں سے گولے برسا کر شہید کر ڈالا۔

اور وہ پھر اس وقت بھی آسکتے تھے جبکہ بھارت کے چوروں اور لٹیروں نے خانقاہ شریف حضرت بل کی درگاہِ معلّٰی سے موئے مبارک کی چوری کر لی تھی۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا اور سلامتی کونسل تماشا دیکھتی رہی پوری وادیٔ کشمیر کے مسلمان صدائے احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔ یہ نظارہ پوری دنیا نے تو دیکھا مگر سلامتی کونسل آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی، اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

نہ ہی اوتھان آئے اور نہ ہی کوئی اجلاس ہوا ۔ اور جب پاکستان
کے بہادر غازیوں اور کشمیر کے محبانِ وطن نے کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو بھارت کے
ان درندہ صفت ڈوگروں اور برہمنوں کے پنجۂ استبداد سے نجات دلوانے کے
کے لئے سر بکف اور کفن بدوش ہو کر میدانِ کارزار میں نکل آئے،

اور جب حق و باطل کی جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے تو سلامتی کونسل کو بھی ہوش
آنے شروع ہو گئے، اور مسٹر اوتھان کی بھی آنکھ کھلی ۔ اور پھر اپنے فوجی سامان کے گداگر
کو اسلام کے شیروں اور پاکستان کے بہادروں سے موت کے پنجہ سے بچانے کے
لئے فوراً راولپنڈی اور پھر دہلی پہنچے اور پھر عین اس وقت فائر بندی کرا دی جب کہ
اسلام کی تیغ براں سے بھارتی سامراج کی شہ رگ کٹنے ہی والی تھی ۔ یہ تو صدر
پاکستان جنرل محمد ایوب خاں کی شرافت ۔ دیانت اور رحمدلی تھی کہ انہوں نے
سلامتی کونسل کی ۲۰ ستمبر کی قرارداد جس میں کشمیر کے مسئلے کے حل کا وعدہ کیا گیا تھا ۔
پر یقین کرتے ہوئے فائر بندی منظور کر لی ورنہ اس وقت تک اسلام کا جھنڈا سرینگر
کی پہاڑیوں پر اور دہلی کے لال قلعے پر لہرا رہا ہوتا ———

اور اب جبکہ پھر ہندوستان فائر بندی کی مسلسل خلاف ورزیاں کر رہا ہے
اور پھر سے کشمیر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے اور پھر ان کے معصوم
بچوں کو برچھیوں پر لٹکایا جا رہا ہے لیکن اب پاکستان کے بہادر اور نڈر وزیر خارجہ
جناب ذوالفقار علی بھٹو کی درخواست پر بھی اوتھان صاحب ادھر آنے کو تیار نہیں ہیں ۔
تو پھر یہ پاکستان کے ساتھ دشمنی کی دلیل نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ اور ہم مدت
سے بڑی طاقتوں جن کو کہنے والوں نے بڑی طاقتیں سمجھ رکھا ہے ۔ حالانکہ پاکستان

دین کی سب سے بڑی طاقت ہے اس لئے کہ کسی کا بڑی طاقت ہونا ایٹمی ہتھیاروں کی کثرت،
اور مال و دولت کی فراوانی پر موقوف نہیں ہوتا۔

بلکہ میدانِ جنگ میں لڑنے والوں کی بہادری، جرأت، ثابت قدمی، حوصلے
شجاعت اور ایثار و قربانی کے لازوال جذبے اور جان نثاری اور سرفروشی کے ارادے
پر منحصر ہوتا ہے ——— اور یہ سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے جسے
دنیا نے اس جنگ کے دوران دیکھا اور خوب اچھی طرح نظارا کیا! اور اگر اب بھی کسی
کو یقین نہ آئے (تو پھر جس کا جی چاہے میدان میں آجائے)۔

بالآخر! اس ادارے (اقوام متحدہ) کی جن مکاریوں اور عیاریوں کو ہم محسوس کر رہے
تھے، وہ ۲۶/۹/۶۵ کے اجلاس میں کھل کر سامنے آگئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم یہ کہنے پر مجبور
ہو گئے ہیں کہ مورخہ ۲۰/۹/۶۵ کو اقوام متحدہ کی قرارداد محض ایک دھوکا اور فریب تھی اور
پھر ۲۶/۹/۶۵ کے اجلاس میں بڑی طاقتوں کا ذوالفقار علی بھٹو کو یہ کہنا کہ آپ کشمیر کے مسئلے پر
تقریر نہیں کر سکتے یہ مثال پوری طرح صادق آتی ہے!

کرتے۔ صاف آنکھیں پھیر لیں مطلب نکل جانے کے بعد!

کشمیر کا ایک مقدمہ تھا جو اٹھارہ سال پہلے دنیا کی سب سے بڑی عدالت سلامتی کونسل
میں پیش ہوا لیکن تادمِ تحریر وہ عدالت اس مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔ تو جو
عدالت اٹھارہ سال تک کسی مقدمے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ پاکستان کے دس کروڑ مسلمان
اس عدالت کو عدالت نہیں مانتے۔

اسلئے میں صدرِ پاکستان کی خدمتِ عالیہ میں پورے ادب و احترام کے ساتھ پُر درد
اپیل کروں گا کہ درخواست کو کئی بار آزمانے کے بعد اب سلامتی کونسل کے دامن کو چھوڑ دیں۔
اور جس نے پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدے کے باوجود ہندوستان کو توپوں، ٹینکوں اور

بمبار طیاروں سے مسلح کیا ــــــــ اس امریکہ سے اب کشمیر کی بھیک نہ مانگیے۔
اور اگر برطانیہ نے کشمیر دینا ہوتا تو تقسیم ملک کے وقت لارڈ ماؤنٹ بیٹن ضلع
گورداسپور کی ایک تحصیل پاکستان کو دے کر سارا ضلع ہندوستان کے حوالے نہ کر جاتا۔

اور ــــــــ ساری قوم کو آپ پر کلی اعتماد ہے ــــ

اور ــــــــ پاکستان کا بچہ بچہ ملک و ملت کی حفاظت کرنے

اور ــــــــ اسلام کے اس چمن کی پاسبانی کے لئے آپ سے اولاً کٹ

مرنے کو ہر وقت تیار ہے ــــ

اور ــــــــ پاکستان کے بہادر عوام ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس
کے مکرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم،

اور ــــــــ اولیاء کرام کی غیبی امداد بھی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے
جسے آپ موجودہ جنگ میں دیکھ بھی چکے ہیں۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

شانِ مجاہد

ع۔ مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے!
اس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیمؑ و خلیلؑ



نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ دینِ اسلام کے ارکان اعلیٰ ہیں، لیکن وہ، درجات و فضائل جو جہاد اور جہاد کرنے والے مجاہدین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے گئے ہیں وہ نماز اور نمازی اور حج اور حاجی کے لئے نہیں ہیں۔ قرآنِ پاک کی آیات اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی گواہ ہیں ـــــــــــــ

پارہ ۵ ـ سورۃ النساء آیت ۹۵

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ
وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط
فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى
الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ط

ترجمہ:۔ بیماروں کے علاوہ جو لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ

اُن لوگوں کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں اور اللہ نے اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو ان لوگوں پر جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ فضیلت اور درجے میں بڑائی دی ہے۔"

اور فرمایا:۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

"اللہ نے لڑنے والوں کے لئے اجر و ثواب کو بیٹھنے والوں پر زیادہ کیا ہے"

(پ ۴ ــــ سورۃ آل عمران ــــ آیت ۱۵۷)

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

"اور اے ایمان والو اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش و رحمت بہتر ہے۔"

پارہ ۱۰ ــــ سورۃ انفال ــــ آیت ۷۴

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اللہ کی راہ میں اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی اُن مجاہدین کی وہی ہیں پکے اور سچے مسلمان اور اُن کے لئے بخشش اور روزی عزت کی ہے۔"

اور پھر فرمایا! پارہ ۱۰ ــ سورۃ توبہ ــ آیت ۲۰ ــ ۲۱

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں سے، ان کے لئے اللہ کے پاس بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ بامراد ہیں اور اپنی طرف سے اللہ انکو رحمت و بخشش کی خوشخبری دیتا ہے اور راضی ہونے کی اور جنت کی بشارت دیتا ہے۔ وہ جنت کہ جس میں ان کے لئے ہر قسم کا آرام ہے اور پھر وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

اور پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

"کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جانوں اور مال کو جنت کے عوض خرید کر لیا ہے۔"

اور پھر فرمایا:۔

پارہ ۲۸ ۔ سورۃ الصف۔ آیت ۴

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۔

"کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں قطار اندر قطار اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر لڑتے ہیں۔"

قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے۔ کہ اس خطۂ ارض کو کفر و شرک، ضلالت و گمراہی۔ فسق و فجور۔ ظلم و ستم اور وحشت و بربریت سے پاک کر کے۔ توحید و اسلام۔ امن و سلامتی۔ حق و صداقت اور نیکی و انسانیت کو پھیلانے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مسلمانوں کا مقام اتنا بلند ہے کہ وہ جب بھی جہاد کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں تو آسمان کے نورانی فرشتے ان کے راستے میں اٹھنے والے قدموں کے نیچے اپنے پر

بچھا دیتے ہیں۔ اور ان کے لئے رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

یہ کیا شان ہے کہ ایک آدمی نے زندگی میں نہ نماز پڑھی ہے اور نہ ہی کوئی روزہ رکھا ہے۔ نہ کبھی زکوٰۃ دی ہے اور نہ ہی حج کیا ہے۔ غرضیکہ اس نے اپنی زندگی میں کوئی نیکی نہیں کی، لیکن ——————

جب وہ میدانِ جہاد میں شہید ہوتا ہے تو جنت کے تمام دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور فرشتے اس کی پاک روح کو اٹھانے کے لئے اپنے دامن پھیلا دیتے ہیں ——————

اور شہید ہونا تو درکنار لشکرِ اسلام کا بہبود دینے والے مجاہد کو بھی، نبی کریم علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے اور اب کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ بزدل نمازی سے بہادر غازی ہزار درجے بہتر ہے ——————

اسلئے کہ یہ تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن خدا اپنے بزدل نمازی کو نہ بخشے، لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا، محمد علیہ السلام کے بہادر غازی کو نہ بخشے۔

اور —— یہ فضائل و درجات اور جنت و بخشش کے وعدے جو مجاہدین اسلام کے لیئے بیان کئے گئے ہیں صرف میدانِ جہاد میں جانیں قربان کرنے والوں کے لیئے ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جنہوں نے جہادِ مال بھی کیا ہو یعنی جہاد کی تیاری کے سامانِ ضرورت کی خریدنے میں مالی خدمت کی ہو۔

اسلئے اسلامی جہاد کے لیئے جس نے ایک پیسہ بھی خرچ کیا وہ بھی اسی طرح خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا حقدار ہے جس طرح کہ جانیں قربان کرنے والے! بلکہ قرآن پاک کی آیات میں تو مالی جہاد کو مقدم رکھا گیا ہے۔

اسلئے وہ لوگ جو جہادِ پاکستان کے لیئے قومی دفاعی فنڈ میں مال و دولت

اور دوسری اشیاء دے رہے ہیں، اپنی اس خوش نصیبی اور نیک بختی پر ناز کرنا چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور اسکی بخشش و رحمت کے سزاوار بن گئے ہیں۔

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ——

اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ۔

کہ "جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔"

ع — نہ مسجد میں نہ بیتُ اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

اور —— اگر یہ ایک زندہ حقیقت نہ ہوتی تو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے نانا جان محمد مصطفٰے صلی اللہ وسلم کا پاک مدینہ چھوڑ کر کربلا کے میدان میں نہ آتے ——

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اس فرمان پر غور کرو اور پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس نماز کو دیکھو جو انہوں نے کربلا کے میدان میں خنجر کے نیچے ادا کی —— اور حقیقت تو یہ ہے کہ انہی کی دکھلائی ہوئی راہ ہے —— کہ جس پر چل کر آج پاکستان کے مسلمانوں نے بھارت کے مقابلے میں ٹینکوں کے نیچے بھی نمازیں ادا کی ہیں —— اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا! ——

مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۹ —— ترمذی شریف جلد اوّل ص ۱۹۶

حضرت ابو عیسٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا! ——

مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ

"کہ جن پیروں کو بھی جہاد کے راہ کی گرد لگ گئی ان پیروں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔"

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا تو علیحدہ بات ہے حضور علیہ السلام نے تو یہاں تک فرما دیا۔

ترمذی شریف جلد اول صـ ۱۹۶ ، مشکوٰۃ شریف صـ ۳۳۲

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ
فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ عَلٰى عَبْدٍ غُبَارٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ ٥

کہ جس طرح دودھ کا دودھ واپس تھنوں میں جانا محال ہے، اسطرح اللہ
کے خوف سے رونے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور جہاد کے
راستے کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں ایک جسم پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔"

روایت میں ہے کہ ایک جنازہ حضور علیہ السلام کے پاس لایا گیا اور جب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے کے لئے اٹھے تو غلاموں نے عرض کی — یا رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمان ہونے کے بعد اس نے کوئی نیکی نہیں کی، تو حضور علیہ السلام
نے غلاموں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو اس مرنے والے کی کسی ایک نیکی کی شہادت
دے۔ تو ایک صحابی نے عرض کی!

کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔ لیکن
اتنا پتہ ہے کہ ایک جنگ میں اس نے میرے ساتھ مل کر لشکرِ اسلام کا پہرہ دیا تھا!
بس پھر کیا تھا۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا
اور بعد میں میت کو مخاطب کر کے فرمایا!

کہ مبارک ہو! اسلئے کہ مدینہ منورہ کے تمام لوگ تجھے جہنمی کہتے ہیں مگر میں
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں!۔

یہ یاد رہے کہ حضور انور علیہ السلام نے غلاموں سے اس کی نیکی کے متعلق اس
لئے نہیں پوچھا تھا کہ آپ کو علم نہیں تھا۔ بلکہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اسلئے

پلو چھا تاکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب و تبلیغ ہو جائے اور ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ جہاد اسلام میں کسی طور پر بھی حصّہ لینے والے کی کیا شان ہے۔

اور پھر تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترمذی شریف جلد اوّل ص ۱۹۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

کہ "دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں بیدار رہی یعنی جس آنکھ نے اسلامی لشکر کا پہرہ دیا۔"

ایک آیت میں فرمایا گیا ہے کہ

"اللہ جہاد کرنے والے مسلمانوں سے محبت کرتا ہے۔"

اور کسی کو اپنا بنا لینا کوئی معمولی بات نہیں جبکہ خود خداوند کریم کسی کو اپنا دوست بنائے اور اس سے محبت کرے، یہ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے۔ اسلیئے دنیا کا ہر مسلمان نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ اور دوسرے فرائض کی ادائیگی اسی لئے کرتا ہے اور ساری ساری رات مصلّے پر اسلیئے گزار دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و محبوب ہو جائے۔

لیکن تمام زندگی کی عبادت و ریاضت اور مراقبہ و مجاہدہ کرنے کے باوجود بھی کسی کو بارگاہِ الٰہی میں مقبول و محبوب ہونے کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ مگر جہاد کرنے والے کی شان دیکھو کہ اللہ تعالےٰ اپنی طرف سے خود اس کی دوستی اور محبت کا اعلان کرتا ہے۔

اگر خدا تعالیٰ اپنے ولیوں۔ غوثوں اور قطبوں سے ان کی عبادت و ریاضت کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ تو اللہ کی راہ میں تلوار اٹھانے والے مسلمان سے بھی اس کے جذبے کی قدر کرتے ہوئے اُلفت رکھتا ہے کیونکہ دنیا میں انسان سب سے زیادہ پیار اپنی جان یا زندگی سے کرتا ہے لیکن جس وقت اس کی اپنی جان کو خطرہ پیدا ہو جائے تو پھر زندگی یا جان کو بچانے کے مال و دولت، گھر بار اور آل اولاد کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ چاہتا ہے کہ سب کچھ اس سے لے کر صرف اس کی جان بچ جائے۔ ــــــــــ

مگر ایک مردِ مسلمان، مردِ مجاہد اپنی اس متاعِ عزیز کو ہنسی خوشی خدا تعالےٰ کے حکم پر نچھاور کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ تو پھر کیوں نہ اللہ اپنے ایسے مجاہدوں سے پیار کرے۔ اور جب خدا کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو آسمان کے تمام فرشتے اور مخلوقِ آسمانی اس کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور پھر ساری کائنات میں اس کی محبت کا اعلان کر دیا جاتا ہے ــــــــــ

یہی وجہ ہے کہ قیامت تک شہیدوں کا نام زندہ رہے گا ــــــــــ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجاہدین کیساتھ خدا کے وعدے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اقبالؒ

اسلام کے ابتدائی دور میں کفار و مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ادھر تبلیغ اسلام کا کام بڑے زور و شور سے جاری ہو چکا تھا اور اسی سلسلے میں شاہانِ روم و شام اور فرمانروان بصرہ و ایران کی طرف اسلام کے دعوتی خطوط بھیجے جا چکے تھے اور لوگ اسلام کی صداقت، دینِ الٰہی کی حقانیت اور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کمالات و معجزات اور آپ کے خلقِ عظیم کو دیکھ کر فوج در فوج حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے تھے ——

لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی رونق اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی کثرت و سطوت دینِ اسلام اور شانِ نبوت کے ازلی دشمن برداشت نہ کر سکے اور اسلام کے نام و نشان مٹانے اور مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے منصوبے بنانے لگے اور تمام مخالفین اسلام و نبوت سر جوڑ کر بیٹھ گئے ——

ابتداء میں کفر و باطل کی کثرت اور ان کے سامان حرب و ضرب کی فراوانی سے بیچارے مسلمان خائف تھے — لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے دینِ متین کی حفاظت، اسلام کی بقاء اور ناموسِ رسالت کی نگہبانی کے اسباب و آثار پیدا کرنے شروع کر دیئے —

اور سچی اسلام کے شیدائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی عجیب قسم کے وعدے کر کے ان کی جرأت وہمت، جوش وولولہ، جذبۂ جہاد کو اپنے پیغامات کے ذریعہ ابھارنا شروع کر دیا تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے دشمن کی کثرتِ تعداد اور ان کی حربی قوت کا ڈر دور ہو کر ان میں دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کا حوصلہ پیدا ہو جائے۔

چنانچہ فرمایا گیا: ____________

پارہ ۱۰ سورۃ انفال آیت — ۶۵

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ____________ کہ

"اے ایمان والو کفار ومشرکین کی فوج کی کثرت اور ان کے سامانِ جنگ کی فراوانی دیکھ کر گھبرا نہ جانا، اگر تم ثابت قدم اور صبر و استقلال کے ساتھ بیس بھی ہو گے تو میدان جنگ میں تم دو سو کافروں پر غالب ہو گے۔ اور اگر تم ایک سو بھی ہو گے تو ایک ہزار کافروں کے لئے کافی ہو گے۔ اور یہ اس لئے کہ یہ کافر کوئی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔"

اور پھر فرمایا: — پارہ ۲ — سورۃ البقرہ آیت ۲۴۹

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔

"کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑی جماعت بھاری جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔"

یہ وعدے دراصل اسلام کی فتح ونصرت کی بشارت تھی، جس سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی زندگی ابھر آئی اور پھر انہوں نے اسلام کی عظمت، دینِ حق کی سربلندی اور آبروئے نبوت کی حفاظت اور حق وصداقت اور نیکی وشرافت کی پاسبانی کے لئے زندگی اور موت سے بے نیاز ہو کر میدانِ کارزار میں گھوڑے دوڑا دیئے اور پھر میدان بدر و

میں اور غزوۂ خندق و تبوک سے لے کر روم و شام عراق و ایران اور سندھ کے ریگستانوں تک اسلام و کفر کے کئی معرکے ہوئے — توحید و شرک کی کئی لڑائیاں ہوئیں اور حق و باطل کی دونوں تلواریں کئی بار آپس میں ٹکرائیں —————

لیکن اللہ کے سپاہی - نبیؐ کے غلام اور اسلام کے غازی جس طرف بھی گئے فتح و نصرت کے پھریرے لہراتے ہوئے کامیاب و کامران رہے اور ہر مقام پر فتح و کامرانی نے ان کے قدموں کو چوما! —————

اور پھر ان سرفروش غازیوں اور اسلام کے مجاہدوں نے کبھی روم و شام کے آہنی قلعوں پہ اسلام کا پرچم لہرایا تو کبھی عراق و ایران اور مصر و یونان کے شاہی محلات میں توحید کا پیغام سنایا — نہ بلند و بالا پہاڑ ان کا راستہ روک سکے اور نہ ہی دریاؤں کے طوفان ان کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکے —————

اور آہستہ آہستہ اس خطۂ ارضی پہ اسلام کی سنہری کرنیں پھوٹتی رہیں، جس سے اللہ کی یہ زمین امن و سلامتی کا گہوارہ — نیکی و شرافت کا مسکن — عدل و انصاف کی آغوش اور حق و صداقت کا دامن بن گئی —————

اور جن کی بدولت آج بھی خاکِ حجاز سے لیکر اندلس کے ساحل تک اور روم و شام کے کلیساؤں سے لے کر افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں تک اور مصر و عراق کی دیواروں سے لیکر سندھ کے ریگستانوں تک اللہ کی توحید کے پرستار شمعِ رسالت کے پروانے اور اسلام کے سرفروش سپاہی نظر آتے ہیں —————

اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق، پہاڑوں کی ہر ہر چوٹی، دریاؤں اور سمندروں کی ایک ایک موج اور ریگزاروں کا ایک ایک ذرہ اس بات کا گواہ ہے کہ اللہ کے شیر، اسلام کے غازی اور توحید و رسالت کے یہ پاسبان جب بھی کبھی حق و صداقت

کا پرچم لے کر اسلام کی عظمت اور دینِ حق کی حفاظت کے لئے سر بکف اور کفن بدوش ہو کر میدانِ کارزار میں نکلتے تھے۔ تو اُن کے تکبیر کے نعروں سے کفر و باطل کی دیواریں لرز جایا کرتی تھیں ــــــــــ

اور زمانے کے بڑے بڑے شاہ زور اور سورمے اسلام کے مجاہدوں کے رعب و جلال کو دیکھ کر تھرا اُٹھتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے بہادر مجاہدوں اور اسلام کے جانباز غازیوں سے وہ وعدے جو آج سے چودہ سو سال پہلے کئے تھے۔ پاکستان اور بھارت کے اسلام و کفر کے موجودہ معرکے اور حق و باطل کی اس جنگ میں بھی پورے کر دکھائے ہیں۔ ورنہ کہاں ہندوستان کی فوجی کثرت اور سامانِ حرب و ضرب کی فراوانی اور کہاں پاکستان کے مٹھی بھر سپاہی اور جنگ کے ہتھیاروں کی کمی۔ آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ۔

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۔

"کہ یہ کافر لوگ کوئی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔"

اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ہندوستان کے جنونی و جنگی ناخداؤں مسٹر شاستری۔ چوان اور جنرل چوہدری کو ذرا سمجھ بوجھ ہوتی تو اسلام کے شیروں۔ اور پاکستان کے بہادر جانبازوں کے ساتھ ہرگز ٹکر نہ لیتے ــــــــــ

ہندوستان کے ہنومانوں، بھارت کے راؤنوں اور رام راج کے راکھشسوں نے اپنی فوج کی کثرت۔ غیر ملکی سامانِ حرب کی فراوانی امریکہ کے دیئے ہوئے ٹینکوں۔ برطانیہ کی دی ہوئی توپوں اور روس اور برطانیہ کے دیئے ہوئے بمبار طیاروں پر فخر و ناز کرتے ہوئے پاکستان کو بہتر ۷۲ گھنٹوں میں فتح کر لینے کے ناپاک ارادے سے چوروں اور اُچکوں کی طرح اپنی پرانی روایات کے مطابق چانکیائی فطرت و جبلت سے کام لیتے ہوئے عیاری و مکاری سے جب پاکستان پر حملہ کیا تو ان کے دماغ سے شاید اس وقت یہ بات نکل

بھی تھی کہ انہوں نے پاکستان پر جنگ مسلط کر کے اس قوم کی غیرت کو للکارا ہے جس کی شان یہ ہے کہ ــــــــــــ

شعر ــــــ
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

اور ــــــ
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

بھارتی سامراج کے لٹیروں نے اپنی پوری قوت و طاقت کے ساتھ پاکستان کی مقدس سرزمین پر جس طرح اچانک وحشیانہ حملہ کیا اور ہماری بری، بحری اور فضائی فوج کے جانباز سپاہیوں۔ ملک و ملت کے غیرت مند رکھوالوں۔ اسلام کے شیر دل مجاہدوں اور پاکستان کے جانفروش غازیوں نے جس ہمت و جوانمردی و ثابت قدمی اور جس ایثار و قربانی کے لازوال جذبے کے ساتھ اس کا مقابلہ کر کے بھارت کے جنگی جنونیوں کو ہر محاذ پر چاروں شانے چت کر کے ذلت آمیز شکست دے دی ــــــــــ

اور اسطرح اپنے وطن کی مقدس سرزمین اور اپنی آزادی کی حفاظت کی ہے اور اسلام کی لاج رکھ لی۔ دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی ــــــــــ

اسلام کو اگر خالد بن ولیدؓ کی سپہ سالاری۔ ابو عبیدہؓ بن جراح کی جراری۔ طارق ابن زیادؒ کی جرأت، محمد بن قاسمؒ کی شجاعت اور محمود غزنویؒ کی بت شکنی پر ناز ہے ــــــ

تو پاکستان کی میدانی فوج کے میجر عزیز بھٹی کی جانثاری۔ بریگیڈیئر شامی کی سرفروشی کرنل عبدالرحمٰن کی قربانی۔ میجر حیدر حسین کیانی کی شجاعت۔ حوالدار محمد انور کی ثابت قدمی ــــــ

اور فضائیہ کے فلائیٹ لیفٹیننٹ محمد یونس کی جانثاری، سکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم کی فضائیہ کی ریکارڈ آفریں جرأت و شجاعت کا معرکہ رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحات میں

روشن وتابندہ ہو چکا ہے۔

بحری بیڑے کے کپتان ایڈمرل اے آر خاں کی ہمت وجواں مردی پر بھی ہمیں فخر ہے جن کی قیادت میں بھارت کی بحری قوت کو اپنے ساحلوں اور سمندروں میں ہی پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بلکہ آگے بڑھ کر بھارت کا سب سے بڑا بحری ریڈار سٹیشن دوارکا نیست ونابود کر کے رکھدیا۔

ہمیں اپنے ان شیر دل غازیوں پر بلاشبہ فخر ہے جو اپنے دلوں میں خالد بن ولیدؓ کا جذبۂ جہاد، اپنے سینوں میں طارق ابن زیادؒ کی غیرت ایمانی، اپنے بازوؤں میں محمد بن قاسمؒ کی قوت اور اپنے ہاتھوں میں محمود غزنویؒ کی تلوار لیکر دشمن پر بھپرے ہوئے شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے اور پھر دشمن پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ بھارتی سامراج کو راہ بھاگنے نہ دی ____ اور جنہوں نے توپوں کی آگ اگلتی ہوئی بیرلوں کو اپنے سینوں سے خاموش کر کے رکھدیا۔ جنگی جنونیوں کے ٹینکوں کے پہاڑوں سے ٹکرا کر بھارتی جنگی ماخداؤں کو بتا دیا کہ ہم اللہ کے سپاہی ہیں، محمد ﷺ کے غلام، علیؓ کے خادم اور پاکستان کی عزت وآبرو کے محافظ، اپنی جانیں تو قربان کر سکتے ہیں، لیکن اپنے وطن پاک کی سرزمین پر دشمن کے ناپاک قدم نہیں برداشت کر سکتے۔ بھارت کے جنگی سورماؤں کو اپنی فوج کی کثرت اور غیر ملکی سامانِ جنگ کی فراوانی پر ناز تھا لیکن ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں سے لڑنے جا رہے ہیں جو توپوں۔ ٹینکوں اور طیاروں کے محتاج نہیں، اسلئے کہ ____

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیر الٰہی
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی۔

ہندوستان کے نیتاؤں اور بھارتی مہاتماؤں اور رام راج کے جنگی پاگلوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ فوج کی کثرت اور سامانِ جنگ کی فراوانی پر فتح وکامیابی کا دارومدار نہیں ہوتا! ______

بلکہ فتح و نصرت کا دارومدار میدانِ جنگ میں لڑنے والوں کی جرأت و دلیری بہادری، شجاعت، حوصلے، ثابت قدمی اور قربانی و سرفروشی کے لازوال جذبوں پر ہوتا ہے۔ اور ان جذبوں کو قوتِ ایمانی اور عقیدے کی پختگی سے مہمیز کیا جاتا ہے۔ جسے اللہ کے فضل و کرم سے ہماری مسلح افواج کے جانباز جوانوں اور شیر دل سپاہیوں نے ہر محاذ پر ثابت کر دکھایا ہے کہ: ______

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم ______ ؎
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر کے شام کو ریڈیو پاکستان لاہور سے تقریر کرنے کے خیالی پروگرام بنانے والے بھارت کے جار وزیر مسٹر چوان کو پتہ نہیں تھا کہ وہ اُس لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کرنے کے ارادے سے جا رہا ہے، ______

- ______ جہاں حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کی تربت ہے۔
- ______ اور پیر داتا گنج بخش علی عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا مزارِ پاک ہے۔
- ______ اور یہ کہ وہ ان زندہ دلانِ لاہور کو اپنی وحشت و بربریت کا نشانہ بنانے جا رہا ہوں۔

جن کی جرأت۔ حوصلے اور زندہ دلی کا یہ عالم ہے کہ وہ بھارتی بمبار طیاروں اور پاکستانی شہبازوں کی جنگی کارروائیوں کو اپنے اپنے مکانوں کی کھلی چھتوں پر چڑھ کر دیکھتے ہیں ______

لندن پر جرمن بمباروں کا حملہ ہو تو وہاں کے عوام مکان تو کیا مورچوں کے اندر۔

برلن پر ہوائی حملہ ہوتو لوگ خندقوں میں۔ سٹالن گراڈ پر بم برسیں تو لوگ مورچوں میں۔ پٹھانکوٹ، ہلواڑہ، آدھم پور اور انبالہ پر اسلام کے شاہینوں اور شہبازوں کی پرواز ہو تو امرتسر سے لیکر دہلی اور بمبئی تک کے مہاشے رام! رام کرتے ہوئے تہہ خانوں میں!

لیکن لاہور پر بھارت کا حملہ تو مسلمان مکانوں کی چھتوں پر۔ بھلا ایسے حوصلہ مند لوگوں کو کون فتح کرسکتا ہے۔ رن کچھ کے معرکہ میں ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد بھارت کے مہاشے وزیر اعظم پنڈت لال بہادر شاستری نے بھارتی جنتا کی مایوسی و گھبراہٹ کو سہارا دینے کیلئے اعلان کیا تھا (کہ اب میں پاکستان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اپنی پسند کا محاذ تلاش کروں گا) اور آخر انہوں نے سب سے پہلے لاہور کو منتخب کیا۔ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے لندن کے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ رن کچھ کی جنگ میں بھارتی فوج کا ایک پورا ڈویژن پاکستان کی افواج کی گرفت میں تھا لیکن میں نے اپنی فوج کو اس پر مہلک وار کرنے سے روک دیا تھا تاکہ جانی نقصان نہ کیا جائے۔

اگر اس وقت ہی ضرب کاری لگا کر بھارتی سینا کے ان سنپولیوں کے سر کچل دیئے جاتے تو آج وہ اژدہا بن کر اپنے منہ کی زہریلی آگ سے لاہور کو جلانے اور سیالکوٹ کو تباہ کرنے کی کبھی ہمت نہ کرسکتا۔ بلکہ قیامت تک پاکستان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

اور پھر مسٹر شاستری نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج کے علاوہ میں پورے ملک میں پچاس۵۰ لاکھ رضا کار بھی تیار کروں گا۔

تو میں نے کہا! شاستری صاحب یہ تو ۵۰ لاکھ ہیں اگر ۵۰ کروڑ بھی ہوں تو ہمیں کوئی فکر نہیں!

کیونکہ ہم خدا کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں ۔ نہ ہم ظلم و دغا کرتے ہیں اور نہ ہی برداشت کر سکتے ہیں ـــــــــــــ اور پھر میری یہ بات ایک روشن حقیقت بن گئی۔

چنانچہ روزنامہ ”نوائے وقت“ کی ایک خبر میں لکھا تھا کہ دیوا کے محاذ پر بھارتی فوج کا ایک دستہ پوری طرح مسلح ہو کر آزاد کشمیر کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے آرہا“ کہ ہمارے چند سپاہیوں نے ان کا راستہ روکا اور پورے زور سے یا علیؑ کا نعرہ لگایا۔

بس پھر کیا تھا ـــــــــــــ

یہ حق کی آواز ان ہندو سپاہیوں پر ایک آسمانی بجلی کا کڑکا بن کر گری جس کی تاب نہ لاتے ہوئے بھارتی سینا کے یہ بزدل سپاہی سر پہ پاؤں رکھکر بھاگ کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک سپاہی رام کرشن نامی تو نعرہ سُن کر وہیں گر پڑا اور مر گیا۔

اور جب پھر مسٹر شاستری نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لئے اب میں اپنی پسند کا محاذ تلاش کروں گا ـــــــــــــ

تو مَیں نے پھر کہا تھا کہ شاستری صاحب! آپ تو ”ن“ کچھ ”نہ“ سنبھال سکے، آپ یہ بھی کر کے دیکھ لیں ـــــــــــــ

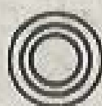
اور بالآخر! میرا یہ کہنا بھی ایک زندۂ جاوید افسانہ بن گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ بھارتی گیدڑ پاکستان کے شیروں کی گرج کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان جنگ میں اس کٹ کٹ کر گرتے رہے جس طرح موسم خزاں میں مرجھائے ہوئے پتے!

اسلئے کہ بھارت کے بھاشوں کو یہ علم نہیں تھا کہ دو کانوں پر بیٹھکر ڈنڈی مارنا اور بات ہے اور میدان جنگ میں لڑنا اور چیز ہے۔ نہتے لوگوں پر گولیاں برسانا اور چیز ہے اور کسی آئیڈیل قوم سے جنگ کرنا اور شے ـــــــــــــ

قارئین کرام! ـــــــــــــ

آپ کو یاد ہو گا "رن کچھ" کے محاذ پر بھارتی فوج کے ساتھ مردانگی اور بہادری سے لڑنے والا فوجی کمانڈر لائل پور شہر کا ہی رہنے والا تھا جو کہ آج بھی اپنے علاقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ملکی سیاست میں بھرپور کردار ادا کر رہا ہے اور عوام اسے آج بھی "ہیرو آف دی رن کچھ" کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس کا نام ہے۔ ریٹائرڈ میجر راجہ نادر پرویز۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

جب کبھی اٹھتا ہے مومن ہاتھ میں تلوار لے کر
مدد کو آجاتے ہیں پھر جبرئیلؑ و اسرافیلؑ

میدانِ جہاد میں فرشتوں کی فوج

پارہ ۹ - سورۃ انفال - آیت ۹-۱۰-۱۱

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ ــــــــ ۔

"اے ایمان والو اس وقت کو یاد کرو جب تم نے اپنے رب سے پانی کے لئے فریاد کی تو اس نے تمہاری فریاد کو قبول کرتے ہوئے پانی کے ساتھ تمہاری مدد کیلئے آسمانوں سے ایک ہزار فرشتوں کی مسلح فوج بھی بھیج دی۔"

فرشتوں کا یہ نورانی لشکر مسلمانوں کی امداد و نصرت کے لئے اس وقت بھیجا گیا جب کہ شہنشاہِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین سو تیرہ ۳۱۳ مجاہدوں - دین کے غازیوں اور حق کے پرستاروں کی ایک مٹھی بھر روحانی جماعت لیکر کفر و الحاد ضلالت گمراہی اور باطل پرستی کو مٹانے کے لئے کفارِ مکہ کی پوری قوت و طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے خود امیر لشکر بن کر میدانِ بدر میں جلوہ افروز ہوئے۔

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور شدید گرمی کا موسم اور سوکھی ہوئی کھجوریں کھا کر روزہ رکھنے والے یہ غازیانِ اسلام جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان اور ہاتھوں میں ٹوٹی تلواریں تھیں - آج ساری دنیا کی تقدیر بنانے جا رہے تھے، اگرچہ ان کے پاس سامانِ جنگ نہیں تھا۔

نہ گھوڑے تھے۔ اور نہ ہی تلواریں ــــــــــ

مگر پھر بھی ــــــــــ

یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا، نرالا تھا

کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

یہ دلق پوشوں کا روحانی ٹولہ ـــــ یہ صبر کوشوں کی مقدس جماعت اور یہ فاقہ مستوں کا پیارہ گروہ ـــــ گیلی لکڑیوں کو جھکا کر بنائی کمانیں ـــــ ٹوٹے ہوئے نیزے اور شکستہ دستوں والی تلواریں لے کر سر بکف اور کفن بدوش ہو کر تاجدارِ عرب و عجم کی قیادت میں میدانِ بدر میں آیا ـــــ تو

ان کا مقصد جاہ و حشمت ۔ دولت و ثروت اور ہوسِ ملک گیری نہ تھا بلکہ ـــ حق پرستوں کی جماعت اسلام کی عظمت و بقاء ـــ دین کی حفاظت ۔ مذہب کی رکھوالی ۔ ناموسِ رسالتؐ کی پاسبانی اور قرآن پاک کی نشر و اشاعت کے لئے کفارِ مکہ کی زہر آلود تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کے ریگستان میں آئی تھی ــــــ

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں بیٹے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے اور بھائی کو بھائی سے لڑتا ہوا دنیا کی آنکھوں نے پہلی بار دیکھا ــــــ

اور یہ وہی جنگ ہے کہ جس میں ایک ہی برادری کی دو جماعتیں ـــ ایک ہی قبیلے کے دو گروہ اور ایک ہی خاندان کے دو ٹولے آپس میں دست و گریباں ہوئے۔

ایک کفر و شرک ۔ ضلالت و گمراہی اور وحشت و ظلمت کے درمیان غرق تھا اور دوسرا ـــ توحید و رسالت ۔ رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے گلشن کے محافظ

ایک ـــ اسلام کو مٹانے کے لئے آیا تھا ـــ اور دوسرا بچانے کے لئے

ایک ناموسِ رسالتؐ پر حملہ آور تھا اور دوسرا اس پر مر مٹنے کے لئے ۔ ایک طرف عتبہ و اُمیّہ تھے اور دوسری طرف صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ تھے ۔ ایک طرف ابوجہل اور ولید تھے اور دوسری طرف عثمانؓ اور علیؓ تھے ــــــ

برادری ایک تھی - قبیلہ ایک تھا اور خاندان بھی ایک ــــــــ لیکن بھائی کی تلوار بھائی سے ٹکرائی اور باپ کی تلوار بیٹے سے اور پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کا نقشہ دیکھا اور ہاتھ فتح و نصرت کی دعا کے لئے اٹھ گئے۔ اور آپؐ نے دعا فرمائی: ــــــــ

مسلم شریف جلد دوم صـ ۹۳

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَهُمْ اَلْفٌ "۔

"حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنگ بدر کے دن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مشرکین مکہ کی طرف دیکھا اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔"

پھر کملی والے آقا نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعُصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِى الْاَرْضِ۔

"کہ اے میرے پروردگار یہ تین سو تیرہ جان نثاروں کی جماعت لیکر میدان میں آگیا ہوں، آج اگر تو نے ان کی مدد نہ کی اور اگر یہ ہلاک ہو گئے تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔"

ے ــــــــ اگر کفار نے ان کو یہاں پر ختم کر ڈالا
تو قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھکو پوجنے والا

اور پھر تاجدار کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود میدان جنگ میں تشریف لائے بقول حفیظ جالندھری: ــــــــ

مگر جب کملی والا آ گیا اُٹھ کر مصلے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے پنجے سے
صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا اُٹھی وادی
کہ اُمت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادی

اور پھر تلواریں چمکیں اور ٹکرائیں۔ فولاد کے ٹکرانے سے چنگاریاں اُڑیں، نیزے ابھرے اور چلے۔ تیر کمانوں سے نکلے اور برسے۔ میدانِ کارزار گرم ہوا۔ کافروں کو اپنے سامان پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنے خدا اور ایمان پر۔ مشرکین زہر آلود تیروں اور فولادی تلواروں پر نازاں تھے، اور مسلمانوں کو ؎

نہ تیر و تیغ پر تکیہ نہ نیزے پر نہ بھالے پر
سہارا تھا تو اک سادہ سی کالی کملی پر

جونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں تشریف لائے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ ادھر مصطفےٰ نے دعا کی، ادھر خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج کو حکم دیا کہ جاؤ میری اس پاکباز جماعت کی مدد کرو۔ حضور علیہ السلام نے ایک مٹھی ریت دشمنوں کی طرف ماری ـــــــــ

بس پھر کیا تھا، فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چوم لئے اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنی نصرت کا اعلان بھی فرما دیا: ـــــــــ

"وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ"۔

"کہ جنگ بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی حالانکہ تم بے مقدور تھے۔"

واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کی پسپائی کے بعد کفار و مشرکین مکہ اپنی اس شکست کا بدلہ مسلمانوں سے لینا چاہتے تھے اور شب و روز اس کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔

کہ ایک دن شیطان شیخ نجدی کی شکل و صورت میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک اور بہادر پہلوان ہوں اور میں بھی مسلمانوں کا بڑا دشمن ہوں۔ اور میں نے جنگوں میں کئی معرکے سر کئے ہیں۔ اس لیئے

فَلَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۔

"اور میری موجودگی میں آج کے دن تم پر کوئی غالب نہ آسکے گا۔"

اور آخر وہ وقت بھی آگیا جبکہ بدر کے میدان میں اسلام و کفر اور حق و باطل آپس میں ٹکرا گئے۔ تلواروں کی جھنکار اور تیروں کی بھرمار سے بدر کی وادی تھرا اٹھی اور پھر قرآن پاک کہتا ہے :۔

فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ ۔

"کہ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو شیطان اُلٹے پاؤں پیچھے کو بھاگا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔ اسلیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ لشکر دیکھ رہا ہوں جو تمکو نظر نہیں آتا۔"

وہ لشکر آسمانی فرشتوں کا تھا جس میں حضرت جبریلؑ و میکائیلؑ بھی شامل تھے۔ بعینہٖ یہی واقعہ بھارتی سامراج کے جنگی گماشتوں کو پیش آیا۔ چھمب جوڑیاں فتح کر لینے کے بعد جب پاکستان کی بہادر فوج اور لشکرِ اسلام کے جانباز سپاہی اکھنور اور جموں پر گولے برسانے لگے تو ہندوستان کے سب سے بڑے مددگار امریکہ نے مسٹر شاستری کے کان میں پھونک کر کشمیر تو تمہارے ہاتھ سے جا رہا ہے اور اس کو بچانے کی اب ایک ہی صورت ہے کہ پاکستان کی فوجی قوت کو کئی محاذوں پر تقسیم کر دیا جائے اور فکر نہ کرو پاکستان ایک چھوٹا سا ملک ہے اور اس کے پاس سامانِ جنگ بھی بہت کم ہے اور اسکی فوج

بھی تھوڑی ہے۔ اور اس کو ہم بھی ہر چیز دینا بند کر چکے ہیں۔ ہم بھی پاکستان، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور تمہارے پاس ہمارے دیئے ٹینکوں، توپوں، بمبار طیاروں اور دوسرے گولہ بارود کی فراوانی ہے اور تمہاری فوج بھی پاکستان کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اور پھر ہم اور بھی بہت سا سامانِ جنگ دیں گے ———

اسلیئے اٹھو! ہمت کرو اور پاکستان پر حملہ کر کے اسے چند گھنٹوں میں ختم کر دو۔ اور پھر یہ کافر بھارت، امریکہ کی اس خیر خواہی کے جال میں ایسے پھنسے، جیسے کہ شیطان کے جال میں کفارِ مکہ پھنس گئے تھے ———

اور پھر بھارت کے جنگی سورماؤں نے رات کے اندھیرے میں چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کی طرح امریکہ کی شہ پہ پاکستان کی سرزمین پر اچانک حملہ کر دیا ———

اور پھر جب ہماری بری، بحری اور فضائی افواج کے جوان اور شیر دل مجاہدین نے ہر محاذ پر بھارت کی ٹڈی دل سینا کو عبرتناک شکست سے دو چار کیا اور منہ پر ایسے طمانچے رسید کیے تو یہ لالے اور مہاشے رام رام کی دہائی دینے لگے ـــ اور جب بھارت کے سُورِ بیروں کی امریکہ اور برطانیہ کے ٹینک۔ توپیں اور بمبار طیارے بھی کوئی تحفظ اور مدد نہ کر سکے تو پھر بھارت ماتا کے پجاریوں نے جنگ بند کرانے کے لئے امریکہ سے فریاد کی اور آخر انہوں نے اقوامِ متحدہ کے جنرل سیکرٹری اوتھان کو فوراً پاکستان بھیجا کہ جنگ بندی کی کوئی صورت نکل آئے ———

تاکہ ـــ امریکہ کے پٹھو اور گدا گر بھارت کے حکمران، صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے آہنی شکنجے سے بچ جائیں ———

اور آخر کار عین اس وقت فائر بندی کرا دی گئی جبکہ اسلام کی تیغِ براں سے بھارتی سامراج کی شہ رگ کٹنے ہی والی تھی ———

اور اس کے برخلاف اگر ہندوستان اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو جاتا اور خدانخواستہ اگر بھارتی فوجیں لاہور یا سیالکوٹ پر قبضہ کر لیتیں تو ایسی صورت میں نہ سلامتی کونسل کا کوئی اجلاس ہوتا اور نہ ہی مسٹر اوتھان یہاں آتے اور نہ ہی فائر بندی ہوتی!

جس طرح مکّے کا فر شیخ شیطان کے بہکانے پر اپنی قوت و طاقت کے بھروسے پر مدینہ منورہ کے مسلمانوں پر چڑھ آئے تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے برہمن کافر بھی امریکہ کی شہ پر اور اس کے دیئے ہوئے سامانِ جنگ کے بل بوتے پر پاکستان کے مسلمانوں سے جنگ کرنے اپنے گھروں سے تو نکل آئے لیکن پہلی ہی جھڑپ میں جب پاکستانی مسلمانوں نے اپنی ضربوں سے ان کے ٹینکوں کے پھوسڑے اڑانے شروع کر دیئے اور مجاہدین اسلام کے بھرپور وار سے ان کے سروں کی بودیاں اکھڑنے لگیں!

اور جب پاکستان کے بہادر غازیوں کے نعرۂ ہائے تکبیر سے ان کے گلوں پڑے ہوئے جنوؤ، ٹوٹ کر گرنے لگے، تو پھر وہ میدان جنگ میں اپنی دھوتیاں پاجامے۔ نیفے اور حتٰی کہ اپنے پتھروں کے دیوتاؤں تک کو بھی چھوڑ کر، ہری رام، ہری رام کرتے ہوئے بھاگ گئے۔

تو اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ مندروں میں بیٹھ کر سرادھ کی پوریاں اور حلوہ کھانا تو بہت آسان ہے لیکن پاکستان کے شیر دل مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنی بہت مشکل ہے۔

غزوۂ حنین میں نصرتِ الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا ہے۔
لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ

عُجْبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ۔

پارہ ۱۰۔ سورۃ توبہ۔ آیت ۲۵

ترجمہ:۔ ”اے ایمان والو کئی میدانوں میں اللہ نے تمہاری مدد کی ہے۔ اور جنگِ حنین کے دن بھی۔ جبکہ تم اپنی کثرت پر اترائے، لیکن وہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہو گئی، اپنی فراخی کے ساتھ اور تم پیٹھ دے کر بھاگے۔“

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ (پ ۱۰ سورۃ توبہ۔ آیت ۲۶)

”پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسُول اور ایمان والوں پر تسلی اتاری اور فرشتوں کی فوجیں بھی اتاریں جو تم نہیں دیکھتے تھے اور اس طرح ہم کفار کو عذاب دیا۔“

جہادِ اسلام کے میدان میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوجوں کا آنا صرف بدر و حنین کی جنگوں اور خندق و تبوک کے غزوات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ قیامت تک جب بھی کفر اسلام کے مقابلے اور باطل حق کے مقابلے میں آتا رہے گا اور جب تک یہ دونوں قوتیں آپس میں دست و گریبان ہوتی رہیں گی۔

نصرتِ الٰہی اور فرشتوں کی فوجیں مسلمانوں کی مدد کے لئے آتی رہیں گی چنانچہ بدر و حنین سے لیکر روم و شام تک اور پھر مصر و عراق سے لے کر اندلس و ایران تک اور پھر سندھ کے ریگستانوں سے لے کر دہلی کے لال قلعے تک تاریخ کا ایک ایک ورق اس کا گواہ ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ نہ قیصر و کسریٰ

کے شہنشاہ کر سکے اور نہ ہی مصر و عراق کے والی ــــــــ

مسلمانوں کی خدائی یلغار کو نہ ہی ہسپانیہ کے سورما اور ترک شیر دل کہلوانے والے سورمے روک سکے اور نہ ہی ایران کے رستم ــــــــ

اور پھر محمود غزنوی کی تیغ براں کو بھارت کے راجے سب متحد ہو کر روک سکے اور نہ ہی مغل بابر کی تلوار کو ہندوستان کے رانے اور نہ ہی محمد بن قاسم کے حملہ کو سندھ کے راجے داہر روک پائے ۔ اور نہ ہی شہاب الدین غوری کی شمشیر آبدار کا مقابلہ کوئی پرتھوی راج ہی کر سکا ۔ اور ــــــــ

آج بھی چھمب ۔ جوڑیاں ۔ لاہور اور سیالکوٹ کے محاذوں سے لیکر سندھ کے راجستھانوں تک میدان جنگ کی خاک کا ایک ایک ذرہ اور مسلمان غازیوں کے خون کا ایک ایک قطرہ اس بات کا گواہ ہے کہ مسلمانوں کی امداد کے لیئے ہر میدان فرشتوں کی فوجیں آئیں ، ــــــــ

اور امت کے غمخوار اور اپنے غلاموں کے مددگار شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور شیر خدا علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ اور اولیاء کرام کی مدد بھی شامل حال رہی ۔

ورنہ کہاں ہندوستان کی فوجی کثرت اور سامان حرب و ضرب کی فراوانی کے علاوہ دنیا بھر کے یہود و نصاریٰ کی بلا تشہیر اور ٹھوس مادی اور سیاسی امداد اور کہاں پاکستان کے مٹھی بھر مجاہدین اور مختصر سا سامان جنگ ــــــــ

اور پھر فرشتوں کی ایک ہزار فوج پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ فرمایا :-

پارہ ۴ ۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۲۵ ۔

اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ

ــــــــ اور ــــــــ

هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ۔

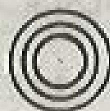
کہ پھر "ہم نے تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی فوج سے میدانِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کی ــــــــ اور پھر فرشتوں کی فوج پر ہی بس نہیں کی" ــــــــ

بلکہ فرمایا: ــــــــ

اِنِّیْ مَعَکُمْ ۔ "کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں!

بھلا ــــ ہندوستان کے کافر جنگی جنونیوں سے کوئی پوچھے تو سہی! کہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوجیں بھی آجائیں اور خدا تعالیٰ خود بھی مسلمانوں کے ساتھ ہو تو پھر تم! ــــــــ

کیسے پاکستان کے مسلمانوں پر فتح پا سکتے ہو؟ ــــ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط



امتحان

آگ ہے اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

پارہ ۲ - سورۃ البقرہ - آیت ۱۵۹

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ۔

"اے ایمان والو! ہم تمہیں خوف سے۔ بھوک سے اور تمہارے مال و جان کے نقصان سے تمہیں آزمائیں گے اور باغوں کا نقصان کر کے تمہارا امتحان لیں گے۔"

وہ خداوندِ کائنات اور پروردگارِ دو عالم ہے۔ اسلئے اسے حق ہے کہ وہ اپنے بندوں کا جب چاہے اور جس صورت میں چاہے امتحان لے سکتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا کسی بھی طرح کی مشکلات اور مصائب میں مبتلا کر کے آزماتا ہے اور کئی طریقوں سے امتحان لیتا ہے اور کئی رنگوں میں بندوں کو دیکھتا ہے۔ وہ کبھی حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرا کر دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے بازار میں بکا کے! کبھی وہ جیل میں بھجوا کے دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے شاہی تخت پر بٹھا کے آزماتا ہے

اور ـــــ وہ کملی والے آقا علیہ السلام کو غارِ حرا میں رُلا کے دیکھتا ہے اور کبھی غارِ ثور میں چھپا کے! ـــــ اور کبھی احد کی جنگ میں دانت تڑوا کے دیکھتا ہے ـــــ اور کبھی عرش پہ بلا کے ـــــ

اور وہ کبھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں دودھ پلا کے دیکھتا ہے اور کبھی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ بازار میں پھرا کے دیکھتا ہے ـــــ

اور کبھی سجدے میں نانے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر بٹھا کے دیکھتا ہے اور کبھی میدانِ کربلا میں نیزے پر چڑھا کے ـــــ

غرضیکہ وہ اپنے بندوں کو ہر رنگ میں دیکھتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے! اور جو امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر وہ بندۂ تسلیم و رضا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ جس کی طرف علامہ اقبالؒ نے اشارہ کیا ہے کہ: ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خُدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا امتحان لیا گیا۔ اُن کے دِل میں کملی والے کی محبت تھی اور آنکھوں میں حُسنِ یار کے جلوے۔ ظالم باپ نے کلمہ پڑھنے کی سزا میں حضرت خبیبؓ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر آہنی شکنجے میں کس کر ایک اندھیری کوٹھڑی میں قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا! ـــــ

لیکن وہ شمعِ محمدی کا پروانہ اور کملی والے کا جاں نثار غلام اس اندھیری کوٹھڑی میں تصورِ جاناں کئے ساری ساری رات گذار دیتا ہے۔ کبھی رات کی تنہائیوں میں حُسنِ یار کے دیدار کی تمنا کر کے درد بھری آواز میں پکار اٹھتا کہ: ـــــ

۵۔ تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

پھر پندرہ دن کے بعد اس کو قید سے نکالا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ مر کھپ گیا ہوگا ــــــ لیکن وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت خبیبؓ کا چہرہ انتہائی پُرنور اور اندھیرے میں چمک رہا ہے اور اس کے دل کی ایک ایک دھڑکن یا محمدؐ یا محمدؐ پکار رہی ہے ــــــ

اور پھر اس کے ظالم کے باپ نے حضرت خبیبؓ کو کوڑوں سے مارنا شروع کر دیا مگر ہر کوڑے پر اللہ واحد! یا محمدؐ کا نعرہ مستانہ بلند ہو رہا۔ جسم سے خون کی دھاریں بہہ نکلیں۔ لہو کی ہر بوند سے عشقِ رسول کی خوشبو پھوٹ کر کال کوٹھڑی کو معطر و منور کر رہی ہے ــــــ

حضرت خبیبؓ کو ہوش آیا تو باپ نے گرج کر کہا! ــــــ

اے خبیبؓ ــــــ محمدؐ کا نام لینا چھوڑ دو ــــــ

حضرت خبیبؓ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ اگر میں یہ نام لینا چھوڑ دوں تو پھر باقی کائنات میں کیا رہ جاتا ہے۔ میں پوری دنیا کو تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن نام محمدؐ کو چھوڑ نہیں سکتا ــــــ اسلئے کہ

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا
اور بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمدؐ

باپ نے پھر اسی کال کوٹھڑی میں حضرت خبیبؓ کو قید کر دیا۔ لیکن ایک رات آتشِ ہجر میں جلنے والا یہ سچا عاشق اس خیال سے کہ شاید لذتِ وصل کے بغیر ہی نہ مر جاؤں گھر سے فرار ہو کر مدینہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ کہ: ــــــ

؎ — فرقت کی سختیاں مجھے منظور ہیں مگر
اتنا تو ہو کہ تجھ کو میری خبر رہے

بس پھر کیا تھا کہ پاؤں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ آہنی شکنجہ کٹ گیا اور قید خانے دروازے خود بخود کھل گئے ———

اور عشق و محبت کی منزل کا یہ باہمت مسافر کال کوٹھڑی سے باہر نکلا۔ رات انتہائی تاریک تھی۔ جسم زخموں سے چور اور بدن کی ایک ایک نس مجروح۔ دیارِ محبوبؐ کی طرف قدم قدم بڑھاتا۔ مگر ہمت نہ تھی۔ دو چار قدم چلتا اور لڑکھڑا کر گر پڑتا۔ پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا ؎

یہ بھی کیا منظر ہے رکتے ہیں نہ بڑھتے ہیں قدم
تک رہا ہوں دور سے منزل کو میں منزل مجھے

وادیٔ عشق میں قدم رکھنے والے خبیبؓ ان تمام آداب کو پورا کر چکے تھے اور نام مصطفٰے علیہ السلام لینے کے جرم میں ہر قسم کی سزا وہ پوری کر چکے تھے۔ ان کی محبت کسوٹی پر پرکھی جا چکی اور عشق کا امتحان لیا جا چکا تھا اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہو چکے تھے ——— اسلئے رحمتِ خداوندی کو بھی اب جوش آ گیا اور زمین کی طنابیں کھینچ لی گئیں اور مہینوں کا راستہ پل بھر میں طے ہو گیا ———

اور پھر وہ گدائے کوچۂ یار میں عشق و محبت کی خیرات لینے کے لئے دروازۂ نبوت پر دستک دے رہا تھا ———

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت خبیبؓ کو اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا۔ پھر رحمت و شفقت کا ہاتھ پھیرا اور سچی محبت کا انعام پا لیا۔ مسلمانوں نے مبارکباد دی۔ فرشتوں نے مرحبا پکارا اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر تاجدارِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں میں زندگی بسر کرنے لگے اور پھر وہ وقت بھی آگیا کہ حضرت خبیبؓ کو مسلمان ہونے کی پاداش اور غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلہ میں مکہ کے بازار میں پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تو ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہنے لگے! ——

کہ اے خبیبؓ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تجھے آزاد چھوڑ دیا جائے؟ اور تیرے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سولی دے دی جائے! ——

یہ سن کر اس شمع حسن محمدی کے پروانے، جلوۂ یار حسن کے دیوانے نے شہادتگہ الفت میں بھی حق کی آواز کو بلند کیا اور فرمایا! ——

اے ظالمو! تم میرے بدلے میرے محبوبؐ کو سولی پر لٹکانا چاہتے ہو۔ اگر میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے میرے محبوبؐ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے۔

پھانسی کا تختہ سامنے تھا اور حضرت خبیبؓ کا منہ مدینے کی طرف! ظالموں سے سجدہ شکر کرنے کیلئے وقت دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کیونکہ آج خبیبؓ کامیاب و بامراد ہو رہا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دو نفل شکرانے کے ادا کر کے اپنے مالک و پروردگار کے حضور پیش ہو جس نے اس کو یہ حوصلہ اور مرتبہ شہادت عطا فرمایا ——

خبیبؓ نے عرض کیا۔ اے میرے مولا! زندگی کا آخری سجدہ کرنے والا ہوں میرا رُخ قبلہ کی طرف نہیں ہے ——

غیب سے آواز آئی کہ اے خبیبؓ اور میرے محبوب پاک کے باوفا غلام! فکر نہ کر اگر تیرا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے آج وہ تیرے لئے قبلہ ہے جس طرف تیرا رُخ ہے۔ اور آج ہم تیرے لیے مدینہ کو ہی قبلہ بنا دیتے ہیں ——

چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری سجدہ مدینہ کی طرف رُخ کر کے

ادا کیا۔ رسہ کھینچ دیا گیا اور اسلام کے اس سرفروش غازی اور دینِ اسلام کے جانثار مجاہد۔ حق کے سچے پرستار اور حسنِ مصطفےٰ کے دیوانے نے شہادت گہ اسلام میں کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی ——

ادھر اس منزلِ عشق و محبت کے باہمت راہی نے اپنا راستہ بڑے حوصلے اور صبر و سکون کے ساتھ طے کیا اور ادھر کملی والے آقا نے اپنے غلاموں کو فرمایا کہ تم میں کون ہے جو خبیبؓ کی لاش کو اٹھا لائے۔ چار غلام تیاری کر کے گئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا —— (مدارج النبوت) ——

پھر خالقِ کائنات نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتحان بھی لیا۔ وہ ایک یہودی مالک امیّہ کے غلام تھے اور اس کی غلامی میں کئی سال گزر گئے۔ بالآخر باطل کی غلامی سے نکل کر حق کی غلامی اختیار کرنے کا وقت بھی آ گیا ——

ایک رات وہ اپنی کوٹھڑی میں بیٹھے کفر و باطل کی غلامی کی لعنت کا پھندہ اپنے گلے سے اتارنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے کہ اچانک ان کی بوسیدہ سی جھونپڑی جگمگا اٹھی ——

وہ گھبرا کر اُٹھے! اِدھر اُدھر دیکھا، لیکن ان کو کوئی چیز نظر نہ آئی! وہ اس امرِ غیبی کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ ایک آواز نے ان کو مزید حیرت میں ڈال دیا۔ اے بلالؓ! —— یہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک ہے جو تمہارے دل کو نورِ اسلام سے منوّر کرنے آئی ہے ——

بس پھر کیا تھا —— یہ صدائے حق سنتے ہی زبان پر کلمۂ شہادت آ گیا اور ساتھ ہی عشقِ رسول کا دریا بھی موجزن ہو گیا! وہ رات انہوں نے اس امید پر انتہائی بیقراری

میں گزاری کہ صبح ہوتے ہی آغوشِ نبوتؐ میں پہنچ جاؤں گا ——

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مٹی کے ایک پیالے کو لبِ محبوب تک آنے کیلئے کن کن کٹھن اور صبر آزما ادوار سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہزاروں امتحانوں سے گزرنا اور ہر قسم کے ظلم و ستم برداشت کر کے کئی کئی دن آگ کی بھٹی میں جلنا پڑتا ہے ——

آخر صبح ہوئی تو حضرت بلال پر بھی یہ وقت آگیا جو عشق و محبت کی پُر خار وادی میں قدم رکھنے والے ہر انسان پر آتا ہے —— یعنی امتحان و آزمائش کا وقت!

یہودی مالک امیہ نے بلایا اور قہر آلود نظروں سے حضرت بلالؓ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا کہ ——

اے بلالؓ! میں نے سنا ہے کہ تم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور مسلمان ہو گئے ہو!

حضرت بلالؓ نے بڑے فخر اور جرأت مندی سے جواب دیا! ہاں! ——

اُمیہ نے کہا کہ جانتے ہو۔ اس جرم کی سزا کیا ہے؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

ہاں! —— لیکن یہ یاد رکھ کہ ؎

محمدؐ پہ دل میں فدا کر چکا ہوں!

جو فرضِ خدا تھا ادا کر چکا ہوں!

اور پھر جب سورج کی آتش باری سے مکہ کی ریت تپنے لگی تو ظالم یہودی مالک اُمیہ نے حضرت بلالؓ کو ننگا بدن کر کے تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر ایک تپتا ہوا بھاری پتھر بھی رکھ دیا۔ لوہے کی گرم سلاخیں ان کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور پاؤں کی تلیوں میں گاڑ دیں اور اپنے جلاد کو حکم دیا کہ وہ حضرت بلال پر کوڑے برسائے۔ ظلم و ستم۔ جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کی یہ انتہا تھی جسے حضرت بلالؓ

نے بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ اور وہ کوڑے کی ہر ضرب پر یا اللہ یا رسول اللہ پکار اُٹھتے اور پھر اس ظالم نے آگ کے دہکتے ہوئے انگارے ان کی زبان پر رکھ دیئے تاکہ حضرت بلال رضؓ کی زبان سے اللہ اور محمدؐ کا نام نہ نکل سکے! لیکن ان کے جسم کے ایک ایک بال اور خون کے ایک ایک قطرے سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آوازیں آرہی تھیں اور ـــــــــــــــ

عین اس وقت جب کہ حق کے اس پرستار اور مصطفٰے علیہ السلام کے حقیقی جاں نثار پر ظلم و ستم کے یہ پہاڑ توڑے جا رہے تو ایک آدمی ان کے قریب سے گذرا اور بقول علامہ اقبال، حضرت بلالؓ سے کہا کہ ؎ ـــــــــــــــ

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کہ جس کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے

یعنی اتنے ظلم و ستم کے باوجود بھی نام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ چھوڑ سکا۔ آخر کار یہ راز کیا ہے؟ تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ ؎ ـــــــــــــــ

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

اور پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گذرے اور حضرت بلالؓ پر ظلم و ستم ہوتا دیکھ کر واپس لگ گئے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا ماجرا سنایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ بلالؓ کو امیہ سے خرید لاؤ۔

اور یہ لو اس میں میرا حصہ بھی شامل کر لو۔ چنانچہ حضرت بلال کو امیہ سے خرید لیا گیا!۔
خداوند کائنات اس کی محبت کا امتحان لے چکا تھا اور قدرت اس کے عشق رسولؐ کو آزما چکی تھی اور بڑے صبر و استقلال اور ہمت و جرأت سے ہر قسم کا ظلم و ستم

برداشت کر کے امتحان میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اور ان کو کفر و باطل کے وحشیوں سے حق و اسلام کے پرستاروں نے خرید لیا تھا! اور اس طرح وہ امیہ کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کی چکی میں سے نکل کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لطف و کرم اور رحمت و شفقت کی جھولی میں آ گئے، اور دربارِ نبوت سے انہیں انعام عطا ہوا کہ وہ مسجدِ نبوی کے سب سے پہلے موذن مقرر ہوئے! ——

آسمان پر سب سے پہلی اذان حضرت جبریل علیہ السلام نے دی اور زمین پر سب سے پہلی اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ نے ——

عندلیبِ گلشنِ توحید و رسالت اور بلبلِ چمنستانِ رسالت کی اذانوں کی آواز آج بھی فضائے آسمان میں گونج رہی ہے اور پھر وہ پُر درد، پُر سوز اور جذبۂ حریت و آزادیٔ اسلام سے بھری ہوئی یہ آواز دلِ فطرت میں ایسا گھر کر گئی کہ ——

جب تک مسجد نبوی کے پُر انوار میناروں پر سے وہ آواز نہ اٹھتی، نماز کا وقت ہی نہ ہوتا تھا! ان کی زبان پر دہکتے ہوئے کوئلے رکھنے کی وجہ سے ان کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی۔ اسلئے وہ اذان میں بھی شین کی بجائے سین ہی کہا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کے اعتراض پر جب حضور علیہ السلام نے حضرت بلال رض کو اذان دینے سے منع کر دیا تو ——

فوراً حضرت جبریل آئے اور عرض کی کہ ——

اے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم! ——

"سِینُ بِلَالٍ عِنْدَ اللّٰہِ شِیْنٌ"۔

کہ "اللہ کے نزدیک بلال رض کی سین بھی شین ہے"

یہ وہی شمعِ محمدی کا پروانہ۔ جلوۂ نورِ مصطفےٰ کا دیوانہ اور دینِ حق کا پہلا موذن ہے۔

کہ جس کے متعلق حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں نے جنّت میں بلال رضی کی جوتیوں کی آواز سُنی ۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ مشکوات شریف صفحہ ۱۱۶

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصالِ پاک کے بعد جہاں ساری کائنات میں ایک وقت کے لئے اندھیرا چھا گیا تھا ۔ وہاں چشمِ فطرت سے بھی آنسو بہہ نکلے تھے اور جہاں غلامانِ مصطفےٰ کی آنکھیں پُرنم تھیں، وہاں مدینہ منورہ کی حسین و جمیل گلیاں بھی شہنشاہِ کونین کی مقدس جوتیوں کو ترس گئی تھیں ۔

اور جہاں مدینہ منورہ کی خاکِ پاک کے ذرّے ، آفتابِ نبوّت سے تابندگی اور چمک پانے سے محروم ہو گئے تھے ، وہاں یہ عندلیبِ باغِ رسالت بھی اپنے پُرسوز نغمے چھوڑ بیٹھی تھی ــــــــــــ

جلوۂ حسنِ یار کو نہ پا کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بے چین و بیقرار ہو جاتا اور فراقِ یار کا یہ عالم تھا کہ سارا سارا دن اور ساری ساری رات گدایانِ کوچۂ عشق و محبّت کی طرح اپنے محبوبِ حقیقی کو پکارتے رہتے ! ــــــــــــ

صحابہ کرام نے تسلیاں دیں ۔ دوستوں نے ڈھارس بندھائی اور غلاموں نے صبر و سکون کی تلقین کی ، لیکن چونکہ اس عاشقِ باوفا کا اپنے محبوبِ پاک کی جدائی میں صبر و سکون چھن چکا تھا ــــــــــــ

اسلئے ایک رات کو کوچۂ یار کا یہ خوش آواز فقیر مدینہ منورہ کے مقدس در و دیوار اور خاکِ پاک کے ذرّوں کو چوم کر اور گنبدِ خضرا پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر اور پھر روضۂ اقدس کی حسین و جمیل جالی کو آخری بوسہ دے کر یہ کہتا ہوا مدینہ منوّرہ سے چپ چاپ ملکِ شام کی راہ لی ! ــــــــــــ

ک ے
اے گلشنِ توحید کے پُر نور باغبان
میں جا رہا ہوں تیری بہاروں کو چھوڑ کر

صبح ہوئی تو ساکنانِ مدینہ کو حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ نظر نہ آئے! ایک محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری جلوؤں سے محرومی اور پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی نے مدینہ کے مسلمانوں میں حشر برپا کر دیا۔ ــــ !

اور کسی کو یہ پتہ تک نہیں چلا تھا کہ حسنِ مصطفےٰؐ کا یہ دیوانہ کدھر کو نکل گیا ہے! ــــــــ

حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ نے دیارِ محبوب سے نکل کر ملکِ شام کی راہ لی! شام کا وقت اور شام کی گلیاں، دیوانوں کی طرح کوچہ و بازار میں پھر رہے تھے کہ کسی نے پہچان لیا اور بڑی عزت و احترام سے اپنے گھر میں لیجا کر رکھا!

اگرچہ شام میں ان کو زندگی کی تمام سہولتیں میسّر تھیں، لیکن حسنِ یار کے نظاروں سے محرومی اور پھر کوئے محبوب سے دوری ان کو ہمیشہ بے قرار رکھتی تھی، اور انکو سوزِ فراق میں ان کو نیند نہ آتی تھی۔ آخر انہوں نے انتہائی بے چینی و بیتابی کی حالت میں مدینہ کی طرف منہ کیا اور پر درد آواز میں پکار کر: ــــــ

ے
اے دردِ محبت جاگ ذرا میں دور سہی دل دور نہیں
وہ جلوہ دکھانے آئے گا محبوب میرا مجبور نہیں

اور یہی کہتے کہتے ان کی آنکھ لگ گئی اور رحمتِ دو عالم خواب میں تشریف لائے اور فرمانے لگے! ــــــــ

بلالؓ! مدینہ کی نورانی صبح کو چھوڑ کر شام کے اندھیروں میں کب تک بیٹھے رہوگے؟ اتنا فرمایا اور جلوۂ حسنِ مصطفےٰؐ غائب ہو گیا! ــــــــ

عاشقِ دردمند کی آنکھ کھلی تو خواب کا نظارہ آنکھوں میں پھر گیا۔ تڑپ اُٹھے! لیکن منزل دور تھی پر پھر بھی یہ کہتے ہوئے سوئے منزلِ یار قدم بڑھا دیئے کر

اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے

منزل کے لئے دو گام چلوں اور سامنے منزل آجائے

بس پھر کیا تھا! دو ہی قدم چلے تھے کہ مسجدِ نبویؐ کے حسین و جمیل مینار اور گنبدِ خضراء کے گرداگرد چکر لگانے والے کبوتر نظر آگئے ——————!

اور اس طرح حضرت بلالؓ پھر مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں میں تھے۔ سورج طلوع ہوا تو مدینہ کے مسلمانوں میں حضرت بلالؓ کو پھر مدینہ کی گلیوں میں دیکھکر خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف شور اٹھا کہ بلالؓ آگیا۔ نبی کا دیوانہ آگیا اور شمعِ محمدی کا پروانہ آگیا ——————!

اور پھر ربِّ دوجہاں کی طرف سے لئے گئے۔ اس امتحان کو بھی دیکھا جو اس نواسۂ رسولؐ، جگر گوشۂ بتولؓ اور نورِ نگاہِ علیؓ مقبول سے! میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا گیا ——————!

یہ امتحان اپنی نوعیت میں بڑا ہی سخت اور انوکھا تھا۔ اسلئے کہ اسمیں اکیلے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہ تھے بلکہ اس مقدس قافلے میں پردہ دار بیبیاں بھی تھیں۔ معصوم بچے بھی!۔

ان میں عون و محمد کی جاں نثاری بھی تھی اور حضرت قاسم جوانِ رعنا کا سہرا بھی۔ اور اس امتحان میں حضرت علی اکبر کی لاش کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت علی اصغر کا خونِ معصوم بھی۔ اور اس میں بیمار زین العابدینؓ کے پیروں کی بھاری بیڑیاں بھی تھیں اور حضرت زینب و شہر بانو کے جلے ہوئے خیمے بھی تھے۔

اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس میں نازش دین خدا۔ راکب دوش مصطفےٰ! جگر گوشہ حضرت زہرا اور نور نظر علی المرتضےٰ! ۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ کے لہو کی بوندیں بھی شامل تھیں، جن کے چھوڑے ہوئے نشانات آج بھی اور قیامت تک کیلئے ملت اسلامیہ کو ایثار و قربانی۔ صبر و استقلال اور شوق شہادت کے جذبے کی دعوت دیتے رہیں گے ——————

مگر واہ رے میرے آقا حسین۔ تیرے صبر و رضا کے قربان۔ تیری ہمت و جرأت پہ نثار اور تیری سخاوت و شجاعت اور شہادت کے صدقے! ——————

کہ تو نے اپنی آنکھوں سے عون و محمد کی لاشوں کو پامال ہوتے دیکھا۔ حضرت قاسم کے سہرے کو لٹتے دیکھا۔ اکبر کی لاش پر گھوڑے دوڑتے دیکھے۔ حضرت عباس رضہ کے بازوں کو کٹتے دیکھا اور معصوم اصغر کے حلقوم میں تیر ترازو ہوتے دیکھا۔ لیکن تیرے صبر و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔! ——————

اور یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی تو نے دامن تسلیم و رضا کو نہ چھوڑا ——————

پشیمانیٔ آدم علیہ السلام کو دعا سے کھیلتے دیکھا
مسیح و زکریا کو ہر بلا سے کھیلتے دیکھا
صحابہ کو نبیؐ کی ہر بلا سے کھیلتے دیکھا
اور محمدؐ کے نواسوں کو قضا سے کھیلتے دیکھا

اس موضوع پر بھی ایک مستقل کتاب "خاک کربلا" کے نام سے لکھی جا چکی ہے۔ جو جلد ہی قارئین تک پہنچ چکی ہو گی ——————

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھی اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں

کا امتحان لیا! جبکہ بھارتی سامراج نے اپنی پوری قوت وطاقت سے پاکستان کی سرزمین مقدس پر حملہ کر دیا اور یہ حملہ صرف پاکستان پر ہی نہیں تھا بلکہ تمام ہی مسلمان ملکوں پر تھا اور یہ امتحان صرف پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا ہی نہیں تھا! بلکہ دنیا کے ۷۵ کروڑ اسلامیان کا امتحان تھا!

اور اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اسی کے فضل وکرم سے ہی پاکستان کے مسلمانوں نے اپنی پوری ہمت وجرأت اور صبر واستقلال کے ساتھ یہ امتحان دیا ہے اور اپنی جانبازی۔ سرفروشی اور جاں نثاری کے جذبے کے ساتھ دشمن کے ناپاک، ارادوں کو خاک میں ملا کر امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

اور پھر تمام اسلامی ملکوں نے پاکستان کی جس خلوص کے ساتھ مدد کی ہے اور وہ جس اسلامی جذبے سے میدان میں اتر آئے ہیں۔ اس نے دنیائے کفر پر یہ واضح کر دیا ہے کہ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

اور جہاں پاکستان کا بچہ بچہ اس امتحان میں مبتلاء تھا۔ وہاں ہمارے، صنعت کار، کارخانہ دار۔ اور دوکاندار بھی تھے! ان کا امتحان یہ تھا کہ ملک کے نازک حالات کے پیش نظر ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں، ضروریات زندگی کی اشیاء کی قیمتیں نہ بڑھائیں۔ سو وہ بھی اس امتحان میں پوری طرح کامیاب رہے حالانکہ دوران جنگ ایسا ہونا لازمی امر ہوتا ہے۔ مگر آفرین ہے انپر کہ انہوں نے اپنے ایثار کی وجہ سے عوام کو جنگ کے لازمی اثرات ان کو محسوس نہ ہونے دیئے، حالانکہ دوسری طرف ہندوستان کے عوام روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترس رہے ہیں اور ان کو بازار سے زندگی کی ضروریات میسر نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اللہ کی راہ میں جان دینی۔ اسلام کے راستے میں قربان ہونا اور دین کیلئے شہادت پانی عشق کی آخری منزل ہے! اور اس منزل پر وہی مسلمان گامزن ہوتا ہے جس کے دل میں اسلام کی سچی تڑپ ۔ دین کا حقیقی درد۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ملک وملت سے پیار ہوتا ہے! اور شہادت کا درجہ پا سکتا ہے۔

قربان ہونے کا رتبہ اور جان دینے کا اعزاز مسلمانوں کے لئے رضائے الٰہی اور بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو جانے کا اعزاز ہے! اور یہ اعزاز دنیا میں کسی اور مذہب میں نہیں ہے! اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیروکار کا اس اعزاز پر فائز ہونا تو در کنار، شہادت اور شہید کا لفظ ہی کسی دوسرے مذہب کی کتابوں میں موجود نہیں ہے ۔

میدانِ جنگ میں قتل ہونے والے دنیا کے تمام مذاہب کی نظروں میں مرجاتے ہیں۔ مٹ جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔

مگر اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول علیہ السلام کے نزدیک میدانِ جہاد میں قتل ہونے والے مسلمان حیاتِ ابدی پا جاتے ہیں اور انکو دائمی بقا رکھ

کا سرٹیفکیٹ حاصل ہوجاتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اسلئے قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے مقامات و درجات کو پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کردیا ہے تاکہ مسلمان حیات وممات۔ فنا وبقاء اور وجود وعدم کے فلسفے کو اسلامی نقطۂ نظر اور دین ومذہب کی تشریحات میں ڈھال کر دین ومذہب۔ نبوّت اور رسالت اور ملک وملّت کی آبرو کی پاسبانی کرسکیں اور انہیں معلوم ہوجائے کہ میدانِ جہاد میں لڑنے کا مقصد ملک گیری کی ہوس مالِ غنیمت کی تمنّا اور قتل وغارت گری کی وحشیانہ آرزو نہیں ہے بلکہ شہادت کا رتبہ پاکر اس بلند مقام اور پاکیزہ اعزاز کو حاصل کرنا ہے۔ جس کا اعلان خداوند تعالیٰ نے اور اس کے محبوب پاکؐ نے فرمایا۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

پارہ ۲۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ۔

"اے ایمان والو جو اللہ کی راہ میں مارا جائے تم اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں ہے۔"

پھر فرمایا ہے:۔

پارہ ۴۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۷۰

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ۔

اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم ان پر مردہ ہونے کا گمان

تک بھی نہ کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی دیجاتی ہے اور شہادت پانے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ ان کو عطا کیا ہے۔ وہ اس سے خوش ہیں۔"

اور آگے فرمایا ہے:۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

کہ ان کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ ہی کوئی حزن و ملال"

نزہت المجالس جلد اوّل صـ ۱۹۵

کہ۔ ان کو تاجدار کون و مکان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ اقدس میں مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے گئی تو اس ملک کے بادشاہ نے ان کو پکڑ لیا اور اسلام چھوڑ کر ان کو اپنے دین میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ لیکن ان مسلمانوں نے اسلام نہ چھوڑا، تو اس ظالم کافر بادشاہ نے ایک مسلمان کے سوا سبکو شہید کرا دیا۔ اور پھر اس اکیلے مسلمان کو مال و دولت، کا لالچ دے کر اسلام چھوڑ دینے پر مجبور کیا۔

مگر اس مسلمان کی طرف سے ہمیشہ جواب انکار کی صورت میں دیا گیا۔ اور پھر اس ظالم بادشاہ نے اس مسلمان کو ایک انتہائی حسین و جمیل نوجوان لڑکی کے ساتھ ایک مکان میں بند کر دیا اور اس ماہ وش کو بھی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مسلمان کو اپنی طرف مائل کرنے کی بھرپور کوشش کرے تاکہ یہ مسلمان اس عورت کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس پری چہرہ کے لئے اپنے مذہب اسلام سے دست بردار ہو جائے۔

مگر وہ بادشاہ نہیں جانتا تھا کہ حُسنِ ازلی کا نظارہ کرنے والے، دنیا کے عارضی حسن کو نہیں دیکھا کرتے۔ اور اس مقید و مجبور مسلمان نے بجائے عورت کی طرف دیکھنے کے

قرآن پاک کی سورۂ فتح کی تلاوت کرنی شروع کر دی اور جب اس مقام پر پہنچا "محمد رسول اللہ" ——— تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم — کا پیارا نام

سن کر ——— بَكَتِ الْجَارِيَةُ ——— وہ خاتون رونے لگی! ———

وَاَسْلَمَتْ – اور مسلمان ہو گئی! ———

اور مسلمان قیدی سے کہنے لگی اب ہم یہاں سے فوراً نکل چلیں تاکہ میں بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ دیکھ سکوں ——— اور اب تم پر بھی یہ فرض ہو گیا ہے کہ مسلمان خاتون کی حفاظت کرو! ———

دروازے بند تھے اور تالے لگے ہوئے تھے۔ مگر جونہی انہوں نے دروازے کی طرف قدم بڑھایا تو تالے ٹوٹ گئے اور دروازے کھل گئے اور دونوں نکل کھڑے ہوئے۔ جب وہ کافی دور نکل گئے اور صبح نمودار ہو گئی۔ انہوں نے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ یہ دونوں ٹھہر گئے اور وہ گھبرائے ہوئے اسی خیال میں غرق کہ دشمن آپہنچا ہے اور وہ پیدل ہیں ———

جب وہ گھوڑے ان کے قریب آئے تو مسلمان نے دیکھا کہ یہ تو اس کے شہید ہونے والے ساتھی ہیں جن کو بادشاہ نے اس مسلمان کے سامنے شہید کروا دیا تھا۔

فَاِذَا هُمْ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فَقَالُوْا نَحْنُ اَصْحَابُكَ الشُّهَدَاءُ

اور انہوں نے کہا کہ تیرے ساتھی ہیں ہم شہید ہونے والے"

اور یہ واقعہ ان کے شہید ہونے کے چالیس روز بعد ہوا۔ انہوں نے ان کو بھی ایک گھوڑا دیدیا۔ کیونکہ انہوں نے سوچا ہوگا کہ اب یہ تو واپس جا رہے ہیں کیوں ناں ہم بھی ان کے ساتھ اکٹھے چلیں ———

قرآن پاک کے واضح ارشادات اور اس ایمان افروز حکایت کے بعد شہیدوں کے زندہ ہونے اور اپنی اپنی قبروں میں رزق پانے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا ـــــ

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اسلام کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا (مختلف الفاظ کے ساتھ ترمذی شریف جلد اول صـ ۲۰۲ - مشکوٰۃ شریف صـ ۳۳۴ - ابن ماجہ شریف صـ ۲۰۰ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

اَلشَّهِيْدُ لَا يَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ اَلَمَ الْقَرْصَةِ ـــــ

کہ میدان جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو کافر کی تلوار (یا کسی اور قسم کے آلات حرب) کا صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا کسی بدن پر چٹکی بھرنے سے ـــــ

نبی کریم علیہ السلام کی اس حدیث پاک پر غور کرو کہ جہاد کے علاوہ اگر کوئی اور قسم کی لڑائی ہو تو دشمن کے آلات حرب و ضرب کی تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی درد! یہ مرد مومن کی کرامت ہو یا مصطفےٰ کا اعجاز، بہر حال یہ ایک حقیقت ہے - اور روشن حقیقت کی وضاحت کے لیے قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کیا جائے ـــــ

تو فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو جب مصر کی عورتوں نے دیکھا تو قرآن کریم کہتا ہے:ـــــ

وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ـــــ

کہ "انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں پاک ہے اللہ کی یہ بشر نہیں ہے بلکہ کوئی مکرم فرشتہ ہے!"

قرآن پاک کی آیت میں جلوہ حسن یوسف علیہ السلام دیکھ کر مصر کی عورتوں کا ہاتھ کاٹ

لیلیٰ تو ثابت ہے لیکن اس کی طرف ذرہ سا اشارہ بھی نہیں ہے ——————

کہ انہوں نے کوئی درد محسوس کیا ہو! بلکہ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ کٹے،
اسی کی تعریف کر رہی ہیں کہ یہ بشر نہیں ہے۔ بلکہ فرشتہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے
کہ ان کو ہاتھ کٹنے کا درد اور کوئی تکلیف کیوں نہ ہوئی تو صرف اسلئے کہ حضرت یوسف
علیہ السلام کا حسن و جمال ان کے سامنے تھا ——————

اور وہ ان جلوؤں میں اس قدر محو ہو گئیں تھیں کہ ان کو اپنے ہاتھ کٹ جانے
کا علم تک نہیں ہوا ——————

تو میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو بھی کافر کے آلاتِ حرب
ضرب کا درد اس لیے نہیں ہوتا کہ حُسنِ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہوتا
ہے۔ اور وہ اپنے نبیؐ کے نورانی جلوؤں میں اتنے گم ہو جاتے ہیں۔ کہ ان کو کافر
کی تلواروں۔ توپوں اور زخموں کا احساس تک نہیں ہوتا ——————

ہمارے دروازے پر فقیر آجائے تو ہم پیسہ بھی مشکل سے دیتے ہیں لیکن نبیؐ کے
حکم پر اپنی جانیں قربان کر دینا دیدارِ مصطفےٰ کے لیے نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

اور پھر جبکہ جہادِ پاکستان میں ہر محاذ پر اپنی اُمت کے غمخوار اور اپنے غلاموں
کے مددگار شہنشاہِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بمعہ اپنے یاروں
کے تشریف لانا دیکھا گیا ہے ——————

اور پھر اس زندہ حقیقت کے لئے ہسپتالوں میں آنے والے زخمی مجاہدینِ
اسلام کو دیکھا جا سکتا ہے اور دیکھنے والے احباب کرام جن میں اعجاز حسین بٹالوی
پیش پیش ہیں۔ کہتے ہیں! ——————

کہ میں نے خود ہسپتالوں میں جا کر زخمیوں کو دیکھا جو دردناک حالت میں ہونے کے

باوجود بھی درد کو محسوس نہیں کرتے تھے ۔ اور ان کے جسموں پر سینکڑوں زخم تھے۔
اور ان کی ایک ایک نس مجروح ہو چکی تھی لیکن پھر بھی کسی قسم کے درد و کرب کی بجائے
ان کے چہرے دمک رہے تھے اور لبوں پر لافانی مسکراہٹ اور صبر و سکون کے ساتھ
اپنے بستروں پر لیٹے جلد اچھا ہو کر میدانِ جنگ میں جانے کے لیے بیتاب تھے۔
اور پھر ایران کی نرسوں کے ان بیانوں کو بھی پڑھا جائے جو انہوں اپنے وطن
لوٹتے وقت دیئے ہیں تو وہ کملی والے آقا علیہ السلام کی پاک زبان سے نکلے ہوئے
الفاظ کو ایک لازوال حقیقت بنا دیتے ہیں ۔ ——————
روزنامہ مشرق لاہور - ۲۴ اکتوبر ۶۵ء ——————
"خانم درخشندہ کہتی ہیں —— کہ میں نے دیکھا کہ زخمی مجاہدین راتوں کو درد
سے کراہنے کی بجائے یا علیؑ کے نعرے لگاتے تھے اور مجھ میں رشک کا مادہ پیدا ہو
جاتا تھا اور میں چاہتی تھی کہ کس طرح محاذِ جنگ پر جا کر ان کی جرأت و شجاعت کے
کارنامے اپنی آنکھوں سے دیکھوں ۔ اور میں تہران کے ہوائی اڈے پر اترتے ہی
ہر شخص سے کہوں گی کہ میں مبارک باد دو کیونکہ ہم بہادر غازیوں کے عظیم ملک سے آئی ہیں۔
خانم فروغ اقبال غنی —— کہتی ہیں کہ جس حالت میں مجاہدین کو ملٹری
ہسپتالوں میں لایا جاتا وہ واقعی قابلِ رحم ہوتی تھی لیکن ہم سب اس بات پر حیران تھے
کہ کوئی زخمی بھی زبان سے اُف تک نہیں کرتا تھا ۔ اور ہر مجاہد کی خواہش یہ ہوتی
تھی کہ وہ جلد از جلد ٹھیک ہو اور میدانِ جنگ میں دوبارہ جا کر دشمن سے ٹکرائے۔
خانم رسول زادہ —— نے کہا کہ ایک مجاہد کو ہسپتال لایا گیا تو اس کی
حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے ! ——————
مجھے روتے دیکھ کر مجاہد غصے میں بھر گیا ۔ اور اس نے کہا کہ میرے زخمی ہونے پر

کسی کو رونے کا کوئی حق نہیں ہے!

اس لئے کہ میں نے یہ قربانی اپنے ملک کی خاطر دی ہے اور غازی بن گیا ہوں اور غازی بننا ہی میری فتح ہے اور فتح پر آنسو بہانا بہت بری بات ہے۔

ان حقائق کے پیش نظر کسی مسلمان کو یہ تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے کہ فرمان مصطفےٰ علیہ السلام کے مطابق میدان جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو کافر کے آلات حرب کا درد نہیں۔ اس لئے کہ اپنی امت کا غم خوار نبی میدان جہاد میں مجاہدوں کے سروں پر خود اپنی رحمت کا سایہ لئے موجود ہوتا ہے۔

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۹

حضرت معدی بن کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شہید ہونے والے کے لئے چھ فضائل و خصائل ایسے ہیں کہ کسی دوسرے کیلئے نہیں ہیں:

يُغْفَرُ لَهُ فِي اَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ وَيُوْضَعُ لَهُ عَلٰى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ اَلْيَاقُوْتَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَيُزَوَّجُ اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِيْنَ مِنْ اَقَارِبِهٖ ــــــ کہ

کہ "شہید کو پہلی ضرب یا خون کے پہلے قطرے بہہ کے گرنے پر بخش دیا جاتا ہے اور اسکو جنت میں رہنے کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے سر پر دنیا کی ہر چیز سے بڑھکر ایک یاقوت کا تاج شہید کے سر پر رکھا جاتا ہے اور جنت کی بہتر حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی۔ اور شہید قیامت کے دن اپنے خاندان کے ۷۰ گنہگاروں کی شفاعت بھی کرے گا جو قبول ہو گی۔"

اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ـــــــــ

لَیْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ یَسُرُّہٗ اَنْ یَّرْجِعَ الدُّنْیَا اِلَّا الشَّہِیْدُ۔

کہ۔ " جنت والوں میں سے واپس دنیا میں آنے کو شہید کے سوا کوئی بھی پسند نہیں کرے گا ـــــــ اور یہ اس لیے کہ شہید خدا تعالے سے کہیں گے ـــ کہ ہمارے رب تیرے فضل و کرم سے یہاں پر ہر قسم کی نعمتیں میسر ہیں، لیکن وہ لذت جو تیری راہ میں شہید ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے، وہ یہاں میں میسر نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ ہم وہ لذت دوبارہ ایک بار پھر چکھ سکیں۔ ایک بار نہیں، دس بار۔"

(ترمذی شریف)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

○

اللہ کے شیر

آئینِ جواں مرداں حق گوئی بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

○

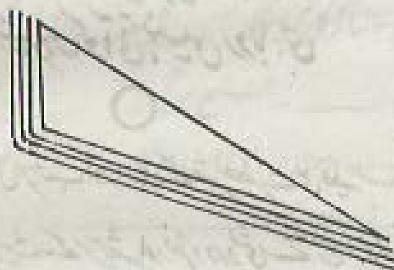
چھ ستمبر ۶۵ء کی رات پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ایک امتحان و آزمائش کی رات تھی۔ جبکہ مسلمان امن و امان اور ہندوستان کے مضبوط مورچے چوڑیاں کی فتح کی خوشی اپنے پہلوؤں میں لئے اور سحری عوام اس وحشت و بربریت کے تصوّر سے بے خبر جوان پر آنے والی تھی، آرام سے سو رہے تھے کہ

بھارتی سامراج کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک وحشیانہ حملہ کر کے ہم پر جنگ مسلط کر دی، جو کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے جہاد تھا۔

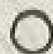
مکار و عیار دشمن لاہور کو چند گھنٹوں اور پورے پاکستان کو صرف ۲۰ گھنٹوں میں فتح کر لینے کے ناپاک ارادے سے حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن بہادر مسلح افواج اور حوصلہ مند پاکستانی عوام نے جس عزم و استقلال اور ہمت و جرأت سے اس بھرپور حملے کا مقابلہ کر کے ہندوستان کے تمام ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیئے ———

اور ملک و ملت کی آزادی و وقار اور دینِ اسلام کی عظمت و حشمت کو قائم رکھا ہے

اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی اسکو فراموش نہ کرسکیں گی اور تاریخ کے صفحات پر یہ باب سنہری حروف سے لکھا جائے گا! اور ہماری بری، بحری اور فضائی افواج کے جانباز غازیوں سرفروش مجاھدوں اور اللہ کے شیروں کے جنگی کارنامے رہتی دنیا تک زبان زدِ عام رہیں گے جنہوں نے سر بکف اور کفن بدوش ہوکر کفر کے سامنے ڈٹ کر، انتہائی بے سروسامانی کے باوجود ہر محاذ پر دشمن کو ذلت آمیز شکست اور عبرتناک سزا دی ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط



اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی



فاتح خیبر۔ قاتل مرحب اور اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام جہاں علم و حکمت کے دروازہ اور حق و ہدایت کے سرچشمہ اور فقر و درویشی کے منبع و مرکز تھے، وہاں شجاعت و بہادری کے کوہ گراں اور جرأت و قوت کی چٹان تھے!۔۔۔۔۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کی ابتدائی زندگی سے لے کر اپنی زندگی کے آخری ایام تک کفر کی ہر جنگ۔۔۔۔ حق و باطل کے ہر معرکہ۔۔۔۔ اور۔ نیکی و بدی کی ہر لڑائی اور جہاد اسلام کے ہر میدان میں ان کی ذوالفقار حیدری کفر و باطل کی گردنیں کاٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔۔۔۔!

بخاری شریف۔ جلد ۱ صـ ۵۲۵، مسلم شریف جلد ۲ صـ ۲۷۹

ترمذی شریف۔ جلد ۲ صـ ۲۱۴، مشکوٰۃ شریف صـ ۵۶۳

احادیثِ نبوی کے علاوہ سیرت و میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد کتابوں میں

جنگِ خیبر کی لڑائی اور اسلام و کفر کے اس معرکہ کا ذکر پوری شرح و بسط سے کیا گیا ہے!
اسلام کا لشکر کئی صحابہ کرام کی قیادت میں خیبر پر حملہ آور ہوا لیکن کوئی بھی فتح
سے ہمکنار نہ ہو سکا! ——————
آخر ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے نکلا ——
لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا یَّفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ
کہ کل میں اسلام کا جھنڈا اسے عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ اسلام
کو فتح عطا کرے گا!"

—— بے ادب و گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے
اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا —— مگر غیب دان نبی پاک علیہ السلام نے فرما دیا کہ
کل —— فتح ہوگی!
اور —— وہ مردِ مومن ایسا ہوگا —— کہ وہ اللہ اور اس کے رسول
سے محبت کرنے والا ہوگا ——————
اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے!
زبانِ نبوت سے فتح کی بشارت سنکر ہر صحابیِ رسول کی تمنا ہے کہ جھنڈا مجھے
عطا ہو ——————
لیکن —— ارشاد ہوا۔
اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ؟ ——————
کہ علیؓ —— کہاں ہے؟ ——————
جواب ملا —— آنکھیں دکھتی ہیں!
حکم ہوا —— انہیں بلائیں!

علی علیہ السلام ــــــــ حاضر ہوئے !

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــ آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا ۔

حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں ! ــــــــ

پھر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا جھنڈا عطا فرمایا ــــ اور اپنی زرہ انہیں پہنائی اور اپنے دستِ مبارک سے ذوالفقارِ حیدری عطا کی ۔

بس ــ پھر اللہ کا شیر اسلام کے جاں نثار مجاہدوں کا لشکر لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوا ــــــــ

دل میں عشقِ رسولؐ ــــ نگاہوں میں حسنِ محبوبؐ کے جلوے اور ہاتھوں میں اسلام کا پرچم ! ــــــــ

خیبر کی سرزمین پر جب اسلام کا جھنڈا لہرایا ــــ تو قلعۂ قاموس کے حفاظتی دستے نے حیرت و تعجب کی نظروں سے اسلامی پرچم کو دیکھا ــــ

اللہ کے شیر حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے پہلے خیبر والوں کو دعوتِ اسلام دی لیکن وہ اس پاکیزہ و نفیس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے میدانِ کارزار میں اُتر آئے ۔

خیبر کے قلعہ قموص کے دو ہی محافظ تھے ــــ حارث اور مرحب جو حفاظتی دستے کے سربراہ تھے ــــــــ

پہلے حارث تین من وزنی نیزہ لے کر وحشی درندوں کی طرح دھاڑتا ہوا اور دو دھاری تلوار تھام کر میدان میں اُترا ــــــــ

اور اُس نے آتے ہی کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا ! ــــــــ

اور پھر ــــ اللہ کے شیر اپنی سواری دُلدُل کو ہوا میں اڑاتے ہوئے حارث یہودی پہلوان کے سر پر آپہنچے اور شمشیرِ حیدری چمکی اور تڑپ کر حارث کے سر پر گری

اور اس کا کلیجہ چاٹتی ہوئی اسکو دو ٹکڑے کر گئی! ——————

مدارج النبوت اردو۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۱۳۔

اپنے بھائی کا یہ حشر دیکھ اس کا انتقام لینے کے لیئے مرحب پہلوان جو اس وقت یہودیوں میں سب سے بہادر، شجاع اور آزمودہ کار جنگ جو اور سب سے طاقتور اور کفر کی دنیا کا سب سے بڑا پہلوان تھا، دو زرہ پہن کر ایک من وزنی خود اور ہاتھوں میں کئی من وزنی گرز لیئے ہوئے میدان جنگ میں نکلا ——————

اور یہ رجز پڑھتا ہوا — اچھلتا اور کودتا ہوا — اللہ کے شیر سے مقابلہ کرنے کے لیئے سامنے آیا ——————

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ إِنِّي مَرْحَبُ

وَشَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

کہ آج خیبر کی زمین جان لے کہ میں مرحب ہوں اور میں سامان جنگ کے بغیر بھی جنگ کر سکتا ہوں! ——————

اللہ کے شیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم نے یہ رجز پڑھا اور ایک تند و تیز طوفان کی طرح معرکۂ حق و باطل میں کود پڑے! ——————

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَةْ

ضِرْغَامُ — آجَامٍ وَلَيْثٌ قَسْوَرَةْ

کہ — میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہوا ہے —— اور — میں ضرغام — اجام اور قسورہ ہوں —— یہ تینوں الفاظ شیر کے ہی ہم معنی ہیں —

بس پھر دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں — ایک اسلام کو شانے اور دوسرا اس کو

کہ ـــــ یہ کام میرے بدنِ جسمانی کی قوت نے ہرگز نہیں کیا ـــــ بلکہ اللہ کریم کی عطا کردہ روحانی قوت نے کیا ہے۔ ! ـــــــــ

مدارج النبوت اردو صہ ۴۱۶ حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ۔ فتح خیبر کے بعد جب اللہ کے شیر واپس دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی آغوش پاک میں لے لیا۔ پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا ! ـــــــــ

قَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَرَضِیْتُ عَنْکَ ـــــ کہ

بیشک ان سے راضی ہوا اللہ، اور میں بھی تجھ سے راضی ہوا !

تاریخ الخلفاء صہ ۱۱۸ ـــ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

ریاض النضرۃ جلد ۲ صہ ۲۴۷ ابی جعفر احمد الشہید المحب الطبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اَنَّ عَلِیًّا حَمَلَ الْبَابَ یَوْمَ خَیْبَرَ وَبَعْدَ ذٰلِکَ لَمْ یَحْمِلْہُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا ـــــــــ کہ

اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام نے خیبر کے قلعہ قاموس کے جس دروازہ کو اٹھایا تھا ـــ بعد میں اسی دروازہ کو چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے !

علامہ اقبال مرحوم ؒ ـــــــــ

تیری خاک میں ہے شرر اگر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

جبلِ اُحد کے دامن میں اسلام و کفر کی جنگ اور حق و باطل کی لڑائی جو امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں لڑی گئی اس میں اللہ کے شیر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قوتِ عملی کا مظاہرہ کیا اور جس جرأت

سے اپنی ذوالفقار حیدری کی کاٹ مکّہ مکرّمہ کے بہادروں کو دکھائی وہ اسلام کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے! ——————

یہی وہ جنگ ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے ——————

اور یہی وہ لڑائی ہے جس میں خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھویا اور اللہ کے شیر کرم اللہ وجہہٗ پانی ڈال رہے تھے اور پھر خاتونِ جنت نے اپنی چادر پھاڑ کر زخموں پر باندھی اور اسے جلا کر اس کی راکھ کو زخموں میں بھر دیا اور والیِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس خون پر ڈالی ——————

اور —— یہ حق و باطل کا وہی معرکہ ہے جس میں حضرت جبریل ومیکائیل بھی لڑتے ہوئے دیکھے گئے اور جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے! ——————

جیسا کہ بخاری شریف جلد دوم ص ۵۸۲ باب قتل حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور مسلم شریف جلد دوم ص ۱۷۱۔ غزوہ اُحد! ——————

فَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُہٗ وَعَلِیٌّ یَسْکُبُ الْمَاءَ ——بِالْمِجَنِّ

فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ اَنَّ الْمَاءَ —— لَا یَزِیْدُ الدَّمَ اِلَّا کَثْرَةً

اَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِیْرٍ —— (دوپٹہ)

فَاَحْرَقَتْهَا ——————

وَکُسِرَتْ رَبَاعِیَتُہٗ یَوْمَئِذٍ وَجُرِحَ وَجْھُہٗ وَکُسِرَتْ

الْبَيْضَة ـــــــ سر کو ڈھانپنے والا چھوٹا سا خود ـــــ بھی ٹوٹ گیا!

دندانِ مبارک شہید ہو گئے اور چہرۂ انور بھی زخمی ہو گیا! ـــــــ

حالانکہ میدانِ جنگ میں جاں نثاروں اور سرفروش مجاہدوں کے علاوہ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کے لیے دائیں بائیں حضرت جبریل و حضرت میکائیل علیہم السلام بھی لڑ رہے تھے! ـــــــ

جیسا کہ ـــــ صحیح مسلم شریف جلد دوم صـ ۲۵۲ ـ ـــــ عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ رَأَيْتُ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِهِ يَوْمَ اُحُدٍ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيَاضٌ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ـ

یعنی جبریل و میکائیل علیہم السلام: حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ جنگِ اُحد کے دن میں نے دو آدمیوں کو پوری جوانمردی سے اور بہت ہی سختی سے لڑتے ہوئے دیکھا وہ سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے اور میں نے انہیں نہ ہی پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں ـــــــ

اور وہ دونوں کون تھے؟ ـــــــ

حضرت جبریل اور میکائیل علیہم السلام! ـــــــ

اور پھر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں ـــــــ

جیسا کہ مشکوٰۃ شریف صـ ۲۴۰ میں، بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے ـ کہ ـــــــ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ـــــ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ ـ کہ ـــــــ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو فرمایا۔

کہ یہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں!

اور — یہ جنگ اسی اُحد پہاڑ کے دامن میں لڑی جا رہی تھی۔

سوال :- جب میدان اُحد میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سات سو کے قریب جانباز و سرفروش، بہادر مجاہد بھی موجود ہوں اور اُحد پہاڑ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی کرتا ہو — اور حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام بذات خود انسانی رُوپ و لباس میں مجاہدین اسلام کے ساتھ شانہ بشانہ لڑیں تو مسلمانوں کو پہلے شکست کیوں ہوئی؟ ——

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی کیوں ہوا —؟

اور آپؐ کے دندانِ مبارک شہید کیوں ہوئے؟

جواب :- سید صاحبزادہ سید افتخار الحسن! ——

۱۱- کہ — جب جنگِ اُحد کی تیاری کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک مجلسِ مشاورت میں فیصلہ کیا تھا کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر لڑی جائے تو اچھا ہے! ——

مگر گرم خون والے نوجوانوں نے اپنی بہادری، شجاعت اور جوانمردی پر ناز کرتے ہوئے کہا کہ — نہیں! ——

جنگ مدینہ سے باہر کھلے میدان میں لڑی جائے گی! ——

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پیش پیش تھے! ——

۱۲— رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ دے کر فرمایا تھا کہ اُحد پہاڑ میں جو درہ ہے اس کی حفاظت

ہر صورت میں کرنی ہے اس کو کسی صورت میں بھی خالی نہیں چھوڑنا خواہ صورتحال کیسی بھی پیدا ہو جائے تاکہ دشمن اس راستے سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور اگر کسی بھی وقت اس طرف سے حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو یہ تیر انداز دشمن کو روکے رکھیں ______

مگر وہ بھی ایسا نہ کر سکے اور فتح کے بعد، مالِ غنیمت لوٹنے کے لئے درہ کی حفاظت چھوڑ کر نیچے میدان میں اتر آئے ______

ان کے دل سے یہ خیال محو ہو گیا کہ اِن تیر اندازوں کو درہ کی حفاظت کے لئے کتنی سخت تاکید حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کہ صورتِ حال چاہے کیسی بھی ہو تم یہ درہ ہرگز خالی چھوڑنا ______

اور پھر نگاہِ نبوت جو کچھ آئندہ ہونے والا تھا اسے بھی دیکھ رہی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خطرہ نظر آ رہا تھا وہی بہر حال ہو کر رہا۔

ادھر دشمن بھی تاک میں تھا۔ جبکہ وہ تقریباً شکست کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی اس درّے کو خالی پایا اور مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے میں لگ گئے ______

تو خالد بن ولید نے بھاگتے ہوئے پلٹ کر اسی درہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور فتح کو شکست میں بدل دیا ______

تو مسلمانوں کو بطور انتباہ بتایا گیا کہ میرے محبوب علیہ السلام کا ہر فیصلہ، میرا فیصلہ ہوتا ہے اور ان کا ہر حکم میری رضا پر مبنی ہوتا ہے ______

اور تم نے میرے رسول علیہ السلام کے دونوں فیصلوں سے روگردانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہاری فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے آقائے دو جہاں کا چہرۂ اقدس بھی زخمی ہوا ______

خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ اقدس پر مسلمانوں کی ان کمزوریوں اور

اور کوتاہیوں کے افسوسناک آثار نمایاں ہوئے اور آپ کے قلب اطہر پر گراں گزرا تو فوراً
اللہ کریم نے اپنے محبوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس غم کو مٹانے اور ملال کو دور کرنے
کے لئے فرمایا ———

وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْهُمْ ——— کہ

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ انہیں بخش دیا ہے اور ان کی لغزش
کے ورق پر لطف و کرم کا قلم پھیر دیا ہے! ———

قارئین کرام! ———

بات دور نکل گئی ہے ——— معاف رکھنا! ——— ذکر تو اسد اللہ الغالب ——— اللہ
کے شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہو رہا تھا اور بات جنگ اُحد کے حالات
تک جا پہنچی ———

مدارج النبوت اردو ص ۲۰۰ تا ص۲۱۵ تک ——— میدان اُحد میں
اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السّلام کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے، شیخ عبدالحق محدث
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ———

"جنگ اُحد میں شیرِ خُدا طلحہ بن طلحہ کے مقابلہ میں آئے جو لشکر کفار کا
علمبردار تھا اور مشرکین مکہ کی فوج کا سب سے زیادہ تجربہ کار اور آزمودہ جنگجو
سپاہی تھا۔ طلحہ نے اپنی تلوار کو ہوا میں لہرایا اور یا ہُبل و عُزّیٰ کا نعرہ
لگاتا ہُوا، اللہ کے شیر پر حملہ آور ہُوا! ———

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے حملہ کو یا علی نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے اپنی شمشیر
حیدری پر روکا ———

پھر تلوار سے تلوار ٹکرائی ——— اور ———

اللہ کے شیر نے یا اللہ و یا رسول اللہ کے فلک شگاف نعرہ سے اُحد پہاڑ کی گھاٹیوں کو لرزا کر رکھدیا ــــــــــ

اور پھر ذوالفقارِ حیدری اٹھی - چمکی اور دشمن کے سر پر قہرِ خداوندی بن کر گری۔ طلحہ نے اپنی ڈھال پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کو روکنے کی بھرپور کوشش کی مگر ذوالفقار حیدری ڈھال سے اچٹتی ہوئی اس کے سر پر پڑی جو اس کافر کا دل و دماغ چاٹتی ہوئی اس کے جسم کے دو ٹکڑے کرتی نکل گئی ــــــــــ

اور پھر جب لشکرِ کفار کے ۵۰ جوانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوفناک انداز میں جان لیوا طریقہ سے حملہ کیا ــــــ تو فرمایا!

علیؓ اس خوفناک گروہ کو روکو! ان کا ارادہ مجھے خطرناک معلوم ہوتا ہے -

اور پھر حضرت علیؓ ــــــ یعنی اسداللہ الغالب، اللہ کے شیر نے چاروں طرف اپنی شمشیرِ براں کو پھیرا - بانگ چلائی - پینترا بدلا اور فنِ حرب کا کمال دکھایا اور شجاعت و جواں مردی کے ایسے جوہر دکھائے کہ رحمتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام کے طور پر ارشاد فرمایا! ــــــــــ

اِنَّهٗ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْهُ ــــــــــ

کہ میں علی میں سے ہوں اور علی مجھ سے ہے! ــــــــــ

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی ــــــــــ

وَاَنَا مِنْكُمَا ــــــ کہ میں تم دونوں کا ہوں! ــــــ

عرشِ الٰہی سے ایک آواز اٹھی جو آسمانوں کی فضاؤں کو چیرتی ہوئی میدان اُحد تک پہنچی ــــــــــ

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ ــــ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارُ ــــــــــ

ک۔ دنیا میں کوئی جوان — کوئی بہادر اور کوئی جاں نثار نہیں مگر سوائے علیؓ کے

اور دنیا میں کوئی تلوار نہیں، کوئی شمشیر نہیں اور کوئی تیغ نہیں مگر —— ذوالفقار کے۔

یہ آواز سُنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——

علیؓ —— جانتے ہو — یہ کس کی آواز ہے؟ ——

عرض کیا —— نہیں! ——

فرمایا —— جنت کے دربان کی آواز تھی

صد ۲۱۲ — اللہ کے شیر نے فرمایا کہ اُحد کی جنگ میں لشکرِ کفار کے سولہ[19] سپاہیوں

نے مجھ پر زہر آلود تلواروں کے وار کئے ——

جن میں سے میں نے ۱۲ مہلک وار روک لئے اور چار میں گرتا رہا۔ لیکن

ایک حسین وجمیل شخص میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھاتا رہا ——

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! ——

علیؓ پہچانتے ہو —— وہ کون تھا؟ ——

عرض کیا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کی شکل وصورت دحیہ کلبی سے ملتی جلتی ہے۔

فرمایا —— ہاں! ——

وہ جبریل علیہ السلام تھے جو دحیہ کلبی کی صورت میں آئے تھے ——

شجاعت وجوانمردی اور قوت وطاقت کا یہ عالم کہ عرب کے بڑے بڑے بہادر

کا حوصلہ علیؓ کا نام سن کر پست ہو جاتا تھا ——

اور انسانیت وشرافت اور تحمل اور بردباری کا یہ کمال کہ کسی مدِ مقابل کا پردہ

اگر میدانِ کارزار میں کھل جاتا تو اسے ہرگز قتل نہ کرتے! ——

یوں تو —— زمانہ نبوی میں — اسلام وکفر کی کوئی جنگ اور شرک وتوحید کی کوئی

مگر ایسی نہیں جس میں اللہ کے شیر علی علیہ السلام نے اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر نہ دکھائے ہوں ——————

یہاں تک کہ بدر کے معرکے سے لے کر فتح مکہ تک ان کی ذوالفقار حیدری اور تیغ براں کفار و مشرکین کی گردنیں کاٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ——

مگر —— غزوۂ خندق میں انہوں نے جس جواں مردی۔ شجاعت اور بہادری کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا، اس پر زمین والے ہی نہیں، آسمان کے فرشتے بھی تحسین و آفرین کے پھول قیامت تک برساتے رہیں گے! ——————

کفر —— تیئس ہزار آزمودہ کار لڑاکے جوان لے کر پوری، قوت اور طاقت کے ساتھ خندق کے میدان میں اسلام کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کیلئے آیا تھا اور اس لشکر میں کفر کی دنیا کا ایک مشہور شہسوار عمرو بن وُدّ بھی شامل تھا۔ جو کہ اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا ——————

حضراتِ محترم ! ——————

یہی وہ جنگ ہے کہ جس میں لشکرِ کفار کے رعب و دبدبہ کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل دہل گئے تھے ——————

اِدھر مسلمانوں کے دل خوف سے لرز رہے تھے اور اُدھر ابنِ وُدّ نے اپنے تیز رفتار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور خندق کو پار کر کے لشکرِ اسلام کے عین سامنے آگیا۔ اور آتے ہی للکارا ——————

هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ! کہ ہے کوئی مسلمان جو میرا مقابلہ کرے!

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو کے غرور و تکبر کو دیکھا تو لشکرِ اسلام کی طرف نگاہ دوڑائی —— تمام دم بخود تھے! ——

اس نے دوبارہ مبارزت کے لئے آواز دی!

کوئی ہے مسلمانوں میں سے جو میرے ساتھ مقابلہ کرے؟

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مسلمانوں کی کیفیت کا اندازہ کیا۔

چاروں طرف خاموشی مسلط تھی اور سکوت طاری تھا!

عمرو نے تیسری بار پھر پکارا تو اللہ کا شیر جوش میں آگیا۔

اُٹھا۔ نبیؐ کے قدم چومے۔ دستِ رحمت کو بوسہ دیا اور

میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی۔

اجازت مل گئی۔ اور آپ نے حضرت علی کی پیشانی کو چوما۔ اپنا عمامہ

علیؓ کے سر پہ رکھا اور ذوالفقارِ حیدری خود علیؓ کے ہاتھوں میں تھمائی۔

اور فرمایا — علیؓ جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہے اور یہ کافر تمہارے

سپرد ہے۔

حفیظ جالندھری مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

کہ:- پئے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر

چلا میدان میں شیرِ خدا نام خدا لے کر

نہ سینہ پر زرہ تھی اور نہ سر پہ خود پہنا تھا

فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا

اور پھر چشمِ فلک نے دیکھا اور عرشِ اعلیٰ نے مشاہدہ کیا۔

کہ دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔

ایک حق و صداقت کے چراغ کو بجھانے کے لئے! دوسری اس چراغ

کو مزید روشن کرنے کے لئے!

ایک اسلام کی عظمت کو مٹانے کے لئے اور دوسری، بچانے کے لئے!۔

مقابلہ بڑا ہی سخت تھا ——

وہ پیکرِ کفر و طغیان تھا اور علیؓ مجسمۂ دین و ایمان تھا ——

ابن وُدّ کو اپنے ساز و سامان پر ناز تھا اور علی کو اپنی قوتِ ایمان پر فخر تھا۔

فولادی تلواروں کی جھنکار۔ آبدار شمشیروں کی چمک اور آہنی ڈھالوں کی کھڑ کھڑاہٹ نے خندق کی زمین ہلا دی۔ ——

اور عین اس وقت جبکہ دونوں بہادر، اپنی اپنی بہادری شجاعت اور فنونِ سپاہ گری کے جوہر دکھلا رہے تھے —— آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھائی ——

میدان کارزار کا نقشہ دیکھا اور حضرت علیؓ کی جنگ کا انداز ملاحظہ فرمایا ——

تو زبانِ نبوت کی حوصلہ بخش آواز فضائے آسمانی میں گونج اٹھی —

بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ مَعَ الْکُفْرِ کُلِّہٖ —

کہ مکمل ایمان، مکمل کفر سے لڑ رہا ہے! ——

مکمل ایمان حضرت علی تھے اور مکمل کفر عمرو بن وُدّ تھا! ——

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

اور رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

عمرو نے تلوار اٹھائی —— علیؓ نے شمشیر چلائی۔ اس نے پکارا۔ اُس نے للکارا ——

وہ جوش میں تھا —— یہ ہوش میں تھا! ——

وہ غصہ میں تھر آرہا تھا —— یہ حوصلہ میں مسکرا رہا تھا ——

اور پھر ایک دوسرے پر وار پہ وار اور حملے پہ حملے ہونے لگے۔
اُس نے کنپٹی ماری ــــــــ اس نے توڑا دیا۔
اُس نے بازو بند چلایا ــــــــ اس نے ڈھال پہ روکا۔
عمرو بھی بہادر و جرار تھا ــــــ اور علی بھی حیدر کرار تھا۔ اُس نے
ہانک ماری ــــ اس نے روک لی۔ داؤ پہ داؤ لگایا جا رہا تھا۔ ہر گھات
ایک دوسرے کو موت کی وادی میں دھکیلنے کے لئے لگائی جا رہی تھی۔
مگر کامیابی ابھی کسی کے مقدر میں نظر نہیں آ رہی تھی ــــــــ
پھر اللہ کے شیر نے جلال میں آ کر ضربِ حیدری لگائی جو اس قدر بھرپور
تھی کہ اسے روک لینا عمرو بن وُد کے بس کا روگ نہ تھا۔ وار کاری پڑا وہ زخمی
ہو کر گرا حضرت علیؑ نے اسے دوبارہ سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ دیا ــــــــ
اور اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے ــــــــ
اسلام کی فتح کا نعرہ بلند ہوا ــــ جھنڈا ہوا میں لہرایا اور اسلامی لشکر میں
خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی ــــــــ
اللہ کے شیر ــــ کے ہاتھوں۔ اسلام کو کفر پہ اور توحید کو شرک پر فتح
حاصل ہوئی۔ حق نے باطل پہ غلبہ پا لیا ــــ شرافت کو وحشت پہ برتری
حاصل ہوئی اور انسانیت نے بربریت کو خندق کے میدان میں ذلت آمیز شکست
دے کر اسے دفن کر دیا ــــــــ
اور پھر اللہ کے شیر ــــ حضرت علی علیہ السلام کو اس شجاعت اور بہادری کا
سب سے بڑا انعام۔ تمغہ دربارِ نبوت و رسالت سے یہ ملا کہ! ــــــــ
ضَرْبَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ۔

کہ "حضرت علیؓ کی جنگ جو انہوں نے غزوۂ خندق کے دن لڑی دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے!"

مدارج النبوت جلد دوم صـ ۲۳۲ شیخ عبدالحق محدث و محقق دہلویؒ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــــ

لَمُبَارَزَۃُ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔

"کہ خندق کی جنگ میں علیؓ ابن ابی طالب کا لڑنا میری اُمت کے قیامت تک کے نیک اعمال سے افضل ہے۔"

تفسیر کبیر جلد دوم صـ ۳۱۰ ـ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ـ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ غزوۂ خندق میں عمرو بن وُدّ سے لڑتے وقت تم کیا محسوس کر رہے تھے؟ ـــــــ

جواب دیا ـــــــ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

لَوْ کَانَ اَھْلُ الْعَرَبِ فِیْ جَانِبٍ وَاَنَا فِیْ جَانِبِ الْاُخْرٰی لَقَدَرْتُ عَلَیْھِمْ ـــ

کہ ـــ اگر پورے عرب کے بہادر ایک طرف ہوتے اور میں اکیلا ایک طرف ہوتا، تو میں ان پر غالب آجاتا ـــــــ

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اللہ کے شیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ کہا تھا کیونکہ جب وہ ـــــــ

شاہِ مرداں ـ شیرِ یزداں اور قوتِ پروردگار ہیں ـــــــ

تو پھر ان کے لئے تمام اہل عرب کے ساتھ اکیلئے لڑنے میں کونسی مشکل تھی!

علامہ اقبال مرحوم ؎

کبھی سرمایۂ منبر و محراب

اور ——— کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

——— اور ———

تری خاک میں ہے شرر اگر تو خیال فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

قارئین کرام! ———

اسلامی جمہوریہ پاکستان نے فوج کا سب سے بڑا اعزاز **نشانِ حیدر** بھی علی المرتضےٰ علیہ السلام کی قوت و طاقت اور ہر میدانِ جنگ میں ان کی شجاعت بہادری اور جواں مردی کے عظیم کارناموں کی وجہ سے فوجی جوانوں کو دینے کا پروگرام بنا رکھا ہے ———

پھر بھی ——— بے ادب اور گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ علیؓ کو مشکلکشا نہ کہو! ایسے عیار لوگوں کو سید افتخار الحسن جواب دیتا ہے ——— کہ

؎ ——— آؤ بتاؤں تمہیں ہیں شانِ حیدرؓ

اس جہاں سے اونچا ہے جہانِ حیدرؓ

آج بھی جنگ میں اعزازِ کمالِ جرأت

مردِ میداں کو ملتا ہے نشانِ حیدرؓ

ہاں! ——— ہاں! ——— وہی اسد الغالب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ' شیرِ خدا، جنہوں نے اپنے آقا و مولا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتے دیکھتے عصر کی نماز قضا کر دی تھی اور پھر نماز ادا کرانے کیلئے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کی انگلی کے ایک اشارے سے ڈوبا ہُوا سورج واپس پلٹ آیا تھا۔!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! ——————

علیؓ نماز؟ ——————

عرض کی — ! ہے

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں — !
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں !

اس لئے کہ ——————

ہے —— زمیں پر عرش اعلیٰ کے نشاں معلوم ہوتے تھے
علیؓ کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے

اور — جب ہر طرف سے آوازیں آئیں ——————

کہ علی —— نماز!

تو —— جواب دیا! ——————

نماز والا میری جھولی میں ہے! ——————



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)

اسلامی لشکر کا یہ اللہ کا وہ شیر ہے کہ جس نے اپنی قوتِ ایمانی ــــ اپنی شجاعت اور جواں مردی کے جوہر دکھاتے ہوئے اس زمانہ کی سُپر پاور ایران کی سلطنت کے خلاف قادسیہ کی جنگ میں فتح حاصل کر کے مدائن کے قلعہ پر اسلام کی عظمت کا پرچم لہرایا ! ــــــــ

حالانکہ اس وقت ایرانی لشکر میں جالینوس جیسا بہادر، بہمن جیسا شہ زور اور رستم جیسا طاقتور سپہ سالار موجود تھا۔

مگر اسلام کی تاریخ کا یہ ایک روشن باب ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمان افروز خلافت کا دلکش دور تھا اور لشکرِ اسلام کے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے جانثار ــــ عبیداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ جیسے بہادر ــــ ربعی رضی اللہ عنہ ایسے جواں مرد اور عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے سرفروش جرنیل اور اللہ کے شیر شامل ہوں تو پھر دنیا کے ہر خطے میں خدا کی توحید، رسول کی رسالت ﷺ اور اسلام کی عظمت کے پھریرے کیوں نہ لہرائیں ــــــــ

قارئین کرام ! ــــــ یہ وہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ! جنہوں نے جنگِ اُحد میں اسلام کے گلستان کی حفاظت و پاسبانی کرتے ہوئے

لشکرِ کفار کی طرف پہلا تیر پھینکا تھا ـــــــ اور پھر خاتم المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں فرمایا تھا ـــــــ

اِرْمِ یَا سَعْدُ ـــــ فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ ۔

کہ ـــ اے سعد تیر چلائے جاؤ ۔

میرے ماں باپ تم پر قربان ۔"

بخاری شریف جلد اوّل صـ۵۲۷ ـ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ـــــــ

"میں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سُنا ، وہ فرماتے ہیں ـ

جَمَعَ لِیْ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَوَیْہِ یَوْمَ اُحُدٍ ـ

کہ میرے لیے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے والدین کریمین کو جمع کیا ـــ

فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ ! ـــــــ

ترمذی شریف جلد دوم صـ۲۱۶ ـ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ـــــــ

قَالَ عَلِیٌّ ـــــ کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ! ـــــ

مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَاہُ وَ اُمَّہٗ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدٍ ـــــــ کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سوا کسی اور کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا ـــــ

عَنْ قَیْسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ ـــــ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ ! ـــــ

کہ۔ اللہ کریم جب بھی کبھی سعدؓ تجھ سے کوئی دعا مانگے تو اسکی دُعا کو ضرور قبول فرما لینا ——

بخاری شریف میں ہے۔

حاشیہ ۱۳ میں۔ وَكَانَ مَشْهُوْرًا بِاِسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ

کہ۔ یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مستجاب الدعوات تھے۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے لئے دعا فرما دی تھی تو پھر وہ مستجاب الدعوات کیوں نہ ہوتے! ——

جنگِ قادسیہ کی تیاری کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی تاکہ قادسیہ کے ارد گرد کے حالات کا جائزہ لیکر میدانِ جنگ کا نقشہ تیار کیا جائے اور اسلامی لشکر کا سپہ سالار منتخب کیا جائے۔

نقشہ تیار ہو گیا تو سپہ سالاری کے لئے قرعہ اندازی کی گئی —— جو حضرت سعد بن ابی وقاص کے نام نکلا ——

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ لڑنے سے قبل ایران کے بادشاہ یزدجرد کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔

حضرت عاصمؓ —— ایران کے شاہی دربار میں پہنچے! —— دعوتِ اسلام دی —— خدا کی توحید کا راستہ بتایا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام سُنایا ——

یزدجرد سن کر آتشِ غضب میں بھڑک اٹھا اور غضبناک ہو کر دہاڑا۔

کون ہے تمہارا —— اللہ! ؟ ——

عاصمؓ —— جس کے دستِ قدرت میں فتح و شکست ہے، عزت و ذلت ہے!

یزدجرد ــــــ کون ہے تمہارا رسولؐ ؟ ــــــ

عاصمؓ ــــــ جن کی ولادتِ باسعادت کے وقت ایران کا آتشکدہ خود بخود ٹھنڈا ہوگیا تھا ! ــــــ

یزدجرد ــــــ کیا ہے تمہارا اسلام ؟ ــــــ

حضرت عاصمؓ ــــــ جو محبت، اخوت اور شفقت کا درس دیتا ہے !

یزدجرد ــــــ یہاں کیوں آئے ہو ؟ ــــــ

حضرت عاصمؓ ــــــ کفر و شرک کے اندھیروں میں اسلام و توحید کے چراغ جلانے کے لئے ! ــــــ

یزدجرد ــــــ ہماری طاقت و قوت اور شان و شوکت کو جانتے ہو ؟

حضرت عاصمؓ ــــــ ہمیں یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ ہم تو اس طاقت و قدرت کو جانتے جس کے حکم کے مطابق ہم ہر کام کرتے ہیں جو پوری کائنات کا خالق و مالک ہے اور بدر و حنین میں کفر ہمارے مقابلے میں آکر اس کی طاقت دیکھ چکا ہے !

یزدجرد ــــــ بھڑک کر ــــــ اور حقارت سے ! ــــــ

اگر سفیر کو قتل کرنا آدابِ سفارت کے خلاف نہ ہوتا تو آج ایران کے شاہی دربار کے خوبصورت قالینوں پر تمہارا خون بہتا نظر آتا ــــــ

اور یہ لو ــــــ ایران کی سرزمین کی خاک ــــــ اور اپنے سروں پر ڈال لو !

حضرت عاصمؓ ــــــ خوشی سے جھومتے ہوئے ، حضرتِ سعدؓ کے پاس آئے ۔

اور خاک کا ٹوکرا ــــــ ان کے آگے رکھدیا اور فرمایا ! ــــــ

فتحِ ایران کی آپ کو مبارک ہو ! ــــــ

پوچھا ــــــ وہ کیسے ؟

جواب دیا! ______

شہنشاہِ ایران نے خود ہی اپنے وطن کی مٹی ہمارے حوالے کر دی ہے!

ایرانی لشکر ___ دنیا کے مشہور پہلوان رستم کی سپہ سالاری میں ڈیڑھ لاکھ آہن پوش مسلح نوجوانوں کے ہمراہ میدانِ جنگ میں اُتر آیا ______

فوج کا ہر دستہ جنگی ہاتھیوں کی دیوار سے محفوظ کیا گیا تھا۔ ہر سوار اور پیدل زرہ پوش اور فولاد و آہن میں غرق۔ پیدل آہن پوش جوانوں کو آپس میں فولادی زنجیروں سے قطار در قطار باندھ دیا گیا تھا کہ وہ نہ بھاگ سکیں اور نہ پیچھے ہٹ سکیں

اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف بیس ہزار جانباز و سرفروش ہر مجاہد شہادت کا متوالہ۔ ہر جوان کفن بردوش اور تمام ___ "اللہ کے شیر"۔ اپنے برق رفتار عربی گھوڑوں پر سوار موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے لئے تیار۔

طبلِ جنگ بجتے ہی ___ گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں کے جوانوں نے اپنی جنگی چالوں کو آزمانا شروع کر دیا۔ تیر اندازی اور شمشیر زنی کے جوہر دکھائے جانے لگے۔ ______ ایرانی افواج کے سپاہی آہن پوش اور بھاری اسلحہ رکھنے کی وجہ جلدی حرکت نہ کر سکتے لیکن انہیں پیچھے دھکیلنا اور ضرب کاری لگانا بھی بہت مشکل تھا ______

ایرانیوں نے ایک نئی چال چلی ______

ہاتھیوں کی دیوار اور ان کے پیچھے آہن پوش دستوں کو آگے بڑھایا۔

یہ صورتحال مسلمان سواروں کیلئے مصیبت ثابت ہوئی اور سدِ سکندری بن گئی عربی گھوڑوں نے یہ بلائے ناگہانی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی وہ ہاتھیوں کو سامنے دیکھکر اپنے سواروں سے بے قابو ہو رہے تھے۔ یہ ایک انتہائی نازک اور سنگین

صورت حال تھی اور اسلامی لشکر کے لئے اس سدِ سکندری کو توڑنا دشوار نظر آتا تھا۔
لیکن ــــ اللہ کا ایک شیر حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگی نقطہ سمجھ آیا۔ انہوں نے جنگی ہاتھیوں کے دستے کے سردار سفید ہاتھی کی سونڈ پر اپنی شمشیر کا ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کی سونڈ کٹ کر نیچے جا گری ــــــ
سونڈ کا کٹنا تھا کہ وہ سردار پیچھے مڑ کر اپنے ہی سپاہیوں کو کچلنے لگا۔
اور ہاتھی میدانِ جنگ چھوڑ کر چنگھاڑنے لگے۔ مگر حضرت قعقاع کے اس حربے کی تقلید بہت سے مجاہدوں نے کی، مسلمانوں نے بڑھ کر ہاتھیوں کے سونڈ کاٹنے شروع کر دیئے مسلمان تیر اندازوں نے بھی ہاتھیوں کی سونڈ اور مستکوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔
بس پھر کیا تھا۔ ایرانی ہاتھی اپنے ہی لشکریوں کو روندنے لگے ــــــ
ایران کا وہ پہلوان رستم ــــ جس کے نام کی نسبت سے پہلوانی کے اکھاڑے میں رستم کا خطاب چلتا ہے۔ کوئی رستمِ ہند کہلاتا ہے اور کوئی رستمِ پاکستان ــ کسی کو رستمِ ملتان کا اعزاز ملتا ہے تو کوئی رستمِ گوجرانوالہ ــــــ
لیکن سید افتخار الحسن کہتا کہ یہ کتنے فخر کی بات ہے کہ رستمِ زماں کا خطاب ایک مسلمان کو دیا گیا ــــــ
اور وہ تھا غلام محمد عرف گاماں پہلوان، جس نے لندن میں ہونے والے عالمی دنگل میں انگریز پہلوان زبسکو کو پچھاڑ کر رستمِ زماں کا اعزاز حاصل کیا۔
اس ایرانی پہلوان رستم کے مقابلہ میں ایک مسلمان شمشیر زن ہلال بن علقمہ مبارزت کے لئے میدان میں اُترے ــــــ
میدانِ جنگ گرم ہوا ــــ آتشیں پہاڑ ٹکرائے ــــ اسلام و کفر گتھم گتھا ہو گئے ــ بھرپور حملہ شروع ہو گیا۔ اور اللہ کے شیروں نے ایران کے ہاتھیوں کی

اِس دیوار کو توڑنے کے لئے ایک انوکھی تدبیر سوچی کہ اپنے اونٹوں پر سیاہ بھاریں ڈال دیں اور پھر وہ اونٹ خوفناک کالے پہاڑ کی صورت اختیار کر گئے —

ایرانی ہاتھیوں کے لئے یہ بھی ایک ہیبت ناک صورت حال تھی اور ایرانی گھوڑوں کے لئے دہشتناک! —

گھوڑے ڈر کر بدکنے لگے اور اپنے ہی سواروں کو گرانے لگے —

اور ہاتھی خوفزدہ ہو کر پیچھے پلٹنے لگے اور اپنے پیادوں اور آہن پوشوں کو اپنے پیروں کے نیچے مسلنے لگے —

اللہ کے شیروں نے ایرانی جنگی ہاتھیوں کی مضبوط سدِ سکندری کو جنگی چال، فنی مہارت، عقلمندی و خدا کی تائید و حمایت سے توڑ کر اگلے دن بھرپور حملہ کر دیا۔

دونوں طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی — تیروں کا مینہ برسنے لگا۔ اور فولادی تلواروں کی جھنکار سے قادسیہ کا میدان خون سے سیراب ہو گیا! —

ایران کا مشہور جنگجو پہلوان ہرمز میدان میں اُترا — اور — للکارا! کوئی مسلمانوں میں ہے جو میرے مقابلہ میں آئے —

اللہ کے شیروں کے لشکر سے حضرت غالب بن عبداللہ اسدی میدان میں نکلے اور آتے ہی ایرانی پہلوان پر کمند ڈال کر زنجیروں سے جکڑ کر قابو کر لیا —

تیسرے روز دونوں لشکر تازہ دم ہو کر میدانِ جنگ میں بپھرے ہوئے شیروں کی طرح اُترے! — اور کفر و اسلام کی فیصلہ کن جنگ کا آغاز ہو گیا۔ حق و باطل کا خونیں معرکہ شروع ہوا اور نیکی و بدی کا آخری تصادم حشر برپا کئے ہوئے تھا۔

آخر کار — اللہ کے شیروں کا مقابلہ — ایرانی جنگجو نہ کر سکے —

نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی پہلوان رستم زخمی ہو کر میدان سے بھاگ نکلا جس کا تعاقب

حضرت ہلال بن علقمہ نے کیا ـــــــ اور رستم کو جالیا جبکہ وہ ایک نہر عبور کر رہا تھا، حضرت ہلال نے رستم پر برچھے کا وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ دی اور لنگڑاتا ہوا، نہر میں جاگرا۔ حضرت ہلال نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور اسکو نہر سے باہر نکال کر جہنم رسید کر کے چھوڑا۔

اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور اسلامی پرچم ایرانی سرزمین پر لہرانے لگا اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا ہو گیا کہ یزدجرد نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا ملک ہمارے حوالے کر دیا ہے۔

قادسیہ کی زمین نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی ـــــ

حضرات محترم! ـــــ یہی وہ جنگ ہے جس میں حضرت عبیداللہ بن جراحؓ نے دریائے فرات کو عبور کرنے کے لئے اپنا گھوڑا دریا کی لہروں میں ڈال دیا تھا۔ اور پھر پوری اسلامی فوج نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے تھے لیکن ان کے گھوڑوں کے سم بھی گیلے نہیں ہوئے تھے ـــ!

اور پھر ـــ حضرت عبیداللہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیغ براں سے ایرانی فوج کے ہراول کو الٹ کر رکھ دیا جو کہ خوفناک ہاتھیوں پر مشتمل تھا! ـــ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ کی جنگ کی فتح کا پیغام، پیغام رساں کے ذریعہ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال کیا۔

ادھر امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس جنگ قادسیہ کے بارے میں بڑی تشویش تھی آپ روزمرہ کے فرائض سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ سے باہر آ کر اس جنگ کا احوال معلوم کرنے کے انتظار کرتے۔

آخر ایک روز حضرت سعدؓ کا بھیجا ہوا قاصد ایران کی فتح کی خبر لے کر آن پہنچا! وہ حضرت عمرؓ کو نہیں جانتا تھا۔

امیرالمومنین نے پوچھا! ـــ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ ـــ

قاصد نے جواب دیا ـــــــ سعد بن ابی وقاصؓ کا قاصد ہوں اور قادسیہ کی جنگ کی فتح کی خوشخبری دینے کے لئے امیر المومنین کی خدمت میں جلد از جلد پہنچنا چاہتا ہوں ـــــــ

آپ نے فرمایا۔ پورے حالات بیان کرو! ـــــــ

اور قاصد کے گھوڑے کی رکاب پکڑلی! ـــــــ

قاصد تفصیل بتاتا جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ ساتھ ہی دوڑتے جاتے تھے! ـــــــ

مدینہ پاک کی مقدس سرزمین میں داخل ہوئے تو قاصد نے دیکھا کر لوگ قاصد کی رکاب تھامنے والے کو امیر المومنین کہکر مخاطب ہو رہے ہیں، تو وہ ڈر کے مارے خوفزدہ ہوکر کانپنے لگا اور گھوڑے سے نیچے اترنے لگا ـــــ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔! ـــــــ

بھائی کوئی بات نہیں، ایران کی فتح کی خبر سنکر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میں تمہیں یہ بتلانا ہی بھول گیا کہ ـــــــ

"میں ہی امیر المومنین عمرؓ ہوں"

علامہ اقبال مرحوم ـــــــ کہتے ہے ؎

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں!
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں!
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں!
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے تو ہم چھاؤں میں تلواروں کی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خالدؓ بن ولید

○

عناصر اس کے ہیں رُوح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوزِ دروں

○

ان کی ماں نے ان کو کسی اچھے وقت اور اچھی ساعت میں جنم دیا تھا کہ جب تک اسلام کے مقابلے میں کفر کی حمایت میں لڑتے رہے تو بھی کبھی شکست نہ کھائی اور پھر جب کفر کے مقابلے میں اسلام کی عظمت و سربلندی کے لیے میدانِ کارزار میں اُترے تو بھی مقدر نے انہیں ہمیشہ ہر میدان میں کامیابی و کامرانی اور فتح و نصرت سے شاد کام کیا۔ اور یہ تاریخِ اسلام کا وہ جری، جوانمرد اور شیر دل مجاہد اور سپہ سالار ہے کہ جسے خود لسانِ نبیِ رحمت آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیفُ اللہ (اللہ کی تلوار) کا خطاب عطا فرمایا ——————

اسلام کی ٹکر کفر سے۔ حق و باطل کی لڑائی اور نیکی و بدی کی جنگ، جو جنگِ موتہ کے نام سے مشہور ہے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شجاعت اور جوانمردی کے ایسے جوہر دکھائے کہ عیسائیت کی دنیا کانپ اُٹھی ——————

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں لشکرِ اسلام کے سپہ سالار کا انتخاب نبی کریم علیہ السلام نے خود کیا تھا۔ اسلام کا لشکر تیار ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: ——————

کہ میں زید بن حارثؓ کو اس لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں اور اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر سالارِ اعظم حضرت جعفر طیار بن ابی طالبؓ کو بنا لینا۔ اور اگر حضرت جعفر شہادت پا جائیں تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اپنا علمبردار چن لینا۔ اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر جس کو تم پسند کرو، اپنا امیر منتخب کر لینا ——

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ترتیب علم نبوت اور نگاہِ نبوت کا ایک لاجواب اعجاز ہے کہ جنگِ موتہ میں یہ سارے حضرات اسی صورت و ترتیب سے شہید ہوئے۔ جس ترتیب سے زبانِ نبوت سے بیان ہوئے تھے ——

یہ خدائی یلغار لشکرِ اسلام کی صورت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی۔ فضائے آسمانی اللہ اکبر کی پُرجوش آواز سے گونج اٹھی اور مدینہ منورہ کی مقدس خاک کے ذروں نے اسلام کے ان بہادروں غازیوں کے قدم چوم لیئے۔ روانہ ہوتے ...وقت مسلمانوں نے ان کی فتح و نصرت اور صحیح و سلامت واپس آنے کی دعائیں مانگیں۔ لیکن عبداللہؓ بن رواحہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ... ——

اور وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے یہ دعا نہ دی جائے کیونکہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جانا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن میں دربار خداوندی میں سرخرو ہو جاؤں اور میری قبر سے گذرنے والے مسلمان یہ کہیں کہ مرحوم اللہ کی راہ میں خوب لڑا ——

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان اسلام کا یہ لشکر تکبیر کے نعروں کی گونج میں روانہ ہوا تو فرشتوں نے جھک جھک کر نظارہ کیا۔ جنت کے حور و غلمان نے بڑھ بڑھ کر یہ منظر دیکھا۔ خلدِ بریں کے رضوان نے مبارکبادی اور خود خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیئے۔! ——

اس لئے کہ اس لشکر کو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود وداع کرنے کے لئے

ساتھ ساتھ تشریف لیجا رہے تھے۔ یہ خدائی یلغار قدم بڑھاتی ہوئی اور منزل بہ منزل طے کرتی ہوئی اور زمین کے فاصلے کو اپنے برق رفتار گھوڑوں سے طے کرتی ہوئی اور دریاؤں کے طوفانی سینوں کو چیرتی ہوئی موتہ کے میدان میں جا اتری۔

اسلام کے اس بہادر لشکر کی تعداد صرف تین ہزار تھی اور مقابلے میں اسلام کے دشمن عیسائیوں کی تعداد دو لاکھ سے تقریباً ۵ لاکھ تک تھی۔

ادھر توحید کے فرزند تھے — اور — ادھر تثلیث کے بیٹے جو تین خداؤں کو مانتے تھے۔ ادھر حق کے پرستار تھے — اور — ادھر باطل کے علمبردار۔ ادھر دین کے شیدائی اور ادھر دنیائے عیسائی۔

دشمن کی فوجوں کی کثرت اور سامانِ جنگ کی فراوانی دیکھ کر مسلمانوں نے حضرت زیدؓ کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ سے اور غازی منگوالیں۔

لیکن زیدؓ کو یہ مشورہ پسند نہ آیا اور جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

"اے ایمان والو! تم حق کے پرستار ہو اور حق کی سربلندی کے لئے گھروں سے نکلے ہو اور تم اللہ کے سپاہی اور محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہو اور تم تو شہادت کی آرزو لے کر آئے ہو۔ اور اگر نبی کریم علیہ السلام کو منظور ہوتا تو وہ اس لشکر کی تعداد زیادہ بھی کر سکتے تھے۔ اس لئے جتنی تعداد حضور علیہ السلام نے مقرر کی ہے، میں اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اٹھو! ہمت کرو اور اللہ کا اور اسکے رسولِ پاک کا نام لے کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑو، اور انشاء اللہ فتح اسلام کی ہو گی۔"

بس پھر کیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر نے نوجوان مجاہدینِ توحید و اسلام کے دلوں میں جوش و ولولہ بھر دیا۔ ان میں آگ لگا دی، انہوں نے اپنی تلواریں

سونت لیں۔ اللہ اکبر کی پر جوش اور پرہیبت آواز نے موتہ کے میدان اور دشمن کی ٹڈی دل افواج کے دلوں کو ہلا کر رکھدیا۔

اور پھر اسلام وکفر کے لشکر۔ حق وباطل کی فوجیں اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لڑاکے میدان کارزار میں اُتر آئے۔ تلواریں میانوں سے نکلیں جیسے بجلی کوندتی ہے۔ تیر کمانوں سے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موتہ کا میدان حق وباطل کے شعلوں کی لپیٹ میں آگیا اور تین ہزار مسلمان دو لاکھ عیسائیوں میں گھس گئے۔ تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی بھرمار نے لڑائی کی آگ کو بڑھکا دیا۔ پورا میدان شعلہ جوالہ بن گیا۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ دشمن کی صفوں میں تیر بن کر گھس گئے۔ تلوار بجلی کی طرح گرتی اور دشمنوں کے سروں کو دھڑوں سے الگ کرتی ہوئی دوسری طرف جا نکلتی۔ دشمن کی صفوں پر صفیں الٹتے ہوئے جوش جہاد میں معروف عیسائیوں کو خون میں تڑپاتے بہت دور تک چلے گئے۔ بالآخر اکیلے ہزاروں دشمنوں کے نرغے میں آگئے۔ دشمنوں نے انہیں اکیلا پاکر ان پر حملہ کر دیا اور وہ عظمت کی پاسبانی کرتے ہوئے اور حق کی سربلندی کے لئے بے شمار زخم کھانے کے بعد شہید ہو گئے۔

از شواہد النبوۃ اردو صفحہ ۱۹۲ - مدارج النبوۃ جلد ۲ اردو صفحہ ۳۵۲

ادھر موتہ میں حضرت زید بن حارث شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ غلاموں نے سبب پوچھا!

تو آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ حضرت زیدؓ شہید ہو گئے۔

ادھر حضرت زید بن حارث شہید کا جھنڈا گرنے ہی والا تھا کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے فوراً آگے بڑھ کر علم سنبھال لیا۔ اور پھر بپھرے ہوئے شیر کی طرح گرجتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور پھر ایسی شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ عیسائیوں پر ہیبت طاری ہو گئی۔

لیکن دشمن کی تعداد کا کوئی شمار ہی نہ تھا جتنے قتل ہوتے تھے اس سے زیادہ تازہ دم دشمن کے سپاہی ان کی جگہ آن لیتے ہیں ۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ نے جوش میں آکر اپنے ہی گھوڑے کی کانچیں کاٹ ڈالیں اور پھر پیدل ہی لڑنے لگے ۔

وہ جدھر کو منہ کرتے دشمنوں کی صفوں کو الٹتے چلے جاتے اور دشمن کائی کی طرح چھٹ جاتے اور حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی شمشیر آبدار عیسائی فوجیوں کے سروں کو ان کے جسموں سے الگ کرکے اچھالتی گزر جاتی ۔

اس طرح بہادری اور بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے ان کے اپنے جسم پر اسّی سے زیادہ مہلک زخم آچکے تھے لیکن آپ کی شجاعت اور ثابت قدمی میں کوئی بھی فرق نہ آیا تھا ۔ اور آتا بھی کیوں ؟

اس لیے کہ ہاشمی شیر تھے اور اسد اللہ الغالب شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی تھے اور اس علیؓ کے بھائی تھے کہ جس نے کبھی مرحب و عنتر کو پچھاڑا اور کبھی خیبر کے آہنی قلعے کو اکھاڑا ۔ اور جس کی تلوار کبھی احد کے میدان میں چمکی اور کبھی بدر کے ریگستان میں بجلی بن کر دشمنوں پر گری ۔ اور جس نے اپنی بہادری شجاعت اور جرأت کے صلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ تمغہ جرأت حاصل کیا تھا :۔

لَافَتیٰ اِلَّا عَلِی لَاسَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار

حضرت جعفرؓ گھوڑے سے اتر کر پیادہ پا لڑتے رہے تھے ، اور ایسے لڑے کہ عیسائیت کی دنیا لرز گئی ۔ آخر کار آپ کے دائیں بازو پر تلوار لگی ۔ بازو کٹ گیا ، قریب تھا کہ پرچم توحید سرنگوں ہو جاتے ، انہوں نے بائیں ہاتھ سے تھام لیا ، لڑتے ہوئے وہ بھی کٹ گیا لیکن اسلام کے جھنڈے کو جھکنے نہ دیا اور کٹے ہوئے بازوؤں کے تسموں سے تھام لیا ۔ لیکن اب یہ اللہ کا شیر اور خدائی یلغار کا مجاہد زخموں سے نڈھال ہو چکا تھا ۔

دشمنوں نے زخمی اور نڈھال شیر کے گرد گھیرا ڈال لیا - اور تلواروں اور نیزوں سے اس ہاشمی شیر کو چھلنی کر دیا - بالآخر یہ شہید ہو گئے - مگر سینکڑوں زخموں میں سے ایک زخم بھی آپ کی پشت پر نہ تھا -

ادھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موتہ میں شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں نبی کریم علیہ السلام کی آنکھیں پھر اشکبار ہو گئیں -

غلاموں نے پھر اس کا سبب پوچھا!

تو فرمایا کہ جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے ہیں اور جعفرؓ کے شہید ہونے پر پرچم اسلام گرنے ہی والا تھا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ نے فوراً آگے بڑھ کر اسلامی پرچم کو بلند کر دیا -

وہ نشۂ شوقِ شہادت کی سرمستی میں میدان میں آتے ہیں اور دشمنوں کی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے اور ان کی تلوار بجلی کی تیزی کے ساتھ دشمنوں پر جا پڑی جس سے عیسائیوں کی گردنیں ہوا میں اڑتی ہوئی نظر آتی تھیں - زخم پر زخم لگتے گئے لیکن وہ شہادت کے شوق میں آگے ہی بڑھتے گئے اور آخر ایک نیزہ ان کے سینے کے آر پار ہو گیا اور وہ یہ آواز دے کر بیہوش ہو گئے -

کہ مسلمانوں اسلام کے پرچم کو گرنے نہ دینا اور یہ شہنشاہ کونین علیہ السلام کا منتخب کیا ہوا لشکر اسلام کا بہادر سپہ سالار بھی شہید ہو گیا -

ادھر حضرت عبداللہ شہید ہوئے اور ادھر حضور علیہ السلام کی آنکھوں میں پھر آنسو آ گئے غلاموں نے اس کا بھی سبب پوچھا تو فرمایا -

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی شہید ہونے پر پرچم اسلام سرنگوں ہونے ہی والا تھا کہ حضرت ثابت بن اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے نشان کو تھام لیا اور بلند آواز سے فرمایا مسلمانوں فوراً اپنا امیر چن لو - لشکر اسلام سے جواب آیا کہ ہم آپ کو ہی اپنا امیر بناتے ہیں مگر انہوں نے فرمایا چونکہ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا اسلئے میری رائے ہے کہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر چن لیا جائے کیونکہ وہ ہی اس نازک گھڑی میں اسلام کی مدد کر سکتے ہیں ـــــــــــ

اور پھر تمام مجاہدین نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا سپہ سالار منتخب کر لیا۔ ادھر موتہ کے میدان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی خطرناک حالات میں حق و باطل کی خوفناک جنگ میں لشکرِ اسلام کے کمانڈر مقرر ہوئے تو ادھر مدینہ منورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلاموں سے فرمایا کہ ـــــــــــ

اب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا پرچم تھام لیا ہے جو اللہ کی تلوار ہیں اسلئے اب اسلام کی فتح انشاء اللہ ضرور ہو گی ـــ

علمِ نبوت اور نگاہِ رسالت کے قربان! کہ کس انداز سے جنگِ موتہ کی پل پل کی خبر دے رہی ہے اور کس شان سے موتہ کے میدان کے ایک ایک پہلو، ایک ایک جان، ایک ایک زخم اور ایک ایک غازی اور شہید کی اطلاع دی جا رہی ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے پرچم توحید سنبھالتے ہی، خدا و رسولؐ کے باغیوں پر اور دینِ اسلام کے دشمنوں پر بھرپور حملہ ایسی جنگی چالوں کو ترتیب دے کر کیا کہ دشمن کا ٹڈی دل لشکر گھبرا کر رہ گیا۔ پھر مجاہدین اسلام اس جوانمردی سے لڑے کہ، عیسائیت کی دیواریں لرز کر رہ گئیں ـــــــــــ

ان کی قیادت میں اسلامی لشکر میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا اور مسلمان حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیرِ کمان جان توڑ کر لڑے کہ جنگ فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہونے کو تھی کہ رات کے اندھیرے نے میدان جنگ پر اپنی سیاہ چادر پھیلا دی ـــــــــــ

اور اسطرح اس روز جنگ کا فیصلہ کوئی نہ ہو سکا۔ ـــــ

اگلی صبح ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کے شیر دل مجاہدوں کی ترتیب اس انداز سے کی کہ لشکر دستوں میں سے کچھ دستوں کو شمال اور جنوب کو بھیج دیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ جب بھی اللہ اکبر کا نعرہ لشکر سے بلند ہو تو شمال کی طرف سے خود بھی نعرے لگاتا ہوا حملہ آور ہو جائے۔ اور اسی طرح جنوب والے دستے کریں۔ یہ ایک بہترین جنگی چال تھی۔

دوران جنگ یہ چال بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ صبح جب اعلان جنگ ہو گیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائیوں پر اس قدر شدت سے حملہ کیا کہ دشمن باوجود کثرت میں ہونے کے مسلمان مجاہدوں سے زیر اقدام ہو چکے تھے لیکن جیسے جنگ نے زور پکڑا تو شمال کی طرف سے ایک دستہ اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے عیسائیوں پر حملہ ہو گیا۔ اس طرف لڑنے والے مجاہدین نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر جواب دیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عیسائیت کے لڑاکوں کی حالت عجیب ہو گئی انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کو مجاہدین کی کمک امداد کے لئے پہنچ گئی ہے۔ ادھر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کرنے شروع کئے ادھر حملے میں شدت آ گئی۔

دوسری طرف چاروں اطراف سے حضرت خالد بن ولیدؓ کی جنگی چال کے مطابق مسلمان مجاہدین کے دستے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے عیسائی دستوں پر شاہینوں کی جھپٹے۔ اور یہ صورت حال بڑی عجیب تھی۔ دشمن یہ دیکھ کر باوجود کثرت کے گھبرا گیا۔

اب لشکر اسلام کی ترتیب بدل دی گئی اور دوبارہ طبل جنگ بجا دیا گیا۔ تیر کمانوں اور تلواریں میانوں سے نکل آئیں۔ اور پھر توحید و شرک، اسلام و کفر، حق و باطل اور یلغار خدائی لشکر کفر پر ٹوٹ پڑی۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت خالد ایک غضب

ناک شیر کی طرح گرجتے ہوئے جب دشمن پر حملہ کرتے تو دشمن حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگتے۔ یہ صورت حال دیکھ کر دوسرے مجاہدین کے حوصلے بھی بلند ہو گئے اور اب وہ بے جگری لڑ رہے تھے۔

موتہ کا میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ پہاڑ اور چٹانیں تھرا اٹھیں اور ساتھ ہی اسلامی لشکر کا ایک دستہ شیروں کی طرح دھاڑتا ہوا میدان جنگ میں آپہنچا۔ اور پھر غضب کا رن پڑا۔ عیسائی لشکر نے سمجھا مسلمانوں کی تازہ کمک آگئی ہے اور ساتھ ہی ان کے چہرے مسلمانوں کے رعب و ہیبت سے اُتر گئے۔

ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر اللہ اکبر کی پُر جوش آواز میدان جنگ سے بلند ہوئی اور پھر ایک اور دستہ بھی میدان جنگ میں آن پہنچا۔ بس پھر کیا تھا۔ اس خدائی یلغار سے دشمنوں پر ہیبت طاری ہو گئی، ادھر حضرت خالد بن ولید کے پے در پے حملوں نے دشمنوں میں افراتفری پھیلا دی۔

یاد رہے یہ وہی جنگ ہے جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو۹ تلواریں ٹوٹی تھیں۔ اور جب نویں تلوار بھی ٹوٹ گئی تو حضرت خالدؓ نے دعا کی تھی!

کہ اے میرے اللہ پاک، قیامت کے دن میرے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجھے بزدلی کا طعنہ نہ دیا جائے۔ تلواریں دینا تیرا کام تھا اور لڑنا میرا کام ہے۔ اور پھر ایک یمنی تلوار ان کو مل گئی جس سے آخری وقت تک حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی مردانگی کے جوہر دکھائے۔

اور پھر لشکر اسلام کے فرزندانِ توحید اور کلمہ گویانِ محمدؐ نے اللہ اور رسول کا نام لے کر ایک فیصلہ کن حملہ کیا کہ عیسائی ٹڈی دل لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور اتنے عیسائی قتل ہوئے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر اور کپڑوں پر ان کا خون جم گیا۔ اور عیسائی لشکر اسلام کی اس خدائی یلغار کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح

ہونے والے عیسائیوں کی امداد کو رومیوں کا ایک ایک ٹڈی دل لشکر آرہا ہے۔ انہوں نے حضرت ضرارؓ کو پانچ سو مجاہدین سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا تاکہ رومیوں کی اس فوج کو راستے میں روکا جائے ـــــــــــ

حضرت ضرارؓ ان شیر دل غازیوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ جب یہ اللہ کے شیر دشمنوں کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی تعداد بارہ ۱۲ ہزار کے قریب ہے۔ بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ دشمن کے اس لشکر جرار سے اتنی کم تعداد میں ٹکر لینا اچھا نہیں لہذا خالد بن ولید کو مزید کمک بھیجنے کو کہا جائے کہ وہ مزید کمک روانہ کر دیں۔

لیکن حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آکر کہا کہ خدا کی قسم میں تو اس مقام سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اور میری طرف سے اجازت ہے کہ جو بھی واپس جانا چاہے چلا جائے۔ مگر میں تو اپنی جان خدا کی راہ میں بیچ چکا ہوں اور میں کافروں سے یہ نہیں سن سکتا کہ مسلمان بزدل تھے۔ اس لیے مقابلے میں نہیں آئے یہ سنکر دوسرے مجاہدوں کو بھی جوش آگیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

لڑائی شروع ہو گئی اور تلواروں کی جھنکار سے میدان جنگ میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا۔ رومیوں کا خیال تھا کہ ہم تھوڑی دیر میں ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ختم کر دیں گے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر کی صورت میں ایک خدائی یلغار تھی ہے اور اس کا ایک ایک غازی چٹان ہے اور ایک ایک مجاہد طوفان۔

حضرت ضرارؓ بڑی جوانمردی سے لڑتے ہوئے دشمن کی اگلی صفوں میں جا پہنچے۔ اور اسطرح دوسرے غازیان اسلام بہت پیچھے رہ گئے۔ رومیوں نے ان کے اردگرد گھیرا ڈال دیا اور تلواروں اور نیزوں سے وار پر وار کرنے لگے جس سے ان کے دونوں بازوں شدید زخمی ہو گئے۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور رومیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔

ضرارؓ ابن ازورؓ رضی اللہ عنہ

اور ان کی ہمشیر خولہ رضی اللہ عنہا



مسلمان کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا
مروت حسن عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

o

یہ بھی اسلام کے ایک شیر دل مجاہد — دین کے ایک سرفروش غازی اور خدائی یلغار کے ایک بہادر سپاہی تھے، جو اپنی جانبازی، سرفروشی اور جاں نثاری کے جذبے میں مشہور تھے۔ اور جوشِ جہاد میں آکر اپنے بدن کے کپڑے بھی اتار دیا کرتے تھے۔ اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر لڑا کرتے تھے —

اسی لئے یہ اپنی جرأت و شجاعت، عزم و استقلال اور ہیبت و غضب ناکی کی وجہ سے عیسائیوں میں جن مشہور ہو گئے تھے اور میدانِ جہاد میں جس طرف دشمنوں کا رخ کرتے عیسائی یہ کہتے ہوئے ان کے سامنے سے بھاگ نکلتے کہ جن آگیا جن آگیا۔

مسلمانوں نے جب شام کی طرف خدائی یلغار کی صورت میں چڑھائی کی تو حضرت ضرارؓ بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے اور ان کی ہمشیرہ حضرت خولہ بنت ازورؓ ان کے شانہ بشانہ ان کے ہمراہ تھیں —

لشکرِ اسلام دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ حضرت خالد بن ولید کو خبر ملی کہ محصور

ہونے والے عیسائیوں کی امداد کو رومیوں کا ایک ایک ٹڈی دل لشکر آرہا ہے ۔ انہوں نے حضرت ضرارؓ کو پانچ سو مجاہدین سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا تاکہ رومیوں کی اس فوج کو راستے میں روکا جائے ۔

حضرت ضرارؓ ان شیر دل غازیوں کو لے کر روانہ ہو گئے ۔ جب یہ اللہ کے شیر دشمنوں کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی تعداد بارہ ہزار کے قریب ہے ۔ بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ دشمن کے اس لشکر جرار کے اتنی کم تعداد میں ٹکر لینا اچھا نہیں لہٰذا خالد بن ولید کو مزید کمک بھیجنے کو کہا جائے کہ وہ مزید کمک روانہ کر دیں ۔

لیکن حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آ کر کہا کہ خدا کی قسم میں تو اس مقام سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اور میری طرف سے اجازت ہے کہ جو بھی واپس جانا چاہے چلا جائے ۔ مگر میں تو اپنی جان خدا کی راہ میں بیچ چکا ہوں اور میں کافروں سے یہ نہیں سن سکتا کہ مسلمان بزدل تھے ۔ اس لئے مقابلے میں نہیں آئے

یہ سن کر دوسرے مجاہدوں کو بھی جوش آ گیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے ۔ لڑائی شروع ہو گئی اور تلواروں کی جھنکار سے میدانِ جنگ میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا ۔ رومیوں کا خیال تھا کہ ہم تھوڑی دیر میں ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ختم کر دیں گے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر کی صورت میں ایک خدائی یلغار تھی ہے اور اس کا ایک ایک غازی چٹان ہے اور ایک ایک مجاہد طوفان ۔

حضرت ضرارؓ بڑی جوانمردی سے لڑتے ہوئے دشمن کی اگلی صفوں میں جا پہنچے ۔ اور اسطرح دوسرے غازیانِ اسلام بہت پیچھے رہ گئے ۔ رومیوں نے ان کے ارد گرد گھیرا ڈال دیا اور تلواروں اور نیزوں سے وار پر وار کرنے لگے جس سے ان کے دونوں بازوں شدید زخمی ہو گئے ۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور رومیوں نے ان کو گرفتار کر لیا ۔

ننگے اونٹ کی پیٹھ پر زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور زخموں سے چور دردناک اشعار پڑھ رہے ہیں۔

اپنے بھائی ضرارؓ کی دردناک آواز بہن خولہ نے سن لی۔ پھر وہ بجلی بن کر دشمن پر ٹوٹ پڑی، مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمنوں کو اپنی شمشیروں کی دھار پر رکھ لیا۔ بہت سارے قتل ہو گئے باقی حضرت ضرارؓ کو چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

بہن بھائی گلے ملے، دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ یہ خوشی کے آنسو تھے۔ اور پھر حضرت خالدؓ کو پتہ چلا کر روم کے شہنشاہ ہرقل نے ایک لشکر جرار مسلمانوں سے اپنی ذلت آمیز شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے اجنادین روانہ کر دیا ہے۔

مسلمانوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ دمشق کا محاصرہ وقتی طور پر اٹھا لیا جائے اور دیگر مسلمان سپہ سالاروں کو بھی حکم نامے بھیج دیئے کہ وہ اپنے لشکر لے کر اجنادین پہنچ جائیں۔ ——— یہ خدائی یلغار، جب خدا کے بھروسے پر خدا کا نام لے کر روانہ ہوئی تو سب سے آگے حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے ابو عبیدہ بن جراحؓ بچوں اور خواتین کی حفاظت کرتے چلے آ رہے تھے۔

ادھر اسلام کا لشکر دمشق کے محاصرہ کو اٹھا کر اجنادین کی طرف روانہ ہوا تو ادھر دمشق کے عیسائیوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو عیسائی سرداروں نے انہی کمان میں جن کے نام پطرس اور پال تھے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا۔

چونکہ حملہ اچانک کیا گیا تھا، اس لئے مسلمانوں کو صف بندی کا بھی وقت نہ ملا کر رومی چند مسلمان خواتین کو گرفتار کر کے واپس لوٹ گئے۔

خدا جانے کفر کے لشکر کو عورتوں کو گرفتار کرنے اور بچوں کو قتل کرنے میں کون سی بہادری اور شجاعت نظر آتی ہے۔ حالانکہ مہذب دنیا میں انسانیت و شرافت کے ترازو میں اگر یہ فعل تولا جائے تو یہ بہادری نہیں بزدلی ہے۔ شجاعت نہیں کمینگی ہے جیسا کہ بھارت کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک حملہ کر کے بیگناہ عورتوں اور

معصوم بچوں کو قتل کیا ہے۔ بھارت کے سورماؤں کی یہ بہادری نہیں بزدلی ہے۔ انسانیت نہیں درندگی ہے اور شرافت نہیں، وحشت ہے۔

ان خواتین میں ضرارؓ کی ہمشیرہ خولہؓ بھی تھی۔ جب ایک جگہ رومی آرام کرنے کے لئے رکے تو حضرت خولہؓ نے اپنی قیدی بہنوں سے کہا کہ ہم سب اسلام کی بیٹیاں ہیں اور حق کی پرستار ہیں۔ ان کافروں کی غلامی قبول کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اپنی جانیں قربان کریں ———

چونکہ ان میں عرب کے بہادر اور جنگجو قبیلوں کی خواتین بھی شامل تھیں اسلئے حضرت خولہؓ کے ان الفاظ نے ان میں جوش پیدا کر دیا اور انہوں نے رومیوں کے خیموں کی چوبیں اکھاڑ لیں اور دشمنوں پر بھوکی شیرنیوں کی طرح حملہ کر دیا اور رومیوں پر ٹوٹ پڑیں۔

اور حضرت خولہؓ یہ اشعار پڑھ پڑھ کر مسلمان خواتین کا حوصلہ بلند کر رہی تھیں۔

نَحْنُ بَنَاتُ تُبَّعٍ وَحِمْيَرِ
وَضَرْبُنَا فِيكُمْ لَيْسَ مُنْكَرِ
لِأَنَّنَا فِي الْحَرْبِ نَارٌ تَسْعَرُ
اَلْيَوْمَ تَلْقَوْنَ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ

کہ ”ہم تبع و حمیر کے بہادر قبیلوں کی بیٹیاں ہیں اور ہمارے نزدیک تمہیں ہلاک کرنا ثواب ہے۔ اسلئے ہم لڑائی میں جلا دینے والی آگ بن جاتی ہیں یاد رکھو تم عذاب عظیم میں ڈالے جاؤ گے۔“

رومیوں نے چاروں طرف سے مسلمان خواتین کو گھیرے میں لے لیا اور ان پر حملہ کر دیا لیکن ان کی تلواریں اور نیزے مسلم خواتین کی چوبوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ جنہوں نے بہت دیر تک یہ منظر دیکھا یہ حیرت انگیز لڑائی ہوتی رہی۔ اسلئے کہ اس جنگ میں ایک طرف روم کے بڑے بڑے شہسوار تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کی بہادر خواتین

لگے اونٹ کی پیٹھ پر زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور زخموں سے چور دردناک اشعار پڑھ رہے ہیں ۔

اپنے بھائی ضرارؓ کی دردناک آواز بہن خولہ نے سُن لی ۔ پھر وہ بجلی بن کر رومیوں پر ٹوٹ پڑی، مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمنوں کو اپنی شمشیروں کی دھار پر رکھ لیا ۔ بہت سارے قتل ہو گئے باقی حضرت ضرارؓ کو چھوڑ کر فرار ہو گئے ۔

بہن بھائی گلے ملے، دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ۔ یہ خوشی کے آنسو تھے ۔ اور پھر حضرت خالدؓ کو پتہ چلا کر روم کے شہنشاہ ہرقل نے ایک لشکر جرار مسلمانوں سے اپنی ذلت آمیز شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے اجنادین روانہ کر دیا ہے ۔

مسلمانوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ دمشق کا محاصرہ وقتی طور پر اٹھا لیا جائے اور دیگر مسلمان سپہ سالاروں کو بھی حکم نامے بھیج دیئے کہ وہ اپنے لشکر لے کر اجنادین پہنچ جائیں ۔ ——— یہ خدائی یلغار، جب خدا کے بھروسے پر خدا کا نام لے کر روانہ ہوئی تو سب سے آگے حضرت خالد بن ولیدؓ تھے ۔ ان کے پیچھے پیچھے ابوعبیدہ بن جراحؓ بچوں اور خواتین کی حفاظت کرتے چلے آ رہے تھے ۔

ادھر اسلام کا لشکر دمشق کے محاصرہ کو اٹھا کر اجنادین کی طرف روانہ ہُوا تو ادھر دمشق کے عیسائیوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو عیسائی سرداروں نے اپنی کمان میں جن کے نام پطرس اور پال تھے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا ۔

چونکہ حملہ اچانک کیا گیا تھا، اسلئے مسلمانوں کو صف بندی کا بھی وقت نہ ملا کر رومی چند مسلمان خواتین کو گرفتار کر کے واپس لوٹ گئے ۔

خدا جانے کفر کے لشکر کو عورتوں کو گرفتار کرنے اور بچوں کو قتل کرنے میں کون سی بہادری اور شجاعت نظر آتی ہے ۔ حالانکہ مہذب دنیا میں انسانیت و شرافت کے ترازو میں اگر یہ فعل تولا جائے تو یہ بہادری نہیں بزدلی ہے ۔ شجاعت نہیں کمینگی ہے جیسا کہ بھارت کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک حملہ کر کے بیگناہ عورتوں اور

محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ سن کر شرجیل غسانی آتشِ غضب میں بھڑک اٹھا اور بدبخت نے جوشِ غضب میں آکر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ——

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کی خبر جب والیٔ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فوراً جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا ——

اور پھر — اسلام و کفر کی یہ عظیم جنگ مُوتہ کے میدان میں لڑی گئی!

اس جنگ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے نبی پاک علیہ السلام کو اتنا غمناک کیا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ——

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے لیکن آپؐ کے چہرۂ انور سے حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غم میں آنکھوں سے آنسو رواں تھے! ——

پھر آپؐ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا! ——

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

رَأَیْتُ جَعْفَرَ یَطِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ ——

کہ "میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ وہ جنت میں اُڑ رہے ہیں۔"

بات یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو اس جنگ میں قلم ہو گئے تھے تو اللہ کریم نے انہیں جنت میں دونوں بازو عطا کر دیئے تھے!۔

جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ جَنَاحَیْنِ یَطِیْرُ بِھِمَا ——

جنگِ مُوتہ

قارئینِ کرام! ——— یاد رہے کہ جنگِ مُوتہ کا سبب یہ بنا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی غیر مسلم حکمرانوں اور عرب قبائل کے سرداروں کے نام، اسلامی دعوت کے مکتوبِ گرامی ارسال فرمائے ———

ان میں سے اس زمانے کے مشہور والیٔ بصرہ شرجیل بن عمر غسّانی کی طرف بھی حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خطِ مبارک دے کر روانہ کر دیا ———

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے شاہی دربار میں پہنچے ——— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوبِ گرامی پیش کیا! ———

والیٔ بصرہ شرجیل بن عمر غسّانی نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ ———

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تعارف کرایا اور جواب دیا کہ مدینہ منورہ سے آیا ہوں! ———

شرجیل کہنے لگا ———

اچھا! تم محمد کے قاصد ہو! (صلی اللہ علیہ وسلم) ———

فرمایا! نہیں ——— صرف محمد کا نہیں، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قاصد ہوں! ———

محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ سن کر شرحبیل غسانی آتشِ غضب میں بھڑک اٹھا اور بدبخت نے جوشِ غضب میں آکر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر جب والیِ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فوراً جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا ۔۔۔۔۔۔۔

اور پھر ۔۔ اسلام و کفر کی یہ عظیم جنگ موتہ کے میدان میں لڑی گئی !

اس جنگ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے نبی پاک علیہ السلام کو اتنا غمناک کیا کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی فرماتی ہیں کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے لیکن آپؐ کے چہرۂ انور سے حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غم میں آنکھوں سے آنسو رواں تھے ! ۔۔۔۔۔۔۔

پھر آپؐ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا ! ۔۔۔۔۔۔۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۶ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا !

رَأَیْتُ جَعْفَرَ یَطِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ ۔۔۔۔۔۔۔

کہ "میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ وہ جنت میں اڑ رہے ہیں۔"

بات یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو اس جنگ میں قلم ہو گئے تھے تو اللہ کریم نے انہیں جنت میں دونوں بازو عطا کر دیئے تھے۔

جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ جَنَاحَیْنِ یَطِیْرُ بِھِمَا ۔۔۔۔۔۔۔

جنگِ مُوتہ

قارئینِ کرام! ——— یاد رہے کہ جنگِ مُوتہ کا سبب یہ بنا کہ امام الانبیاء
...للہ علیہ وسلم نے کئی غیر مسلم حکمرانوں اور عرب قبائل کے سرداروں کے نام، اسلامی
...کے مکتوب گرامی ارسال فرمائے ———

ان میں سے اس زمانے کے مشہور والیِ بصرہ شرجیل بن عمر غسّانی کی طرف بھی
...حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط مبارک دے کر روانہ کر دیا ———
حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بصرہ کے شاہی دربار میں پہنچے ———
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوبِ گرامی پیش کیا! ———
والیٔ بصرہ شرجیل بن عمر غسّانی نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ ———
حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تعارف کرایا اور جواب دیا کہ مدینہ
...سے آیا ہوں! ———
شرجیل کہنے لگا ———
اچھا! تم محمد کے قاصد ہو! (صلی اللہ علیہ وسلم) ———
فرمایا! نہیں — صرف محمد کا نہیں، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا
...ہوں! ———

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

محمدؒ بن قاسمؒ



حضرات گرامی ——— اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر محمد بن قاسم ہیں۔
کہ جس نے اٹھارہ سال کی عمر میں سندھ کو فتح کر کے اور ایک انتہائی ظالم اور عیاش
ہندو راجہ داہر کو شکست دے کر دیبل کے قلعہ پر اسلام کا پرچم لہرایا ———
تفصیل اس دلچسپ واقعہ کی کچھ یوں ہے کہ

سراندیپ جو کہ آج کل سری لنکا کہلاتا ہے میں کچھ عرب تاجروں کو موت
نے اپنی آغوش میں لے لیا ———

تو سراندیپ کے حکمران نے بہت سے تحفے تحائف دے کر ان فوت شدہ
عربوں کے بال بچوں کو ایک بحری جہاز پر واپس بھیج دیا۔ مگر راستہ میں سندھ کے
بحری ڈاکوؤں نے دیبل کے قریب ان عربوں کے قافلے والے جہاز کو لوٹ لیا اور
عرب عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا ———

دو تین دن کے بعد جب ان ظالموں سے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو
ایک نوجوان عرب مسلمان فیروزہ نامی لڑکی بلند آواز سے اور انتہائی دلگیر انداز میں پکاری۔

یَا حَجَّاجُ اَلْمَدَدُ ! ———

عربی مسلمان مظلوم لڑکی کی یہ آواز ہوا کے دوش پر پرواز کرتی ہوئی حجاج
بن یوسف ثقفی جو کہ اس وقت خلافتِ اسلامیہ میں ایک مردِ آہن اور بصرہ کا گورنر

موت آئی تو در کنار ——— انہیں ذرہ بھر تکلیف تک بھی نہ محسوس ہوئی۔

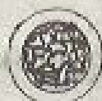
اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے! ———

کہ ——— کبھی زہر بھی کرتا ہے کارِ تریاق!

یہ بات اٹل ہے کہ موت کا ایک وقت اللہ رب العزت کی طرف سے معین ہے اور وہ عین اپنے مقرر وقت متعین مقام پر ہی آئے گی۔ مگر شہادت تو زندگی کی معراج ہے اور شہادت کو تو موت کہنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ واضح قرآنی حکم ہے کہ ———

"شہید کو مُردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں۔ مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے" ———



اور نہ ہی اسلام کی بیٹیاں سندھ کے ڈاکوؤں سے نجات حاصل کر سکتی ہیں ۔

اٹھو! ہمت سے کام لو ـــــ خدا و رسول پر بھروسہ کرو فتح و نصرت

تمہارے قدم چومے گی ـــــــــ

اٹھو اور خلافت کی شمشیر براں کو بوسہ دے کر ہوا میں لہراؤ تا کہ سندھ کے

راجہ داہر اور اس کے بحری ڈاکوؤں کو پتہ چل جائے کہ ـــــــــ

مسلمانوں کا خون ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا ۔ اسلام کے سپاہیوں کی تلواریں

ابھی کند نہیں ہوئیں ، ان کی دھار ابھی بھی فضا میں لہراتے ہوئے رومال کو دو لخت

کر سکتی ہے تو دشمن کی گردن اڑانا اس کے معمولی بات ہے ـــــــــ

حجاج کی گرجدار آواز اور اس کا پر عزم جوش و ولولہ والے خطاب نے مسلمانوں

کے دلوں کو گرما دیا ۔ اور شوقِ شہادت کا جذبہ ان کے سینوں میں موجزن ہو گیا ۔

بس پھر کیا تھا ـــــ اٹھارہ سال کا ایک نوجوان جس کا چہرہ جوش و ولولہ سے

گلنار ہو رہا تھا جھپٹ کر مجمع سے نکلا اور میدان میں آ کر حجاج بن یوسف کی تلوار

کو پکڑ کر بوسہ دیا اور فضا میں لہرایا جس سے میدان میں ایک بجلی سی کوند گئی ۔

یہ جوانِ رعنا اسی حجاج بن یوسف کا بھتیجا محمد بن قاسم تھا جو اس اسلامی

لشکر کا سپہ سالار نامزد ہوا اور چھ ہزار سر فروش سپاہیوں اور مجاہدوں کا سالار

بن نعرہ تکبیر و رسالت لگاتا ہوا دریائے سندھ کی لہروں سے کھیلنے اور بحری ڈاکوؤں سے

عرب کی پاکیزہ اور عفت مآب خواتین کو رہا کرانے کے لئے روانہ ہو گیا ـــــــ

محمد بن قاسم ـــــ حق و صداقت کا ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بن کر کفر و باطل کی

تمام چٹانیں مسمار کر گئے اور دریائے سندھ کے مضبوط کناروں کو اپنے لشکر کے

شہسواروں کے برق رفتار گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر راجہ داہر کے شاہی محلات

پر اسلامی پرچم لہرانے کیلئے منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے نکلا ——————

اور ایک آندھی و طوفان کی صورت مکران کے راستہ وادیٔ سندھ میں داخل ہو گیا۔

اور پھر بن بیلہ کو مسخر کرتے ہوئے دیبل کے سامنے جا نکلا اور جاتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا ——————

اسلامی لشکر نے کئی روز تک شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اسلئے کہ دیبل شہر کے بسنے والے پوری ہمت و حوصلے سے مدافعت کر رہے تھے۔

حجاج بن یوسف کو اس صورتِ حال کی اطلاع دی گئی۔ تو اُس نے کہلا بھیجا کہ منجنیق عروس سے سنگ باری کی جائے ——————

کیونکہ پتہ چلا کہ شہر والوں کا حوصلہ اسلئے بلند ہے کہ شہر کے سب سے بڑے مندر کے سب سے اونچے کلس پر جو جھنڈا لہرا رہا ہے، جب تک وہ نہیں گرتا شہریوں کے حوصلے بلند رہیں گے ——————

یہ بات راجہ کی طرف سے مندر کے پنڈتوں نے مشہور کر رکھی تھی۔ یہ جھنڈا اتنا اونچا اور اتنا دور تھا کہ شہر کی دیواروں کے باہر سے اسے گرایا نہیں جا سکتا تھا۔

منجنیق عروس کو ۵۰۰ آدمی اٹھایا کرتے تھے۔ حجاج بن یوسف کے فرمان کی تعمیل کی گئی۔ تو دیبل کے مندر کا وہ مینار یا بُرج جس پر جھنڈا لہراتا تھا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور اس کے گرتے ہی شہر والوں کی کمرِ ہمت ٹوٹ گئی ——————

اسی اثنار میں راجہ داہر اپنے ارد گرد کے دوسرے راجاؤں کو ساتھ ملا کر اسلام کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا ——————

چنانچہ برہمن آباد کے وسیع تر علاقہ کو میدانِ جنگ بنایا گیا ——————

راجہ داہر ایک سفید ہاتھی پر سوار ہو کر میدانِ کارزار میں اُترا۔ ہاتھیوں کے لشکر کی

فصیل کو توڑنا اگرچہ ظاہر میں مشکل نظر آتا تھا ـــــــــ

مگر اسلام کے جاں نثار اور سرفروش مجاہدوں کی خدائی یلغار۔ راجہ داہر کے ہاتھیوں کو تنکوں کی طرح بہا کر لے گئی۔ مسلمان جاں فروشوں کا حملہ اس قدر شدید اور زوردار تھا کہ ہاتھیوں کی فصیل معمولی کنکریوں کی طرح بکھر گئی اور ہاتھی اس بُری طرح بدحواس ہو کر اُلٹے پاؤں بھاگے کہ انہوں نے اپنے ہی ہندو سپاہیوں کو روند ڈالا مسلمان مجاہدوں کے اس حملہ کو دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی مرحبا مرحبا پکار اٹھے۔

راجہ داہر نے فرار ہونا چاہا مگر محمد بن قاسم نے برق رفتار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور راجہ داہر کے ہاتھی پر جا پہنچا اور پھر اپنی تیغ براں سے راجہ داہر کے سفید ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی اور داہر کو میدان میں مقابلے کے لئے للکارا ـــــــ

خونریز مقابلہ ہوا ـــ راجہ داہر، محمد بن قاسم کی فولادی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اور دو تین پینترے بدل کر محمد بن قاسم کی شمشیر تابدار کا شکار ہو گیا ـــــــ

راجہ داہر کے جہنم واصل ہونے کے بعد ہزاروں سندھیوں نے اسلام قبول کر لیا ـــ اور سندھ کے ڈاکوؤں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ـــــــ

اس طرح اسلام کی قیدی دختران کو بھی رہائی نصیب ہوئی اور ـــ

سندھ کو باب الاسلام کا خطاب ملا



طارق بن زیاد



طارق بن زیاد ـــــ بھی خدائی یلغار کے ایک سرفروش اور جرأت مند مجاہد تھے۔ جن کی بہادری و شجاعت اور عزم و استقلال نے افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کو پیدل عبور کر کے اندلس کے ساحل کو رات کے اندھیرے میں عبور کیا۔ اور پھر اپنے مٹھی بھر غازیوں کی جماعت سے اندلس کے کلیساؤں میں اذانیں دیں ـــــ

طارق ابن زیاد نے جب لشکرِ اسلام کے صرف سات ہزار بہادروں کو اندلس کے ساحل پر چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ اتارا۔ تو وہ جانتے تھے کہ میں اسلام کے سات ہزار غازیوں کی ایک مٹھی بھر جماعت کو لے کر عظمتِ اسلام اور دینِ حق کی نشر و اشاعت کے لئے آیا ہوں۔

اور ان کو یہ بھی پتہ تھا کہ دشمن کی فوجی تعداد پچاس لاکھ ہے، بلکہ کئی کروڑ انسانوں کا ایک مُلک ہے جہاں سب کے سب اجنبی اور عقیدے کے لحاظ سے بھی دشمن ہیں۔

مگر وہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اپنے بازوؤں کی قوت۔ اپنی تلوار کی کاٹ اور لشکرِ اسلام کے سرفروش مجاہدوں کے عزم و استقلال سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اسلئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ لشکرِ اسلام ایک خدائی یلغار ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی اور اسی لئے انہوں نے بحرِ ظلمات کو عبور کرتے ہی اپنی تمام کشتیاں جلا دی تھیں

اقبال مرحوم کے بقول :-

طارق چوں بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت

گفتند کارِ تو بہ نگاہ بے خرد خطاست

دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم

ترکِ سبب زروئے شریعت کجا رواست

خندید و دستِ خویش بشمشیر بردو گفت

ہر ملک ملک ماست کہ ملکِ خدائے ماست

کہ طارق نے جب اندلس کے کنارے اپنی کشتیاں جلا دیں تو ساتھیوں نے کہا کہ یہ عقلمندی نہیں۔ اسلئے کہ اپنے وطن سے بہت دُور ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو ہم یہ دریا کیسے عبور کریں گے۔ ساتھیوں کی یہ شکایت سُن کر طارق مسکرایا!

اور اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر کہا کہ دنیا کا ہر ملک ہمارا ہے ——

اسلئے کہ ہر ملک ہمارے خُدا کا ہے اور ہم خدائی یلغار کے سپاہی ہیں۔

اور پھر جب طارق کے حکم سے اسلام کے بہادر اور شیر دل مجاہد اپنی کشتیوں کو جلا رہے تھے تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ خاموش تھا۔ فطرت مسکرا رہی تھی۔ آسمان کے فرشتے حیران تھے اور خود اس کے ساتھی پریشان تھے، لیکن طارق کے چہرے پر نہ کوئی پریشانی تھی نہ کوئی پشیمانی۔ نہ کسی خوف کے آثار نمایاں تھے ——

وہ اپنی جگہ بالکل مطمئن تھا۔ اور پھر اس نے اپنے مضبوط بازوؤں کے آہنی پنجوں میں اپنی فولادی تلوار پکڑی اور اسکو کئی بار چوما اور بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوگیا اور یہ دعا کی کہ :-

الٰہی یہ تیرے پر اسرار بندے

جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اسکو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں



دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

مسلمانوں نے اندلس کے ساحل کو عبور کرتے ہی نماز کے لیئے اذان دی اور پھر سارا اسلامی لشکر خدا کے حضور میں سربسجود ہو گیا۔ شاہ و گدا کا امتیاز اٹھ گیا۔ امیر و فقیر کی تمیز نہ رہی اور سپاہی و سپہ سالار کا فرق مٹ گیا۔

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اذان کی آواز ایک ایسا سوز تھا جو ٹھوس چٹانوں سے ٹکرایا اور اس پر سوز آواز نے اندلس کے دو کروڑ انسانوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس لیئے کہ ان کے کان ابھی تک اس اعلان

حق سے ناآشنا تھے۔ کلمۂ توحید کی پرسوز اور میٹھی آواز نے جہاں عوام کو حیرت میں ڈال دیا تھا وہاں اس صدائے اللہ اکبر نے اندلس کے شاہی محلات میں بھی کھلبلی مچادی، فوراً نقارے بجا دیئے گئے اور ہر طرف شاہی قاصد مختلف علاقوں میں روانہ کر دیئے گئے تاکہ ہر علاقے کا گورنر اپنی اپنی فوج لے کر اندلس کے صدر مقام پہنچ جائے۔

چنانچہ دن چڑھتے ہی تمام صوبوں کے گورنر اور امراء شاہی فرمان کے مطابق اپنے اپنے سپاہیوں کے دستے لیکر اندلس کے شاہی مہمان خانے میں جمع ہو گئے اور پھر ایک جلسہ ہوا۔ اندلس کے سرحدی گورنر تدمیر نے ایک پرجوش تقریر کی۔

اور کہا —— اے اندلس کی مقدس سرزمین کی حفاظت کرنے والے بہادرو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک لشکر نے اندلس کے ساحل کو عبور کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اندلس پر حملہ کر کے ہماری عزت و آبرو کو تاراج کرے گا۔ ہمارے سر وں سے عزت کا تاج اتارنا چاہتا ہے۔

ان کے لباس پھٹے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں ٹوٹی تلواریں ہیں۔ وہ نہ کوئی شان و شوکت رکھتے ہیں اور نہ کوئی زینت و زیبائش اور اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے لیکن ان کے حوصلے بہت بلند ہیں۔

اسلئے اٹھو اور اندلس کی مقدس سرزمین کی رکھوالی کے لئے تلواریں سونت لو اور شاہی تخت و تاج کی حفاظت کے لیئے تیر چلوں پر چڑھالو اور بیرونی حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑو۔ ہمت کرو اور اپنے معبدوں اور کلیساؤں کی عزت پر کٹ مرو۔ تمہاری فولادی تلواروں کے ساتھ ساتھ ہمارے بزرگ پادریوں کی دعائیں بھی شامل حال رہیں گی۔

تدمیر کی اس تقریر نے مجوسیوں کے لشکر میں ایک آگ لگا دی اور۔ ان کی آنکھیں غضبناک آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔ اور پھر تدمیر وزریق کے زیر کمان خدا اور رسول کے دشمن

اور دین کے باغیوں کا ایک لشکر جرار جس کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی، بڑی شان و شوکت سے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ سونے اور چاندی کے دستوں والی جھلمل کرتی ہوئی تلواریں۔ لعل و جواہرات سے مرصع لمبے لمبے ہار، جسم پر اطلس و کمخواب کے سنہری لباس۔ گھوڑوں کے سموں میں چاندی اور سونے کے خول۔ سنہری مرصع زین و کاٹھیاں چنگ و رباب کی محفلیں، رقص و سرور کی مجلسیں۔ جام و شراب کے دَور۔ نقاروں اور ڈھولوں کا شور۔

ناچتے گاتے اور باجے بجاتے اور جھومتے جھامتے اور بڑے کبر و نخوت اور تکبر و غرور کے ساتھ جا رہے تھے۔

اور ادھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ نہ کوئی زیب و زینت تھی اور نہ کوئی شان و شوکت نہ کوئی آرائش و زیبائش اور نہ ہی کوئی آسائش و نمائش۔ جسموں پر کھدر کے لمبے لمبے کرتے سروں پر سفید کفن کے کپڑے۔ بکھرے اور بے ترتیب بال، پھٹے ہوئے لباس۔ ٹوٹی ہوئی تلواریں تھیں اور شکستہ نیزے۔ نہ کوڑے تھے اور نہ ہی جوڑے۔ نہ ہاتھی اور نہ گھوڑے۔ منہ میں روزے زبان پر اللہ کا نام اور پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے۔

اور دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام، لیکن دنیاوی شان و شوکت اور عارضی زیب و زینت نہ ہونے کے باوجود بھی ان کے چہروں پر آفتاب اسلام کی سنہری کرنیں نمایاں تھیں اور ان کا رعب و دبدبہ اور توحید کے جلال سے سرزمین اندلس لرزاں و ترساں وہ جنگ کو ایک کھیل اور موت کو زندگی کی کامیابی سمجھ کر اسلام کے باغیوں کے ساتھ اپنے وطن سے ہزاروں میل دور آ کر لڑنے والے تھے

اندلس کے مجوسیوں کا یہ ٹڈی دل لشکر تدمیر کی زیر کمان جب میدان جنگ میں پہنچا، تو مسلمان اس کی شان و شوکت، جاہ و جلال کو دیکھ کر، ان کا سامان جنگ اور بے پناہ

وسائل وسپاہ کو دیکھ کر کچھ مرعوب سے ہوئے تو اسلام کے شیر دل مجاہد طارق ابن زیاد نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور فرمایا!

کہ اے مادرِ اسلام کے بہادر بیٹو! اللہ کی توحید کے پرستارو اور ناموسِ رسول کے پاسبانوں۔ تم کفر کی ظاہری قوت وطاقت اور شان وشوکت سے گھبراتے کیوں ہو۔ ہم جس اللہ کی توحید کا پیغام اور جس رسولؐ کی رسالت کا اقرار وپیغام سنانے اور منوانے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ان کی تائید ونصرت ہر وقت اور ہر حالت میں ہمارے ساتھ ہیں۔ اس میں کسی قسم کے شبے کی کوئی بات نہیں۔

میں نے کشتیاں اسلئے جلا دی تھیں کہ اگر ہمیں شکست بھی ہو تو ہم اپنے شکست خوردہ منہ لے کر واپس نہ جا سکیں۔ اب اگر تم واپس جانا بھی چاہو تو جا نہیں سکتے۔ اسلئے کہ تمہارے پیچھے سمندر کی طوفانی لہریں اور ان موجوں میں ڈوب کر فنا ہو جاؤ گے۔ اور آگے بڑھو تو دشمن سامنے ہے۔ پیچھے جاؤ گے تو طوفانی لہریں تمہیں نگل جائیں گی اور آگے بڑھو گے تو دشمن کی فوج سے لڑ کر شہید ہو گئے تو فلاح پا جاؤ گے۔

پیچھے ہٹنا بزدلی ہے اور آگے بڑھنا..... بہادری۔ اٹھو اور اللہ اور اس کے رسولؐ پر تمہارا بھروسہ ہے شہادت بھی کامیابی اور غازی بننا بھی باعث عزت وتکریم۔ تم دونوں طرح ہی کامیاب وکامران ہو۔

اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے دشمن پر شیروں کی طرح ٹوٹ پڑو اور اندلس کے آتش کدوں کو اللہ اکبر کی آواز سے بجھا دو اور انہیں ٹھنڈے کر دو۔

بس پھر کیا تھا۔ طارق کی اس تقریر نے لشکرِ اسلام کے خون کو گرما دیا اور پھر ان بارہ ہزار غازیانِ اسلام نے تلواریں بلند کیں۔ کمانوں میں تیر چلوں پر چڑھا لئے اور نیزے تان کر تیار ہو گئے۔ طارق ابن زیاد کے ساتھیوں کی تعداد سات ہزار تھی مگر بعد میں دشمن کی کثرت تعداد

کے پیش نظر موسیٰ بن نصیر نے مزید پانچ ہزار سواروں کی کمک روانہ کر دی تھی۔

ادھر فوجِ کفر کی طرف سے طبلِ جنگ بجا اور ادھر لشکرِ اسلام کی اللہ اکبر کی آواز فضائے اندلس میں گونجی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسلام و کفر کی جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور حق و باطل کا ایک ہولناک معرکہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ یہ اسلام اور اللہ کے بہادر سپاہی بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔

تو دوسری طرف دشمن کے فوجی بھی اپنی انا اور غیرت کی جنگ لڑ رہے تھے اور وہ جان توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے

صبح سے لیکر شام تک حق و باطل کی دونوں طاقتیں پوری جرأت سے لڑتی رہیں۔ تلواریں آپس ٹکراتی رہیں اور تیروں کی بارش ہوتی رہی

اور اگرچہ دشمن کی فوج کے سپاہی جان توڑ کر رہے تھے، لیکن کئی بار ان کے قدم اکھڑے اور بڑی کوشش کے بعد سنبھل گئے

آخر کار دن کی روشنی پر رات کی تاریک چادر چھا گئی اور دونوں طرف کی فوجیں الگ ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آگئیں

کفر کے خیموں میں ساری رات شراب و شباب کا دور چلتا رہا اور سرور و جام کے دور چلتے رہے۔ ادھر اسلامی لشکر میں ساری رات عبادت اور دعائیں ہوتی رہیں۔ کفر کے سپاہی شراب پی کر ساری رات ناچتے رہے اور اسلام کے غازی ساری رات سوچتے رہے فوجِ کفر کے جوان ساری رات جور و جفا کرتے رہے۔ اور لشکرِ اسلام کے مجاہد ساری رات اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر فتح و کامیابی کی دعائیں اور مناجاتیں کرتے رہے۔

اگلی صبح ہوئی تو جنگ کے دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں نے اپنے اپنے بہادروں کا خون گرمانے اور ان کو جوش دلانے کے لیے تقریریں کیں۔ اور پھر میدانِ جنگ

گرم ہوگیا اور پھر تلواروں کی جھنکار سے جنگ کا میدان عرصۂ محشر بن گیا اور پھر تیروں کی بارش سے اندلس کے ساحل پر ایک طوفان برپا ہوگیا ۔۔۔۔۔۔

دونوں طرف کے بہادر لڑے اور خوب لڑے ۔ اگر ایک طرف سے اسلام کا پلہ بھاری ہوتا تو دوسری طرف سے کفر کا دباؤ بڑھ جاتا ۔ سارا دن لڑتے گذر گیا لیکن نتیجہ آج بھی کچھ نہ نکلا اور اسطرح سات دن متواتر حق و باطل کی جنگ ہوتی رہی لیکن فیصلہ کسی کے حق میں نہ ہوسکا ۔

آخر جب آٹھویں دن کا سورج طلوع ہوا تو طارق ابن زیاد نے اپنے لشکریوں کو کہا کہ آج انشاء اللہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی اور فیصلہ بھی ہمارے حق میں ہوگا ۔ اٹھو اور دشمن پر خدائی یلغار بن کر ٹوٹ پڑو ۔ اور وہ دیکھو ہماری فتح کا سورج طلوع ہو کر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے ۔۔

اور پھر یہ خدائی یلغار کا لشکرِ اسلام کفرستانِ اندلس پر حملہ آور ہوگیا ۔ خدا جانے آج کے دن کونسی غیبی طاقت اور امداد مسلمانوں کے ساتھ تھی کہ حملہ ہوتے ہی دشمنوں کے منہ پھر گئے ۔ اور ناموسِ اسلام کے یہ بارہ ہزار محافظ غازی اس شجاعت اور جوانمردی سے لڑے کہ جس طرف کا رُخ کرتے کافران کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوتے ۔ اور طارق نے اپنی تلوار کو میدان جنگ میں ایک بار پھر چمکا ۔

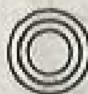
وہ بجلی کی تیزی سے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر زریق سپہ سالارِ دشمن افواج کے سر پر جا پہنچے اور اسکو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر زہر آلودہ نیزہ اس کے سینہ کے پار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اپنی فولادی تلوار سے ایک بھرپور وار کر کے اس کی گردن کاٹ دی ۔ اس کے جسم سے خون کا فوارہ بہہ نکلا ۔ گردن کٹ گئی اور لعل و جواہرات سے مرصع جڑا ہوا تاجِ شاہی اور گلے میں پڑے ہیروں اور موتیوں کے ہار بھی زمین پر بکھر گئے ۔

بس پھر کیا تھا کہ لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا اور اندلس کے فوجی اپنے امیر کی موت کے بعد گھبرا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔

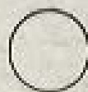
اندلسی میدان کو چھوڑ کر اپنی جانوں کو بچانے کے لئے بھاگ نکلے۔ طارق نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان مجاہدین نے ان کا دور تک تعاقب کیا۔

طارق ابن زیادہ نے اسلام کی اس فتح پر سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر تمام مسلمان بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اور اسطرح اس خدائی یلغار نے اندلس کے آتشکدوں میں گلشنِ توحید کے پھول کھلائے۔

اس جنگ میں اسلامی لشکر کو اس قدر مالِ غنیمت ہاتھ آیا کہ اندلس میں مسلمانوں نے مسجدوں اور مدرسوں کی بنیادیں رکھدیں۔ یہ طارق ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے قدموں کا نتیجہ تھا کہ اندلس نے آٹھ سو سال تک علم و ادب۔ ہنر و مہارت کا وہ سنہری دور دیکھا کہ آج کا جدید یورپ بھی وہ تصویر پیش نہیں کر سکتا۔



محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ



کیا نہیں ہے اور غزنوی کارگہِ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات!



محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی خدائی یلغار کا ایک بے خوف - نڈر اور غیرت مند غازی تھا - جس نے اپنی قوتِ ایمانی اور اپنے مرشد کی طاقتِ روحانی سے ہندوستان کے بت خانوں میں اللہ کی توحید کی آواز کو بلند کیا ——————

اور جس نے کفرستانِ ہند کے سب سے بڑے بت سومنات کو اپنے اسلام کے گرز سے پاش پاش کر کے عملِ ابراہیمیؑ اور سنتِ مصطفویﷺ کو ایک بار پھر زندہ کر دیا -

کون محمود؟ —————— جو اسلام کا ایک بہادر غازی - اللہ کا سرفروش سپاہی دین کا غیرت مند مجاہد اور میدانِ جنگ کا صف شکن شیر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کا حلیم خلیق شفیق صوم وصلوٰۃ کا پابند - شب بیدار عابد، تہجد گزار - زاہد اور عدل و انصاف کا پیکر حکمران بھی تھا ——————

اور اس کے عدل و انصاف کی معمولی سی ایک داستان یہ ہے کہ ایک دن وہ اپنے تختِ شاہی پر متمکن تھا اور اپنی رعیت کے دکھیوں - غریبوں - لاچاروں، مجبوروں

مظلوموں کی فریادیں سن رہا تھا کہ ایک عجیب و غریب حلیے کا آدمی اس کے دربار میں حاضر ہوا۔ اسکا لباس تار تار تھا اور بال گرد میں اَٹے ہوئے۔ جس کا جسم تو جلالِ شاہی سے کانپ رہا تھا لیکن غصے میں اس کی آنکھیں خون کبوتر ہو رہی تھیں۔

شاہی دربانوں نے اس کا راستہ روکنے کا بڑا جتن کیا لیکن وہ محمود غزنوی کے سامنے حاضر ہونے پر مُصر تھا کہ اچانک محمود غزنوی کی نظر اس پڑی اور دربان کو کہا اسے اندر آنے دیا جائے ـــــــــــ

وہ بڑی شانِ بے نیازی سے محمود کے پاس پہنچ گیا۔

محمود نے پوچھا۔ نوجوان کیا بات ہے ؟

اس شخص نے عرض کی۔ عالیجاہ! میری غیر موجودگی میں شاہی خاندان کا ایک فرد رات کو میرے گھر آتا ہے۔ اگر شریعتِ مصطفےٰ میں یہ جائز ہے تو میرا کوئی عُذر نہیں، اور اگر یہ جرم ہے تو اس کو روک کر میری داد رسی فرمائی جاوے۔

شاہی خاندان کے ایک فرد کے بارے میں یہ ناپاک حرکت کا سنکر محمود غزنوی کی آنکھوں میں خون اُتر آیا ـــــــــــ

محمود نے کہا کہ واقعی تم سچ کہتے ہو کہ وہ شاہی خاندان کا فرد ہے ؟

اس شخص نے کہا کہ اگر میری بات غلط ہو تو آپ کو حق ہے کہ جو بھی سزا چاہیں دیں!

محمود نے اسکو کہا کہ اب تم جاؤ۔ اور پھر جب کبھی ایسا اتفاق ہو تو فوراً مجھے اطلاع دینا

دربان سے کہا کہ جب بھی یہ شخص مجھ سے ملنا چاہے اسے روکا نہ جائے۔ اسے اچھی طرح پہچان لو! ـــــــــــ

چنانچہ ایک رات ایسا ہی ہوا کہ محمود غزنوی اپنے دیوان خانے میں موجود تھا کہ اس آدمی نے زنجیر ہلا دی۔ دربانوں نے اسی وقت محمود کو اسکے آنے کی خبر دی ـــــ

محمود اپنی خواب گاہِ شاہی سے اُٹھا اور پوچھا کہ اس وقت کیوں آئے ہو؟ ———

اس نے عرض کی اے ظلِ الٰہی! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ پھر کبھی ایسا ہو تو اطلاع دینا — سو جہاں پناہ — اس وقت شاہی خاندان کا وہ فرد میرے گھر میں موجود ہے۔

محمود غزنوی غصّے سے اُٹھا۔ ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور آدھی رات کے وقت اس غریب کے ساتھ چل دیا — اور پھر جب اس غریب کی ٹوٹی ہوئی جھونپڑی میں پہنچا تو چراغ جل رہا تھا ———

اور محمود غزنوی نے ملزم کو پہچان لیا — اور حکم دیا کہ فوراً چراغ کو بجھا دو ———

اور پھر رات کے اندھیرے میں تلوار کا وار کر کے ملزم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ———

اور پھر کہا کہ مجھے فوراً پانی پلا دو ———

محمود غزنوی کی ان عجیب و غریب باتوں اور حرکات کو دیکھ وہ غیرت مند انسان حیران ہو گیا ———

اور پھر عرض کی کہ۔ عالیجاہ چراغ بجھانے میں کیا راز تھا — اور ملزم کو قتل کرنے کے بعد فوراً پانی پینے میں کیا بھید تھا۔؟ ———

محمود غزنوی نے کہا کہ چراغ اسلیئے بجھا دیا گیا تھا، کیونکہ میں نے پہچان لیا تھا کہ ملزم میری بہن کا لڑکا تھا۔ اسلیئے مجھے فکر ہوئی کہ چراغ کی روشنی میں مجھے ملزم پر رحم نہ آ جائے۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ملزم بچ جائے اور میرے ہاتھوں سے عدل و انصاف کا دامن چھوٹ جائے ———

اور ملزم کو قتل کرنے کے بعد پانی اس لیئے پیا تھا کہ جس روز پہلی مرتبہ تم میرے دربار میں فریاد لیکر گئے تھے تو میں نے اسی روز سے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک تمہارے ساتھ انصاف نہ ہو گا میں پانی نہ پیوں گا ———

جس مسلمان حکمران کا اپنی رعیت کے ایک غریب آدمی کے ساتھ یہ حال ہو کہ وہ انصاف کرتے وقت اپنے حقیقی بھانجے کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہ کرے تو پھر لیے

مسلمان کو کون شکست دے سکتا ہے اور ایسے مسلمان بادشاہ کی تلوار کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے تین سو راجپوت راجاؤں کی قوت اور سومنات کے مہادیو کے لاکھوں پجاریوں کی طاقت بھی محمود غزنوی کی قوت ایمانی کے سامنے پانی کا ایک بلبلہ سا ہو کر رہ گئی ـــــــــــ

اس نے ہندوستان پر اٹھارہ حملے کئے اور وہ ہر بار کامیابی و فتح پا کر واپس لوٹا۔ اور پھر آخری بار جب وہ سومنات کے بت کو توڑنے کے لئے چالیس ہزار جانثار سپاہیوں کو لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس کا یہ لشکر اسلام خدائی یلغار بن گیا۔ لیکن حملہ کرنے سے پہلے وہ اپنے مرشد پاک حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ـــــــــــ

اور عرض کی۔ آقا میں ہندوستان کے سب سے بڑے بت کو توڑنے جا رہا ہوں۔ میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی و فتح عطا فرمائے ـــــــــــ

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا کہ محمود جاؤ اور میں دعا بھی کروں گا اور یہ میرا کرتہ بھی لیتے جاؤ۔ میدان جنگ میں اگر ضرورت پڑی تو تمہارے کام آئے گا ـــــــــــ

مرشد پاک کا کرتہ لے کر محمود غزنوی چالیس ہزار سوار مسلمانوں کے ایک لشکر جرار کیساتھ حملہ آور ہوا۔ ہندوستان کے تین سو راجوں اور مہاراجوں اور سومنات کے لاکھوں پجاریوں و محافظوں کی تلواریں بھی مقابلے میں ابھر اٹھیں ـــــــــــ

اسلام کا یہ مجاہد، صف شکن غازی، اور اللہ کا شیر، اپنے جانثار لشکر کو لیکر شیر ببر کی طرح دھاڑتا ہوا غزنی سے چمن کے راستے سرزمین ہند میں داخل ہو کر بلوچستان۔ سکھر اور راجپوتانہ کے ریگستان سے گزرتا ہوا سومنات کے سامنے جا نکلا ـــــــــــ

ادھر ـــ مہادیو کی حفاظت کیلئے پورے ہندوستان میں مذہبی جنگ کے اعلان کے بعد یہاں کا ہر ہندو اپنی بساط کے مطابق اس جنگ میں شریک تھا ـــــــــــ

ادھر مہادیو کی جے کا جیکارہ اُٹھا تو دوسری طرف محمود غزنوی کے مجاہدوں نے اللہ اکبر کا نعرہ مستانہ بلند کیا جس فضائے سومنات گم ہو کر رہ گئی اور یہ گونج پورے ہندوستان کی فضا پر چھا گئی ———

سومنات کے پجاریوں نے محمود غزنوی کی آمد سے قبل ہی اعلان کروا دیا تھا کہ اپنے مہادیو! کی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے جو بھی مارا جائے گا وہ سیدھا سورگ کو جائیگا۔ اسلئے اس لایعنی اعلان کے ساتھ ہی بھارت ماتا کے جنگی جنونیوں میں ایک جوش سا پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ مہادیو کی حفاظت کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگانے پر پوری طرح تیار ہو چکے تھے ———

جنگ سے پہلے محمود غزنوی نے اپنے بہادر مجاہدوں سے کہا ———

کہ اے میرے شیر دل جوانو ——— اسلام کی آبرو کے نگہبانو! ——— ناموس رسالتؐ کے پاسبانو اور اے شمع توحید کے پروانو ——— حق و باطل کی یہ آخری جنگ اور اسلام و کفر کا یہ آخری معرکہ ہے ———

اور ہم اپنے وطن سے ہزاروں میل دور کسی مادی خواہش اور ذاتی مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہیں آئے ——— اور ہمارے سامنے یہاں کے سونے چاندی کے خزانے بھی نہیں ہیں ——— بلکہ ہم تو کفرستان ہند میں اسلام کی شمع روشن کرنے اور ——— ہندوستان کے بت خانوں میں اللہ کی توحید کا پرچم لہرانے کے لئے آئے ہیں۔

اسلئے اب ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ فتح یا شہادت! ———

بس پھر کیا تھا۔ محمود کی اس تقریر نے لشکرِ اسلام کے دلوں میں امیدِ فتح اور شوقِ شہادت کی آگ بھڑکا دی ———

اور پھر نعرہ تکبیر سے سرزمین ہند بھی لرز اٹھی۔ خدائی یلغار آگے بڑھی اور میدانِ

کارزار گرم ہو گیا ـــــــــ

دونوں طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی - کمندیں پھینکی گئیں اور تلواریں

چمکنے لگیں ـــــــــ

مہادیو کی جے ـــ اور ـــ اللہ اکبر کی آواز قدم قدم پر اٹھنے لگی - وہ اپنے

جھوٹے خدا سومنات کے بت کی حفاظت کے لئے اور یہ اپنے معبودِ برحق کی توحید

کی پاسبانی کے لئے لڑ رہے تھے ـــــــــ

وہ لڑنے کو تو میدان میں آ نکلے تھے، لیکن میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے بارے

میں نہیں جانتے تھے ـــــــــ

کہ مندروں میں بیٹھ کر پوریاں کھانی تو آسان ہے ـــــــــ

لیکن میدانِ جنگ میں مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے -

لشکرِ اسلام کا دباؤ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جا رہا تھا ـــــ اور پھر راجپوت راجوں

اور سومنات کے برہمنوں کی سر توڑ مدافعت کے باوجود بھی ـــــ لشکرِ اسلام آگے

بڑھتا گیا اور مندر کی فصیل تک پہنچ گیا ـــــــــ

کئی دن تک اس فصیل کے ارد گرد حق و باطل اور توحید و شرک میں جنگ ہوتی

رہی، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا -

اسی اثناء میں محمود غزنوی کو اپنے مرشدِ پاک خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے

کرتے کا خیال آگیا ـــــــــ

اس نے وضو کیا، دو نفل پڑھے اور سر بسجود ہو کر بارگاہِ الٰہی میں التجاء کی کہ

"اے میرے اللہ میں کسی ذاتی غرض یا کسی نفسانی خواہش کے لئے نہیں بلکہ صرف

تیری توحید کی آبرو اور تیرے رسولؐ کی ناموس کی خاطر اور ہندوستان کے ظلمت کدہ میں تیرا نام

بلند کرنے اور کفرستانِ ہند کے بت خانوں میں تیرے نام کی اذانیں دینے اور ——

رام کرشن کے پرستاروں کو تیرے محبوب پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی رسالت کا پیغام سنانے کے لئے لڑ رہا ہوں ——

اس لئے اپنے ایک مقبول بندے کے اس مقدس کرتے کے صدقے میں مجھے کفر

پر فتح نصیب فرما! ——

محمود غزنوی کی یہ التجا قبول و مقبول ہو گئی —— اور اس نے ایک بار پھر اپنے

لشکریوں کو اپنی پرجوش تقریر سے گرما دیا ——

اور پھر ایک ایسا پرزور و پرجوش حملہ کیا کہ ہندوستانی راجے اور مہادیو کے محافظ

و پروہت — رام رام کی دہائی دیتے ہوئے میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے ——

جنگ ختم ہو چکی تھی اور یہ خدائی یلغار اس فتح و نصرت پر سجدۂ شکر بجا لائی۔

محمود غزنوی اپنے فولادی گرز کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ کر سومنات کے

بتخانہ کے اس احاطہ میں داخل ہوا۔ جہاں اس وقت کے ہندوستان کی تہذیب و تمدن

کی شرمناک اور ذلیل سے ذلیل ترین حرکتیں ہوتی تھیں ——

میدانِ جنگ کے بچے کھچے راجواڑوں، برہمنوں اور پروہتوں نے محمود کے پاؤں

کو پکڑ لیا اور ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ ——

ہمارے مہادیو کو نہ توڑیں۔ اس کے بدلے میں آپ جتنا چاندی، سونا اور زر و

جواہرات چاہیں لے لیں۔ اسکے علاوہ خزانہ دولت اور جو کچھ آپ چاہیں لے لیں —

اس کے جواب میں۔ اس اسلام کے بت شکن مجاہد نے اپنا فولادی گرز اٹھایا

اور مہادیو کے سر پہ مارا۔ اور مہادیو کے ٹکڑے پورے مندر میں بکھر گئے محمود نے کہا

کہ میں بت فروش نہیں بلکہ بت شکن کہلانا زیادہ پسند کرتا ہوں! اور بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

کہ ـــ حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں

طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

بعض متعصب مورخوں اور ہندوستان کے کینہ پرور ہندوؤں نے محمود کو ایک لٹیرا اور ڈاکو ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کی ہے ـــــــــــــــ

اس لیئے کہ کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنا اور وہاں کے سونے چاندی کے خزانے لوٹ لینا کوئی بہادری نہیں ہوتی ـــــــــــــــ

لیکن ـــــ وہ نہیں جانتے کہ محمود غزنوی ایک پکا سچا مسلمان تھا۔ اور صحیح معنوں میں مذہب پرست، اسلیئے اس کے مذہب میں بتوں کو توڑنا عین اسلام تھا۔ اور عمل ابراہیمیؑ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سونے اور چاندی کے خزانے محمود کے لیے مالِ غنیمت تھے ـــــــــــــــ

۶ ستمبر ۱۹۶۵ کو رات کے اندھیرے میں ہندوستان کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک حملہ کر کے جب اسلام کو للکارا تو وہ شاید یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ ـــ

مہاراج ایہہ کھیڈ تلوار دی اے

جنگ کھیڈ نہیں ہوندی زنانیاں دی

اور پھر اپنے ملک وملت کی آزادی ووقار اور اسلام کی آبرو کی حفاظت کے لئے جب صدر پاکستان محمد ایوب خاں کی بہادر قیادت میں اسلام کا لشکر مقابلے میں آیا تو یہ بھی ایک "خدائی یلغار" تھی۔ جس کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی جرأت وشجاعت کی ضرورت تھی۔ لیکن اس خدائی یلغار کے ہاتھوں ہر محاذ پہ ہندوستان کے جنگی جنونیوں کی ذلت آمیز شکست نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھارت ماتا کے بزدل بیٹوں کے پاس نہ کوئی جرأت ہے اور نہ کوئی شجاعت۔ اور نہ کوئی حوصلہ ہے اور نہ کوئی استقلال ـــــــــــــــ

اور پھر کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنے اور سونے اور چاندی کے خزانے کو حاصل کرنے کے سبب محمود غزنوی کو ڈاکو اور لٹیرا کہنے والے ہندو یہ بتائیں کہ ——

اس جنگ میں تم نے کون سی بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ رات کے اندھیرے میں جنگ کا اعلان کئے بغیر اچانک حملہ کر دینا ——

اور بچوں کو قتل اور عورتوں کو اغوا کر لینا اور پھر مسجدوں کو جلا ڈالنا۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کا کام نہیں تو —— اور کیا ہے ؟ ——

کشمیر کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم و ستم، جبر و تشدد اور ان کو قتل کرنا۔ ان جرم کی سزا ہے کہ وہ ہندوستان کے ظالم حکمرانوں اور بھارت کے وحشی درندوں سے غلامی کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہونا چاہتے ہیں ——

حالانکہ آج سے اٹھارہ سال قبل انگریزی غلامی سے نجات پانے اور غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لئے کانگریسی ہندو بھی وہ سب کچھ کر چکے ہیں جو آج کشمیر کے مسلمان کر رہے ہیں ——

عدم تشدد سے لیکر بم کیس۔ جلیانوالہ باغ کی گولیاں اور جیل خانوں کی سلاخیں اس بات کی گواہ ہیں کہ اپنی آزادی کے لئے جلوس بھی نکالے جاتے تھے اور مظاہرے بھی ہوتے تھے ——

فرنگیوں کی سامراجی طاقت کے خلاف تقریریں بھی ہوتی تھیں اور مضامین بھی لکھے جاتے تھے اور تحریک آزادی کے کامیاب بنانے کے لئے باپو گاندھی کے عدم تشدد کے نظریئے کو چھوڑ کر ریل کی پٹڑیاں تک اکھاڑ دی جاتی ہیں ——

اور سرکاری دفتروں اور ریلوے اسٹیشنوں کو آگ تک لگا دی جاتی رہی اور سردار بھگت سنگھ کو وائسرائے کی گاڑی پر بم پھینکنا پڑا ——

اگر وہ سب کچھ "دیس بھگتی" تھی تو آج کشمیر کے مسلمانوں کی یہ تحریک آزادی بغاوت کیوں ہے؟ ——— جس کو کچلنے کے لئے ہندوستان کے وحشی درندے اور ظالم حکمران ان پر جو ظلم و ستم کر رہے ہیں اس کی مثال تو ہندوستان پر انگریزی راج کے دو سو سالہ تسلط بھی پیش نہیں کر سکتا ———

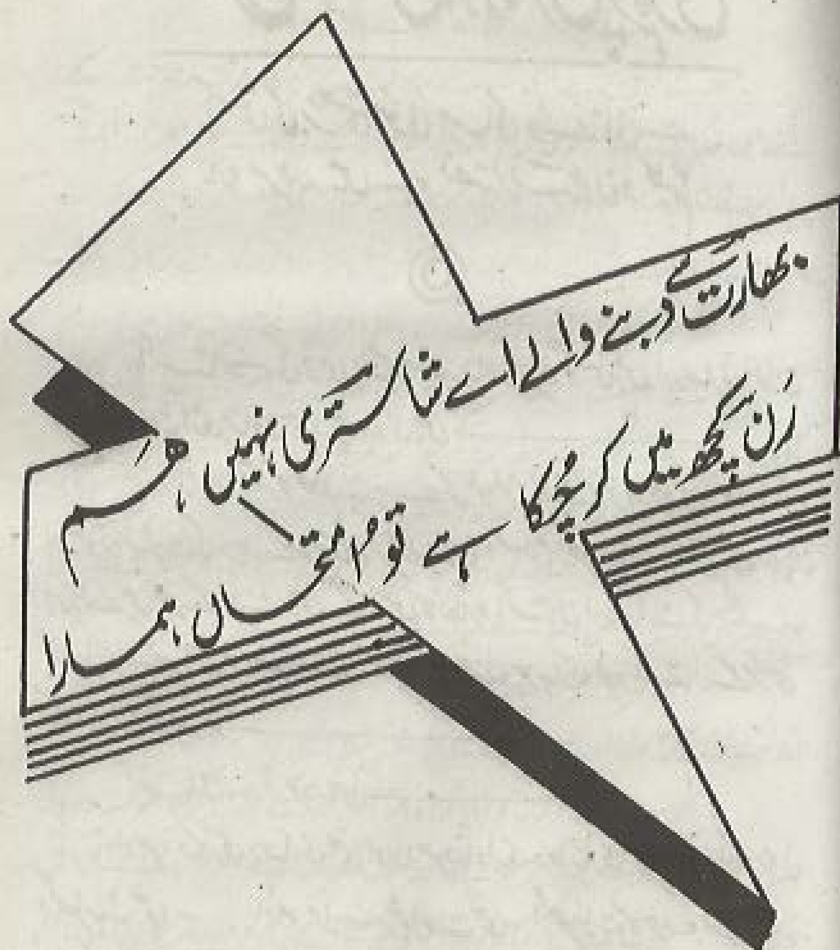
اور پھر اسی تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے ہندوستان کے جنگی سورماؤں نے پاکستان پر بھی حملہ کر دیا۔ لیکن پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے جس ہمت و جرأت اور عزم و استقلال اور اتحاد و اتفاق سے اس کا مقابلہ کیا ———

اور پاکستان کی مسلح بہادر افواج نے خدائی یلغار کی صورت میں جس جانثاری اور سرفروشی کے جذبے سے سرشار ہو کر جو حیرت انگیز جنگی کارنامے دکھائے وہ قیامت تک ایک لازوال حقیقت کی صورت میں زندہ رہیں گے ———

اور اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک جنگ موتہ اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کا کرتہ مبارک سومنات کو فتح کرنے کا سبب بن سکتا ہے تو جہاد پاکستان میں تو نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم۔ میاں شیر محمد شرقپوری ۔ داتا گنج بخش ۔ پیر جماعت علی شاہ لاثانی اور امام علی الحق اور دوسرے اولیائے کرام بھی پاکستان کی بہادر فوجوں کی مدد کے لئے شامل تھے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



جنرل موسیٰ اور جنرل چوہدری

اس کی بڑھتی ہوئی بیباکی و بے تابی سے
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون و کلیمؑ



پاکستان کی فوجوں کے سپہ سالار جنرل موسیٰ ہیں اور بھارتی افواج کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل چوہدری ہیں ——————

مندرجہ بالا شعر کا مطلب یہ ہے کہ مردِ مومن کے جوش و خروش، جہاد کی تڑپ اور شوقِ شہادت کی وجہ سے موسیٰ و فرعون یعنی اسلام و کفر اور حق و باطل کے درمیان ہر زمانے میں معرکے ہوتے رہیں گے۔ جس کا نظارہ پاکستان اور بھارت کی جنگ میں کیا جا چکا ہے۔ جس میں ہندوستان کے فرعون جنرل چوہدری اور پاکستان کے موسیٰ کے درمیان مقابلہ ہوا ——————

مقابلہ —— تو ضرور ہوا —————— لیکن

ادھر، مکاری و عیاری تھی اور ادھر وفاداری و جاں نثاری تھی۔ ادھر بزدلی و گھبراہٹ تھی۔ ادھر جرأت و شجاعت تھی۔ اُدھر موت کا خوف تھا۔ اور ادھر شہادت کا شوق تھا۔ ادھر کفر و باطل تھا اور ادھر اسلام و حق تھا۔

اُدھر ہندوستان کا فرعون تھا اور ادھر پاکستان کا موسیٰ۔ غرضیکہ توحید و شرک

کی ٹکر تھی ـــــــ اور اسلام وکفر کی لڑائی ۔ نیکی وبدی کی جنگ تھی اور حق وباطل کا معرکہ !ـ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ــــ

مثلِ کلیم ہُوا اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لَاتَخَف!

مصر کے فرعون نے اپنی حکومت ودولت کے غرور اور قوّت وطاقت کے نشے میں خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا اور پھر نجومیوں کے یہ بتانے پر کہ مصر میں ایک بچّہ پیدا ہونے والا ہے جس کا نام حضرت موسیٰ علیہ السّلام ہوگا ـ اور وہ تیری حکومت وسلطنت ، دولت وثروت اور تیری خدائی کو اپنی خداداد قوّت سے برباد کردیگا ـ

نجومیوں کی اس پیش گوئی کے پیشِ نظر، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو قتل کروانے کا ایک منصوبہ تیار کیا ـ اور اپنی مملکت میں اعلانِ عام کروادیا کہ اگر کوئی لڑکا کسی کے گھر میں پیدا ہو تو اسے قتل کردیا جائے ــــــــ

اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اسے زندہ رکھا جائے ـ چنانچہ فرعون کے سرکاری اہلکار تمام ملک میں پھیل گئے اور ہر اس گھر کی نگرانی ہونے لگی جس گھر میں بچّے کی پیدائش متوقع تھی ــــــــ

اس طرح فرعون کے حکمِ بد سے ملکِ مصر میں ہزاروں بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ـ اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام بھی پیدا ہو گئے ــــــــ

نجومیوں نے فرعون کو بتایا کہ وہ بچّہ جس کے ہاتھوں تیری حکومت وخدائی برباد ہونے والی ہے پیدا ہو چکا ہے اور فلاں گھر میں ہے ـ فرعون کے سپاہی وہاں پہنچ گئے ـ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ اپنے اس بچے کو دودھ پلا رہی تھی ـ جو اللہ تعالیٰ کا جلیل القدر پیغمبر ہونے والا تھا اور وہ بچہ کہ جس نے جوان ہو کر فرعون کی طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی فرعونیت اور جھوٹی خدائی کو تباہ کر کے بنی اسرائیل کو اس

کے ظلم و ستم سے نجات دلانی تھی ——————

اور جس بچے نے آگے چل کر خدائی طاقت اور نبوت و رسالت کے جلال و کمال سے فرعونیوں کی وحشت و بربریت اور ان کی باطل پرستی کے تختے کو الٹ کر امن و سلامتی - حق و صداقت - عدل و انصاف اور توحید و اسلام کی شمع روشن کرنی تھی۔

اور یہ وہی بچہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات و کمالاتِ عصاء، فتح و نصرت اور ید بیضاء کی غیر فانی روشنی کے ساتھ ساتھ، اولئے دلبرانہ اور رَبِّ اَرِنِیْ کی آرزو بھی عطا ہونے والی تھی ——————

اور یہ وہی بچہ تھا کہ جو اسی عصاءِ فتح و نصرت سے پتھروں سے پانی کے چشمے - دریائے نیل کی بپھری ہوئی موجوں میں راستہ اور ید بیضاء کی روشنی سے نسلِ انسانی کو سیدھی راہ دکھانے والا تھا - بچہ ماں کی جھولی میں تھا اور فرعون کے سپاہی دروازے پر! ——————

مکان کا دروازہ زور سے کھٹکا - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے پوچھا کون ہے؟ ——————

جواب ملا ہم فرعون کے سپاہی ہیں - دروازہ کھولو! ——————

اور یہ سخت آواز سن کر ماں کا دل دھڑکنے لگا - اسلئے کہ وہ فرعون کے سپاہی تھے اور فرعون معصوم بچوں کا دشمن تھا! ——————

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی ماں نے پھر پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ ——————

سپاہیوں نے جواب دیا کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہاں ایک بچہ ہے! ——————

ماں سمجھ گئی کہ بس میرے بچے کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو مصر کے دوسرے ہزاروں بچوں کا ہو چکا ہے اور پھر وہ سجدے میں گر گئی اور عرض کی اے پروردگار میرے بچے کو فرعون کی تلوار سے بچالے ——————

دعا قبول ہو گئی اور ہوتی بھی کیوں ناں؟ ——————

اور اگر وہ دعا نہ بھی کرتی تو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ہونے والے پیغمبر کی

حفاظت کرنی تھی کیونکہ یہ اللہ کی اپنی مشیت تھی ——————

اور پھر آواز آئی ؎

در تنور انداز موسیٰ را تو زود

ما نگہدا ریم او از ناز و دود

کہ میرے پیارے کلیم کی ماں جلدی اُٹھ اور اپنے اس معصوم بچے کو

اپنے ہی ہاتھوں سے اس جلتے ہوئے تنور میں پھینک کر اوپر ڈھکنا دے دے۔

اور گھبرانا ہرگز نہ۔ اسلئے کہ آگ تو آگ رہی ہم تیرے بچے کو دھواں تک نہیں لگنے دیں گے۔

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے یہ حیرت انگیز اور مسرت انگیز آواز سن

کر اپنے بچے کو تنور کے دہکتے انگاروں میں رکھکر اس پر ڈھکن دے دیا ——————

اور اس کام سے فارغ ہو کر گھر کا دروازہ کھول دیا گیا ——————

فرعون کے سپاہی اندر آگئے۔ مکان کی اچھی طرح سے تلاشی لی۔ گھر کا کونہ کونہ دیکھا۔

صندوقوں اور الماریوں کے تالے توڑے۔ لیکن ان کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکا کہ وہ بچہ

تندور کے اندر گرم انگاروں سے کھیل رہا ہے ——————

سپاہی تلاش کر کے اور مایوس ہو کر واپس چلے گئے تو ماں نے تندور پر ڈھکنا

اٹھایا۔ دیکھا تو بچہ آرام سے بیٹھا انگوٹھا چوس رہا ہے ——————

ماں کی ممتا یہ دیکھکر جوش میں آگئی اور اس نے بچے کو تندور سے نکال کر سینے

سے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر ادا کیا اور پھر خدا تعالےٰ نے اس بچے کو دریائے

نیل کی طوفانی لہروں سے بچایا ——————

تو مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے جس بندے سے کوئی لینا ہوتا ہے اور

جن کے نورانی ہاتھوں سے کافر و مشرک بادشاہوں کے پھیلائے ہوئے کفر و شرک اور ظالم و جابر حکمرانوں کے پروردہ، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کا خاتمہ کرا کے اپنی مخلوقِ انسانی کو توحید و اسلام - حق و صداقت، عدل و انصاف اور نیکی و پارسائی کی راہ دکھانا مقصود ہوتی ہے ———

تو پھر وہ خود اپنے اس برگزیدہ اور خاص بندے کی حفاظت و نگہداشت کرتا ہے۔ اور پھر وہ وقت بھی آگیا کہ ———

خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسٰی طلسمِ سامری

اور پھر اللہ تعالےٰ کے یہ جلیل القدر پیغمبر خداوند کریم کے اُولوالعزم رسول اور ربّ دو جہاں کے لاڈلے اور جلال و ہیبت والے نبی - فرعون ہی کے شاہی محلّات میں پل کر جوان ہوئے ———

فرعون کا ظلم بڑھتا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہوتے گئے اور پھر توحید کی صدائے دلنواز اور حق کی آواز زود گداز مصر کی وادیوں میں گونج اُٹھی۔

اور فرعون کے ظلم و ستم، وحشت و بربریت، ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک کے قلعہ کا ضربِ کلیمی سے ٹوٹنے کا وقت آن پہنچا ——— اور تکبر و غرور اور جاہ و جلال اور جھوٹی خدائی کے محل گرنے کا وقت آگیا — اور پھر اس صدائے حق کو نہ فرعون کی قوت دبا سکی اور نہ ہی رسیوں کے سانپ بنانے والے فرعون کے جادوگر، عصاء موسوی کا مقابلہ کر سکے۔

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑھتی ہوئی تحریک توحید و رسالت کو کچلنے کیلئے فرعون نے تمام ملک سے جادوگر منگوائے کیونکہ یہ دور جادوگری کے عروج کا تھا اور پھر جب ایک کھلے میدان میں اسلام و کفر کی ٹکر - توحید و شرک کی جنگ - اللہ کے پیغمبر اور

فرعون کے جادوگروں اور نبی کے معجزے اور ان کے جادو کا مقابلہ ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بارگاہ میں یہ عرض کرنے پر جواب آیا ! ________

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

کہ اے میرے پیارے کلیمؑ ذرہ برابر بھی خوف نہ کر تو ہی غالب آئے گا ______

فرعون کی طرف سے یہ آخری ٹکر تھی جو توحید و ایمان کی دعوت اور حق و صداقت کی تحریک کو دبانے کے لیئے لی گئی ۔ لیکن اس ٹکر میں بھی حق و باطل پر، اسلام کفر پر، اور روحانیت مادہ پرستی پر غالب آئی ۔ اور یہی قوتِ الٰہیہ اور طاقت روحانی کی طرف علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ ؎

ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیرِ محمدؐ اور کبھی چوبِ کلیمؑ

اور پھر ہر میدان میں شکست کھانے اور ہر محاذ پر بری طرح پسپا ہونے کے بعد آخر فرعون دریائے نیل کی طوفانی موجوں میں ڈوب کر فنا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی مکر و فریب کے تمام جال ٹوٹ گئے اور اس جھوٹی خدائی کا محل بھی زمیں بوس ہو گیا اور پھر توحید الٰہی کا پرچم اور حق و صداقت کا جھنڈا ہلالِ احمر بن کر مصر کی فلک بوس عمارتوں پر لہرانے لگا ________

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہندوستان کے فرعون اور بھارت کے سامری نے پاکستان کے موسیٰ کے ساتھ ٹکر لی ۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ ؎

مثلِ کلیمؑ ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگ لَاتَخَفْ

اور بھارت کے فرعون اور بھارت کے سامری نے پاکستان کے نام کے موسیٰ

کے ساتھ جنگ کر کے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلیمؑ کے نام کی لاج رکھ لی اور بھارت کے ساحری کا طلسم، ضربِ کلیمی اور چوبِ موسوی سے کس طرح توڑا اور طاقت روحانی کی طرف اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

بھارت کے فرعون جنرل چودھری نے رات کے اندھیرے میں اعلانِ جنگ کئے بغیر پاکستان پر اچانک حملہ کر دیا جو جنرل چودھری، مسٹر چون اور مسٹر شاستری کے نزدیک ایک فوجی کارروائی ہو سکتا ہے۔ لیکن دنیا کے مہذب اور انصاف پسند مؤرخ جب آئندہ تاریخ لکھیں گے تو بھارت کے اس حملے کو ایک مسلح ڈاکے سے تعبیر کریں گے۔

اسلئے کہ اعلانِ جنگ کئے بغیر رات کے اندھیرے میں سوئے اور نہتے لوگوں پر اچانک حملہ کر دینا اور پھر عام شہریوں، دیہاتیوں کو قتل کرنا اور خواتین تک کو اغواء کر لینا فوجی حملہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا چوروں، لٹیروں اور ڈاکوؤں کا کام ہوتا ہے۔

اور پھر لاہور، سیالکوٹ اور دوسرے محاذوں پر بھارت کے ساحری ـ اور ہندوستان کے فرعون کے جادوگروں کی پاکستان کے موسیٰ کے بہادر حق پرستاروں اور اللہ کے شیروں سے ساتھ جنگ ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت کے ساحری کے پجاری پاکستان کے فرزندانِ توحید کا مقابلہ نہ کر سکے اور ہر میدان میں ان کو ذلت آمیز شکست کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا ـ اور وہ قوم جو خواجہ اجمیری کی کلاٹی کی گھر ماؤں کا مقابلہ نہ کر سکی ـ وہ پاکستان بھر کے شیروں کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے ـ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کفرستانِ ہند کے بت خانوں میں توحید کی شمع روشن کرنے آئے ـ بھارت کے برہمنوں کو حق و اسلام کی دعوت دینے

آئے ۔ ماتا دیوی کے پجاریوں کو خانہ کعبہ کا تعارف کرانے آئے ۔ پتھروں کی مورتیوں کے آگے جھکنے والوں کو ایک اللہ کے آگے جھکانے آئے اور رام کرشن کا نام جپنے والوں کو مقام مصطفےٰ سمجھانے آئے اور اس شان سے آئے کہ نہ کوئی فوج تھی اور نہ کوئی لشکر۔ نہ ہاتھ میں کوئی تلوار تھی نہ خنجر۔ نہ کوئی جوڑا نہ کوئی گھوڑا اور نہ کوئی طاقت اور نہ کوئی قوت ــــــــ

بس ہاتھ میں ایک تسبیح تھی اور گلے میں کلام پاک۔ سر پر ٹوپی تھی اور پاؤں میں کھڑاویں اور دل میں شمع توحید کی روشنی تھی اور آنکھوں میں نور مصطفےٰ کے جلوے۔ اس لئے کہ ؂

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے
وہ بات جو مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

حکومت پرتھوی راج کی تھی ــــــ اور جوگی جے پال تھا۔ پرتھوی راج نے حکومت کا رعب دکھایا ــ مگر اللہ کا فقیر مسکرایا ــــــ !

کہ ــــ خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہ فقر

راجے نے طاقت آزمائی ، فقیر نے شان فقر دکھائی کہ

؂ ــــ فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر ، فقر ہے شاہوں کا شاہ

پرتھوی راج نے کہا ـــــ او فقیر ـــــ یہاں سے نکل جاؤ ! ـــــ

فقیر نے فرمایا ـــــــ راجہ تم ہی بدل جاؤ ! ـــــ

راجے نے کہا ـــــ تم یہاں کیوں آئے ہو ؟ ـــــ

فقیر نے فرمایا ـــ

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں

پر ـــ مجھے ہے حکمِ اذاں ـــ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اور پھر جب پرتھوی راج کی طاقت اس مردِ حق شناس پر غالب نہ آسکی تو

اس وقت کے ہندوستان کے مشہور و معروف جادوگر جوگی جو سرکاری اور درباری

تھا اور جس کو ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے

اور جس کا نام جے پال تھا کو بلایا گیا ـ تاکہ وہ جادو کے زور پر فقر و درویشی پر غالب آجائے ـ

آخر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا ـ اُدھر کفر تھا ـ اِدھر حق و اسلام ـ اُدھر

گمراہی و ضلالت تھی ـــ اور اِدھر رشد و ہدایت ـــ اُدھر مادہ پرستی تھی ـــ اِدھر نفاست

اُدھر جادو تھا ـــ اور اِدھر کرامت ـــ اُدھر شاہی جوگی تھا جے پال ـ اِدھر اللہ کا

درویش خواجہ معین الدین چشتیؒ ـــ

جادو اسباب کا محتاج ہوتا ہے ـ اور کرامت کسی اسباب کی محتاج نہیں ہوتی ـ

جوگی نے اپنی مٹھی بند کی اور کہا ـــ او فقیر بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

خواجہ صاحب نے نگاہِ فقر سے دیکھا اور تیری مٹھی میں گنگا و جمنا دریاؤں کا ریت ہے ـ

جوگی جے پال نے کہا ٹھیک ہے! ـــ

اور پھر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے باغِ جنت کا ایک

پھول اپنی مٹھی میں بند کر کے فرمایا ـــ

او جوگی ـــ بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

جوگی جے پال نے اپنے جادو کے زور پر زمین کا کونہ کونہ چھان مارا مگر اسکی سمجھ میں کچھ

نہ آیا اور پھر وہ اپنے جادو کے زور پر فضا میں پرواز کر گیا اور ابھی تھوڑا سا بلند ہوا تھا کہ ـــ

خواجہ صاحب نے اپنی لکڑی کی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ جاؤ، اس جوگی کو نیچے زمین پر اتار دو
بس پھر کیا تھا - یہ حکم سنتے ہی دونوں کھڑاویں فضا میں بلند ہو گئیں اور جوگی
جے پال کے سر پر پڑنے لگیں - جب جادوگر نے دیکھا کہ یہ کھڑاویں اس کا پیچھا نہ
چھوڑیں گی بالآخر مجبور ہو کر وہ زمین پر اتر آیا۔

جے پال زمین پر اترتے ہی خواجہ صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور مسلمان ہو گیا
اور اس کی قبر آج بھی خواجہ صاحب کے مزار پاک کے ساتھ ہے -

اور پھر آہستہ آہستہ کفرستان ہند میں خواجہ کے فیض روحانی کے چشمے ابلنے
لگے اور بھارت کے بت خانوں میں اذانوں کی آوازیں آنے لگیں اور اسی طرح خواجہ
معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانیت کے فیض اور فقر و غنا کے
زور سے نوّے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا -

آج ہندوستان کا فرعون جنرل چودھری بھی اسی قوم کا ایک فرد ہے اور بھارت
کا ساہری مسٹر شاستری بھی انہی ہندوؤں میں سے ایک ہندو ہے اور مسٹر چوان بھی انہی
لالوں میں سے ایک لالہ ہے اور پنڈت رادھا کرشن بھی انہی پنڈتوں میں سے
ایک پنڈت ہے، جو اپنی قوت و طاقت، شان و شوکت اور فوجوں کے باوجود
بھی خواجہ اجمیری کی کھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکے -

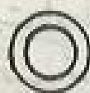
تو پھر وہ قوم جو خواجہ اجمیریؒ کی لکڑی کی کھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکی تھی - آج پاکستان
کے شیر دل جوانوں کے ساتھ کیسے ٹکر لے سکتی ہے ؎

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے!

مصر کے فرعون کی طرح بھارت کے فرعون نے بھی اپنی فوجی طاقت سے کشمیر کے
مظلوم مسلمانوں کے معصوم بچوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا - اور یہ قتل عام صرف اسی
لئے ہی تھا کہ ان کو انہیں بچوں کے ہاتھوں اپنی فرعونیت کا خاتمہ نظر آ رہا ہے اور

وہ جان چکا ہے کہ کشمیر کا بچہ بچہ اب ہمارے پنجۂ استبداد سے نجات حاصل کرنے کے لیے میدانِ عمل میں اُتر آیا ہے۔ اور انہوں نے ہماری غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے اپنی آزادیٔ وطن و ملت کی خاطر اپنے تن من دھن کی بازی لگا دی ہے اور ہماری وحشت و بربریت کی تباہ کن آندھیاں بھی ان کی تحریک آزادی کی شمع کو نہیں بجھا سکیں۔

اور اب یہ تحریک جو کشمیریوں نے شروع کر دی ہے اور جس میں شمع آزادی کو اپنا خون دیا اور تن من دھن جھونک دیا ہے اس کو بجھانا اب ہندو فرعون کے بس کی بات نہیں۔ چاہے وہ ظلم و بربریت کی ساری حدیں عبور کرے کشمیری مسلمان اب اس نئے فرعون کو اس کے اپنے خون کے دریائے نیل میں غرق کر کے ہی دم لیں گے۔ صبح آزادی کی کرن اب نمودار ہو چکی ہے جس کو طلوع ہونے میں اب زیادہ وقت نہیں لگے گا۔



خُدائی یلغار



تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی



اللہ کے شیر۔ محمدؐ کے غلام۔ اسلام کے غازی اور حق کے پرستار اپنی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان۔ نگاہوں میں حسنِ یار کے جلوے۔ دلوں میں شہادت کا شوق اور اپنے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لے کر جب خدا کی توحید کا پیغام۔ رسولؐ پاک کی رسالتؐ کا پیغام۔ اسلام کی صداقت کی تبلیغ اور نسلِ انسانی کو ظلمت کدۂ کفر و باطل سے نجات دلا کر گہوارۂ نورِ ایمان کی طرف لانے کیلئے سرزمینِ عرب سے سر بکف اور کفن بدوش ہو کر نکلے تو پھر نہ پہاڑ ان کا راستہ روک سکے تھے اور نہ ہی دریاؤں کے طوفان۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ حاجی و نمازی ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر غازی بھی تھے اور زاہد و عابد ہونے کے ساتھ ساتھ سرفروش مجاہد بھی۔ اور اگر وہ رات کو مصلوں پر بارگاہ ایزدی میں عجز و نیاز

ہوتے تھے تو دن کو برق رفتار گھوڑوں کی پشتوں پر لڑنے کیلئے سوار ہوتے تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو لشکرِ اسلام کی صورت میں ___ "خدائی یلغار تھے"!

جو مدینہ منورہ سے اُٹھی اور پھر مصر و عراق، روم و شام تک گئی، وہاں سے اٹھی تو افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دیتی ہوئی ایران و ہندوستان تک پہنچی۔ اور تاریخ کا ایک ایک ورق۔ پہاڑوں کی ایک ایک چوٹی۔ ریت کا ایک ایک ذرہ اور گنگا و جمنا کی ایک ایک موج اس بات کی گواہ ہے کہ

مسلمانوں کی اس خدائی یلغار کو نہ روم و شام کے قیصر و کسریٰ روک سکے اور نہ ہی افریقہ کے تدبیر و زرق۔ اور اس کا مقابلہ نہ ایران کے رستموں کی تلواریں کر سکیں اور نہ ہی ہندوستان کے رانے سانگے اور مرہٹے سردار روک سکے ...

اسلئے کہ مسلمانوں کی اس خدائی یلغار کے ایسے مثالی اسلامی لشکر پر مشتمل ہوتے تھے جو اللہ کے سپاہی بھی ہوتے تھے اور مصطفےٰ کے فدائی بھی! اور وہ مسجد میں نمازی ہوتے تھے اور میدان میں غازی بھی۔ وہ رات کے عابد بھی تھے ___ اور دن کے مجاہد بھی! ___

بھلا جس اسلامی لشکر میں حضرت خالدؓ بن ولید۔ ضرارؓ بن ازور۔ محمدؒ بن قاسم محمودؒ غزنوی اور بابر جیسے شیر دل سپاہی اور اللہ کے شیر موجود ہوں تو پھر یہ خدائی یلغار نہ ہو تو اور کیا ہو سکتی ہے۔



بحری بیڑا

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

جہادِ پاکستان میں جہاں پاکستان کی میدانی فوج اور فضائی فوج کے شیردل جوانوں کی جنگی داستانیں قیامت تک ملت اسلامیہ کے دلوں کو گرماتی رہیں گی، وہاں پاکستان کے بحری بیڑے کے حیرت انگیز کارنامے بھی تاریخ کے اوراق پر سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بحری جنگوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ابن ماجہ شریف ص۲۰۵ اِنَّ اللّٰہَ وَکَّلَ مَلَکَ الْمَوْتِ بِقَبْضِ الْاَرْوَاحِ اِلَّا شَہِیْدَ الْبَحْرِ فَاِنَّہٗ یَتَوَلّٰی قَبْضَ اَرْوَاحِہِمْ

کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے انسانی ارواح قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے کو مقرر کردیا ہے۔ مگر بحری لڑائی میں شہید ہونے والے مسلمان کی روح خدا تعالیٰ خود قبض کرتا ہے۔"

اس حدیث پاک سے سمندری جنگ کی فضیلت اور پھر حق و باطل کے اس میں شہید ہونے والوں کا مقام اعزاز درجہ روزِ روشن کی طرح نکھر کر سامنے آجاتا ہے! اور پھر پاکستان کے بحری بیڑے کے جوان کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ اپنے کملی والے آقا کی بارگاہِ عالیہ میں بہت ہی مقبول و منظور ہیں۔

پاکستان پر ہندوستان کے حملے کی خبر سنتے ہی پاک بحری بیڑے کے تمام چاک وچوبند جوان، ملک وملت کے بہادر غازی اور پاکستان کے ساحلوں کی حفاظت کرنے والے اللہ کے شیر سمندر کی طوفانی موجوں سے کھیلنے کے لئے تیار ہو گئے! یا علیؓ کے فلک شگاف نعرے کی آواز فضائے آسمانی میں گونجی اور پھر سمندر کی گہرائیوں میں جا پہنچی ۔ لنگر اٹھا دیئے گئے اور بیڑے کے کپتان نے بیڑے کا رُخ دوارکا کے بحری اڈے کے ساحلی علاقے کی طرف اس دعا کے ساتھ موڑ دیا کہ اے اللہ ؎

تو خشکی، تری پہ قادر ہے، آسان میری مشکل کر دے
ساحل کی طرف کشتی نہ سہی، کشتی کی طرف ساحل کر دے

اور پھر پاکستان کا یہ بحری بیڑا اپنے شیر دل جوانوں اور سمندر کے مگرمچھوں کو لے کر آہستہ آہستہ سمندر کی بپھری ہوئی لہروں پر تیرنے لگا۔!

اسلام کا یہ پاک بحری بیڑا کفر کے پلید بیڑے کو غرق کرنے جا رہا تھا!

اور اسلام کا یہ جنگی بیڑا اپنے وطنِ عزیز کے پاک ساحلوں کی حفاظت کے لئے کفرستانِ ہند کے بُتانِ سومنات کو اپنی ضربِ غزنوی سے توڑنے کے لئے جناب ایڈمرل اے آر خان کی حوصلہ مند اور بہادر قیادت میں دھکیل دیا گیا۔

یہ مردانِ غازی محمود غزنوی کی شمشیر براں لے کر اللہ اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے پر سمندر کی اچھلتی ہوئی موجوں سے کھیلتے ہوئے دو سو دس ۲۱۰ میل دُور ہندوستان کے ایک مضبوط بحری قلعے دوارکا کے ساحل کی طرف بڑھنے لگے ؎

اقبال مرحوم نے مردِ مسلمان کا یہی مقام بیان کیا ہے کہ ؎

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اور چونکہ اس پاک بیڑے میں دینِ اسلام کی عظمت کے پاسبان تھے۔ ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نگہبان تھے۔ ملک و ملت کی آبرو کے رکھوالے تھے۔ چمنستانِ وطن کی رنگین بہاروں کے متوالے تھے اور چونکہ پاکستان کے اس بیڑے میں اسلام کے مگرمچھ تھے جو کفر کے دریا کی مچھلیاں کھانے جا رہے تھے۔ اسلئے تھپیڑوں پر تھپیڑے کھا رہے تھے مگر بیڑا صحیح سلامت موجوں سے کھیلتا ہوا رواں دواں تھا۔ دو سو دس ۲۱۰ میل کا فاصلہ پاکستان کے شیر دل جوانوں کے لئے دو قدم بن گیا اور یہ اللہ کے شیر سمندر کے طوفانوں میں اسلام و کفر اور حق و باطل کی جنگ کا ایک اور طوفان برپا کرنے جا رہے تھے! اگر سمندر کی یہ تباہ کن موجوں کی راہ میں کسی کا دل گھبرایا بھی تو فوراً صدائے خضر آئی کہ:

کانپتا ہے دِل تیرا اندیشۂ طوفان سے
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

اور پھر راستے میں کئی بار سمندری لہروں کا طوفان اُٹھا — اور تباہ کن موجیں بیڑے سے ٹکرائیں۔ لیکن جرأت و ہمت کے یہ پیکر جوان سمندری طوفانوں سے بے نیاز ہو کر اقبال مرحوم کا شعر گاتے ہوئے بڑے صبر و استقلال کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھتے جا رہے تھے کہ:

سفینہ برگِ گل بنالے گا قافلہ مورِ ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

اور پھر پاکستان کا یہ پاک بیڑا سمندر کی اتھاہ گہرائیوں، طوفانی لہروں اور بپھری ہوئی موجوں کو چیرتا ہوا اپنی منزل مقصود پر جا پہنچا اور پھر دوارکا کا قلعہ تھا اور پاک بیڑے کے غازی۔ توپوں کے منہ پوری طرح کھول دیئے گئے اور بھارتی سامراج کی قوت کا غرور

توڑنے کے لئے اللہ کے شیروں نے آگ برسانی شروع کر دی۔ اور پھر چند ہی لمحوں میں پاکستان کے غازیوں نے کفرستانِ ہند کے مضبوط ترین بحری قلعے کو بھسم کر کے بتانِ سومنات کو پاش پاش کر کے اپنی تاریخ کو دہرایا ——

دشمن کے ہوا بازوں نے پاکستان کے اس بیڑے کو ڈبونے کے لئے پورے دو سکواڈرن لڑاکا اور بمبار طیاروں سے حملہ کر دیا۔ مگر پاک بیڑے کی توپوں نے انہیں چیل کوؤں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا۔ باقیوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی ——

اسلام کے جس بیڑے کو وہ ڈبونے کیلئے آئے تھے، اس کے بہادر غازی ملاحوں کی حیرت انگیز کارکردگی کے باعث خود ہی سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئے اور پھر بغیر کسی نقصان کے پاکستان کا یہ جنگی بیڑا فتح و نصرت کے شادیانے بجاتا، بخیر و عافیت اپنے ساحل پر واپس آ گیا ——

اسلام کا یہ پاک بیڑا جب اپنی بندرگاہ سے روانہ ہوا تو نیچے سے سمندر کے نیلے پانی کی بھڑاس اور اوپر سورج کی تپش! بیڑے کے جوانوں نے اپنے بہادر کپتان سے کہا کہ اوپر چھتریاں باندھ لی جائیں! ——

مگر کپتان نے چھتریاں باندھنے کی بجائے نیلی چھتری والے اپنے خدا کے حضور سربسجود ہو کر عجز و انکساری سے دعا کی کہ اے میرے مولا! ہم کسی تفریحی یا تجارتی سفر پر نہیں جا رہے بلکہ تو دلوں کا حال جانتا ہے بلکہ تیرے دین کی پاسبانی اور اپنے ملک و ملت کی نگہبانی کرنے جا رہے ہیں! اور یہ پاکستان کے غزنوی کفرستانِ ہند کے بتانِ سومنات کو توڑنے جا رہے ہیں۔ ہمارے اوپر اپنی رحمت کا سایہ کر دے ——

بس پھر کیا تھا۔ کپتان نے سجدے سے سر اٹھایا! آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ ایک چھوٹی سی سیاہ بدلی افقِ آسمانی پر نمودار ہوئی اور پاکستان کے بیڑے کے

اوپر سایۂ رحمت بن گئی! باقی ہر جگہ سخت دھوپ تھی لیکن پاک بیڑہ جب تک اپنا کام کر کے کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپس اپنے اڈے پر نہیں پہنچ گیا۔ وہ بدلی بحری بیڑے کے اوپر ہی سایہ فگن رہی ——————

اور پھر بھارت نے جنگ کے آخری دن اپنا آخری بیڑا بھی غرق کروالیا جسے پاکستان کی آبدوز غازی نے ایک کارروائی کے دوران غرق کیا ——————

پاک بحریہ کے ہاتھوں دوارکا کے بحری قلعہ کی تباہی و بربادی کا انتقام لینے کے لئے ہندوستان کے جنگی جنونیوں نے بمبئی سے ساڑھے تین سو میل دور بحرِ عرب میں اپنے چار بحری جہازوں سے فائر بندی سے کوئی نو گھنٹے قبل شام کے چھ بجے پاکستان کی آبدوز "غازی" پر حملہ کیا جو دشمن کے بحری بیڑے کی تاک میں سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں تیر رہی تھی اور اس کے عملے کے بہادر جوان کپتان۔ کے آر نیازی کی جرأت مندانہ قیادت میں اس آبدوز میں دشمن کی تلاش میں تھے تاکہ دشمن کا بیڑہ پاکستان کے مقدس ساحلوں پر حملہ نہ کر دے ——————

انتہائی مشکل حالات کے باوجود "غازی" آبدوز کے شیر دل افسروں اور اللہ کے شیروں نے اپنی خداداد بے مثال جرأت اور بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا اور اللہ کا نام لے کر دشمن پر جوابی حملہ کر دیا اور تارپیڈو کے ذریعے دشمن کا ایک بیڑہ غرق کر دیا جس کی قیمت دس کروڑ تھی ——————

جب بھارت کا ایک جہاز سمندر کی تہہ میں پہنچ گیا تو باقی جہازوں کے بزدل عملے میں خوف و ہراس پھیل گیا اور وہ انتہائی افراتفری کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا۔

مگر جب پاکستان کی آبدوز بھارت کا بیڑا غرق کر کے سمندر کی لہروں کو چیرتی ہوئی اپنے اڈے کی طرف آ رہی تھی کہ بھارتی طیاروں نے اس پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ اس

وقت فائر بندی ہو چکی تھی لیکن بھارت کے بنیوں نے اپنی وعدہ خلافی اور بدفطرت کا اظہار کر دیا اور اپنی ان روایات پر عمل کرتے ہوئے اپنی فضائیہ کو حکم دیدیا۔ دشمن کے طیارے، پاکستانی آبدوز "غازی" کا سراغ لگانے کی سر توڑ کوشش کرتے رہے کہ اسے تباہ کیا جائے مگر پست ذہنیت بنیا باوجود اپنی سر توڑ کوشش کے سوائے نامرادی اور ناکامی کے کچھ حاصل نہ کر سکا۔ اور آبدوز غازی بخیر و عافیت اپنے مستقر پر کامیاب و بامراد پہنچ گئی۔

"غازی" کے بہادر عملے نے بھارت ایسی منی سپر پاور کے مقابلے میں جس جس بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ صدر پاکستان نے ان کو اس کارنامہ پر بہت ہی خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے میڈل اور تمغوں سے نوازا۔ کمانڈر کے آر نیازی کو ستارۂ جرأت۔ لیفٹیننٹ کمانڈر احمد تسنیم کو ستارہ جرأت۔ ای۔ آر اے مسٹر غلام نبی کو تمغۂ جرأت دیا گیا۔

جن کی ہمت سے ہوا برباد پھر یہ سومنات
اِن جواں مردوں، سمندری بادبانوں کو سلام



جہادِ پاکستان اور غیبی اِمداد!

بندہ مٹ جائے نہ جو آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ مولا کیا ہے

جہادِ پاکستان میں پاکستان کی شیر دل افواج نے جہاں اپنی بے مثال جرأت و شجاعت، لاثانی جوانمردی و ثابت قدمی اور غیر فانی ایثار و قربانی کے لازوال جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھارت کی بے پناہ فوجی طاقت کے بھرپور حملوں کو ہر محاذ پر پسپا کر کے آبروئے ملک و ملّت کی رکھوالی - ناموسِ دین و وطن کی حفاظت۔ شمع حق و صداقت کی نگہبانی، عظمتِ مصطفٰے کی پاسبانی اور وقارِ اسلام اور اسلام کی نگہبانی ہے ________

اس کے ساتھ ساتھ وہاں اولیائے کرام اور خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد بھی پوری طرح شامل ہے! بلکہ اس جہاد میں مسلمانوں کی تمام جرأت و شجاعت اور عزم و استقلال، بزرگانِ دین اور اُمت کے غمخوار و مددگار کملی والے آقا علیہ السلام کی مرہونِ منت ہے ________

اپنی اُمت کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا تعلق بیان کرتے ہوئے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ پارہ ۱۱ - سورۃ التوبہ - آیت ۱۲۹:۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ط -

کہ "میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تمہاری طرف آیا اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو صدمہ ہوتا ہے اور وہ تمہارے ایمان کا خواہشمند ہے اور وہ ایمان والوں پر شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔"

قرآن پاک کے اس واضح ارشاد کے پیش نظر جب حضور علیہ السلام کو اپنی اُمت سے اتنا پیار ہے کہ اگر ہمیں کوئی دکھ اور تکلیف پہنچے تو کالی کملی والے آقا علیہ السلام کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور ہمیں کانٹا بھی چبھ جائے تو ان کو درد ہوتا ہے۔

تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جہادِ پاکستان میں تاجدار کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ہندوستان کے کافر توپوں کے گولوں اور جہازوں سے بم برسائیں تو وہ اپنی امت کی غم خواری اور مدد نہ کریں اور خاموش بیٹھے دیکھتے رہیں اور مصیبت و مشکل میں مبتلا اپنے غلاموں کی مدد کو نہ آئیں! اور وہ نبی جو اپنی امت کے پاؤں میں کانٹا برداشت نہیں کرتا وہ کافروں کے گولے اور بم برستے کیسے دیکھ سکتا ہے۔

حضرت مولانا علامہ محمد سلیم صاحب خطیب جامع مسجد جھال خانوآنہ۔ لائل پور جو اسم باسمی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب درد بھی ہیں اور اہل سنت والجماعت کے ایک بلند پایہ خطیب بھی! میرے پاس تشریف لائے! میں نے اس کتاب کی تصنیف کے بارے میں عرض کی تو انہوں نے ازراہ کرم صحاح ستہ کی کتاب نسائی شریف کی ایک حدیث پاک مجھے یاد کروائی اور ساتھ ہی اس کی تشریح و وضاحت بھی کر دی۔

نسائی شریف۔ جلد دوم۔ غزوۃ الہند صـ ۶۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فَاِنْ اُدْرِکْتُهَا اُنْفِقْ فِیْهَا نَفْسِیْ وَمَالِیْ -

اور اگر میں اس غزوہ میں شہید ہو جاؤں (یا کر دیا جاؤں) تو افضل الشہداء ہونگا۔
...حال ستہ کی اس حدیثِ پاک سے ایک تو موجودہ جہادِ پاکستان کی فضیلت اور اس
...ں شہید ہونے والے مسلمانوں کا مقام بتانا مقصود تھا ــــــــــــــ
اور ساتھ ہی اس غزوہ کا حضور علیہ السلام کو بھی علم بھی تھا اور پھر اسمیں شامل
...و کر اپنے مال و جان خرچ کر دینے کی آرزو نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری کی روشن
...یل ہے! ــــــــــــــ
اور پھر میری عرض پر یہ کیسے ثابت ہوا کہ غزوہ ہند کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم
...نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ یہی جہادِ پاکستان ہے! ہو سکتا ہے کہ وہ محمد بن قاسم والا ہو
...محمود غزنوی والا! ــــــــــــــ
تو حضرت مولٰنا صاحب نے فرمایا ــــــ کہ جب تک ہند کا لفظ ہندوستان کے
...تھ موجود رہے گا۔ اس وقت تک جو بھی لڑائی اسلام کے ساتھ ہوگی، وہ غزوۂ ہند
...ہلائے گی اور اسی کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشادِ گرامی ثابت ہوگا۔
مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ہندوستان کے کافروں نے مسلمانوں کے
...تھ جو لڑائیاں لڑی ہیں۔ ان میں حضور علیہ السلام کی مدد مسلمانوں کے لئے ثابت ہوگی
...ر اس میں بھی! تاجدارِ دو عالم علیہ السلام، محمد بن قاسم کے وقت بھی تشریف لائے
...وں گے اور محمود غزنوی کے وقت بھی۔ انہوں نے بابر کی مدد بھی کی ہوگی اور صدر محمد ایوب
...بھی ــــ اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا! ــــــــــــــ
حضرت ثوبانؓ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔
فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ــــ عِصَابَتَانِ مِنْ اُمَّتِیْ
اَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ
تَكُوْنُ مَعَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

کہ میری اُمت کے دو گروہ ایسے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ حرام کردی ہے۔ ایک وہ گروہ جو کفر کے مقابلے میں ہندوستان کی لڑائی لڑے گا۔ اور ایک وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے ___

اس حدیث پاک کے مطابق پاکستان کے وہ مجاہد، غازی اور شہید کتنے خوش قسمت ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے پیش نظر ان پر دوزخ کی آگ حرام ہوگئی ہے۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ہند سے مراد وہ ہند ہے جس کی سرحدیں کسی اسلامی ملک پاکستان سے ملتی ہیں ___

وہ سوائے اس موجودہ ہندوستان کے علاوہ اور کون سا ہند ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اسی کی سرحدیں اسلامی ملک پاکستان سے ملتی ہیں ___

"پاکستان حضور رسالت مآبؐ کے سایۂ عاطفت میں"!

کے جلی عنوان سے شائع ہوچکا ہے!۔ اس خط کے متن کا یہ حصہ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ: ___

جس روز لاہور پر حملہ ہوا۔ اسی شب میں یہاں ایک سو حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے اور روضۂ اقدس سے جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی اور جلدی میں ایک خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر باب الاسلام تشریف لے گئے!۔ بعض حضرات نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جلدی اس گھوڑے پر کہاں تشریف لیجارہے ہیں۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: ___

"پاکستان میں جہاد کے لئے"۔ اور پھر ایک دم برق کی مانند بلکہ اس سے بھی تیزی سے روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے خواجہ شریف بھی سے پانچ حضرات اسی راستے سے ایک موٹر پہ سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے اور بھی بہت سے خواب اسی اثناء میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے ہیں دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے اور بطفیل جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فتح و نصرت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔"

اس مقدس خط کو پڑھنے کے بعد پکے سچے مسلمان اور تاجدار زمین و زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی اُمتی اور شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے غلام کو یہ حقیقت تسلیم کر لینے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ حضور علیہ السلام موجودہ "جہادِ پاکستان" میں اپنے غلاموں کی امداد کے لئے تشریف لائے۔

اور پھر اس خط کی تصدیق پاکستان کے ایک معزز مسلمان جناب حکیم نیر واسطی صاحب لاہوری کی وہ تقریر بھی کرتی ہے جو انہوں نے مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو رات کے پونے ۹ بجے "شہر کے لوگ" کے عنوان کے تحت لاہور کے ریڈیو اسٹیشن سے نشر کی۔

حکیم صاحب جو ایک صاحبِ دل مسلمان بھی ہیں، نے فرمایا:——

"کہ جس دن پاکستان پر حملہ ہوا، میں اس دن مدینہ منورہ میں تھا! اور اسی رات میں نے بھی اور دیگر بہت سے حضرات نے دیکھا کہ مسجد نبوی سے نور کا ایک شعلہ اُٹھا اور اسی شعلہ کے ساتھ چار کرنیں بھی تھیں، پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ دو گا رامّت کملی والے آقا علیہ السلام اپنے یاروں کے ساتھ "جہادِ پاکستان" پر تشریف لے گئے ہیں۔"

حکیم صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ——

"پھر میں میدانِ بدر کے راستے مکۂ مکرمہ جا رہا تھا کہ بدر کے میدان میں مجھے ایک درویش ملے۔ سلام دعا کے بعد فرمانے لگے کہ کیا تم پاکستانی ہو؟ میں نے عرض کی۔ ہاں!

تو فرمانے لگے کہ تمہیں پاکستان کی فتح کی کوئی خبر آئی ہے؟

میں نے کہا نہیں!

تو وہ درویش حیران ہو کر فرمانے لگے:۔ کہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ آج تین دن ہوئے میدانِ بدر کے تمام شہداء تو "جہادِ پاکستان" میں جا چکے ہیں مگر ابھی تک پاکستان کی فتح کی خبر نہیں آئی"———

اور ان روایات کی تصدیق کے لئے پاکستان کے کثیر الاشاعت اخبار جنگ کراچی، مورخہ ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو بھی دیکھا جائے جس میں نمایاں طور پر لکھا ہے کہ

" پاکستانی افواج نے یا رسول اللہ کا نعرہ لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کا صفایا کر دیا۔"——— اور مزید لکھا ہے۔

"سیالکوٹ کے محاذ پر پاکستانی افواج نے یا رسولُ اللہ اور یا علی مدد کے نعرے لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کو بُری طرح شکست دی ہے۔"

اور پھر لکھا ہے کہ ———

"سرگودھا کے ہوائی اڈے پر ایک درویش کو جھولی میں بم لئے دیکھا گیا۔"

سیالکوٹ کے معرکے میں نبیٔ آخر الزّماں اور شیرِ خدا اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے! اور ۳۱۲ میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہد۔ سفید براق لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جری نوجوان دیکھے گئے!

اور چونڈہ کے نزدیک ایک نورانی خاندان کو مجاہدین کی امداد کرتے ہوئے اور مجاہدین

کے ساتھ یا رَسُوْلَ اللّٰہ، مدد کے نعرے لگاتے دیکھا گیا۔

اور۔ لاہور۔ ظفروال۔ چونڈہ اور سیالکوٹ کے محاذ پر اکثر مجاہدین کو شاباش دی گئی! ———————

اور اخبار نے آگے چل کر یہ بھی لکھا ہے کہ ———————

"ان محیر العقول واقعات اور معجزات کا اعتراف پاکستان کے مجاہدوں کے علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا ہے۔"

ملک حسن علی صاحب شرقپور شریف والے جو جماعت اہلحدیث کے ایک سرکردہ رکن ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ———————

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میاں شیر محمد شیر ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑلی اور رو کر عرض کیا کہ حضرت بڑی مدت کے بعد آپ نظر آئے ہیں۔ وہ بھی اس حالت میں کہ آپ اتنی جلدی میں ہیں! ———————

تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ سیالکوٹ پر کافروں نے حملہ کر دیا ہے، ان کو روکنے کے لئے جا رہا ہوں ———————

ملک صاحب کہتے کہ میں نے عرض کی کہ لاہور پر بھی تو کافروں نے حملہ کیا ہے۔ آپ وہاں کیوں نہیں جاتے؟ ———————

تو حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ لاہور کے لئے تو داتا صاحب موجود ہیں۔ شہباز لامکانی، قطب ربانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف والی سرکار سفید براق لباس میں ملبوس جا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے پیچھے حضرت صوفی محمد دین صاحب جو آپ کے روحانی خلیفہ ہیں، لوٹا لئے جا رہے ہیں، تبدیل جام

وضو فرمانے لگے، بازوؤں سے کرتہ مبارک ہٹا تو بازوؤں پر سیاہ نشان تھے!

صوفی صاحب نے عرض کی کہ قبلہ یہ نشان کیسے ہیں؟ ——————

تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کافروں کے گرائے جانے والے

بم اٹھاتے اٹھاتے یہ داغ پڑ گئے ہیں! ——————

ان دونوں واقعات کا تذکرہ حضرت علامہ مولینا محمد سلیم صاحب نے خود مجھ

سے بیان کیا ——————

ان تمام مصدقہ واقعات و روایات کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ جہادِ پاکستان اور حق و باطل اور اسلام و کفر کے معرکے میں، پاکستان کی شیر دل افواج کے ساتھ ساتھ مددگارِ اُمت امام الانبیاء علیہ السلام اور اولیاء عظام کی امداد بھی شامل تھی ورنہ انکار کی صورت میں یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔ کہ

- محاذوں پر سبز کپڑوں والے یہ مجاہدین کون تھے؟
- اور غازیان اسلام کے دوش بدوش سفید براق کپڑوں میں ملبوس کون تھے؟
- اور مجاہدین پاکستان کے ساتھ مل کر میدان کارزار میں گھوڑے پر سوار وہ جری جوان کون تھے؟
- اور اسلام و کفر کے اس معرکے میں پاکستان کے بہادر اور سر فروش غازیوں کو شاباش دینے والے کون تھے؟ ——————
- اور حق و باطل کی اس جنگ میں مجاہدین کی پشت پناہی کرتے ہوئے یا رسول اللہ مدد کے نعرے لگانے والا وہ نورانی خاندان کون تھا؟ ——————

حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان کی جرأت مند اور جاں نثار افواج کی ہمت و شجاعت اور ایثار و قربانی کے بے مثال جذبے کے ساتھ ساتھ، نصرتِ الٰہی، تائیدِ خداوندی، امدادِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور پشت پناہی اولیاء اللہ نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ صورتحال کچھ اور ہوتی۔

اور اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسجد نبوی کے منبر رسول پر، دوران خطبہ یا ساریۃ الجبل، پکار کر چار سو میل کے فاصلے پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کی مدد کر سکتے ہیں تو کملی والے آقا علیہ السلام اور اولیاء عظام کی مدد پاکستان کے مسلمانوں کے لئے کون سی مشکل ہے ———

اور آئندہ مورخ جب تاریخ میں پاکستان کی فتح و کامیابی کے اسباب تحریر کریں گے تو حضور علیہ السلام کی مدد اور اولیاء عظام کی دستگیری کا باب سنہری حروف سے لکھا جائے گا ———

اور پھر جہاد پاکستان میں مددگار امت، شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء عظام کی امداد و دستگیری اور پشت پناہی و مشکل کشائی کا یہ زندہ ثبوت بھی ہے کہ دشمن کی اندھا دھند بمباری کے باوجود بھی ہمارے کسی فوجی ٹھکانے اور ہوائی اڈے کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا ———

اور فوجی ٹھکانے یا ہوائی اڈے تو درکنار کسی چھوٹے سے چھوٹے پل کی ایک اینٹ بھی نہیں اکھڑی ———

تو کیا یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ نہیں! اور ہرگز نہیں، بلکہ ہمارے فقیروں درویشوں اور بزرگان دین کی مدد کا نتیجہ ہے، جو دشمن کے بموں کو اپنی جھولیوں میں اٹھاتے رہتے اور دشمن کے ہواباز خود بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب ہم بم مارتے تھے تو سبز ٹوپیوں والے آدمی ان کو اٹھا لیتے تھے اور ناکارہ بنا دیتے تھے۔

البتہ دشمن کی بمباری سے پاکستان کا یہ نقصان ضرور ہوا کہ لائل پور کے قریب ایک گاؤں چنجل سنگھ والا میں دشمن کی بمباری سے ایک آدمی کے حقے کی ٹوپی (چلم) ٹوٹ گئی تھی۔ اور اس نے حکومت پاکستان سے یہ درخواست کی ہے کہ جب بھی حکومت پاکستان بھارت سے اپنے نقصان کا معاوضہ طلب کرے تو میرے حقے کی ٹوپی کا بھی ذکر کیا جائے کیونکہ یہ ٹوپی ہماری خاندانی ٹوپی تھی ———

محمد یونس

چھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا ⁂ لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

پاکستانی فضائیہ کے فلائیٹ لیفٹیننٹ محمد یونس حسن رحمن کو ملک و ملت کی پاسبانی کرتے ہوئے اپنی غیر فانی شجاعت، بے مثال جوانمردی اور بے نظیر جانبازی کا مظاہرہ کرنے پر صدر پاکستان نے "ستارۂ جرأت" عطا کیا ہے۔

انہوں نے گھر سے رخصت ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے بہت آرام کر لیا ہے اور اب پاکستان کی آبرو و عظمت بچانے کا وقت آگیا ہے۔ اور انشاء اللہ میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور پھر ان کو اپنا فرض ادا کرنے کے لئے فضاء آسمانی میں پرواز کرنی پڑی ———

میدانی افواج کی پسپائی کو دیکھتے ہوئے، ہندوستان نے دوسری چال چلی اور فضائی برتری حاصل کرنے کی غرض سے بھرپور فضائی حملہ کر دیا اور بھارت کا پاکستان کی مقدس سرزمین پر فضاء سے حملہ کرنے کا مقصد برتری حاصل کرنا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ پاکستان کے عقاب تو ان بھارتی ممولوں کو دبوچنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور اسلام کے یہ جانباز شاہین فضائی جنگ کے تمام کرتبوں سے پوری طرح آگاہ یہ کھیل کھیلنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں ———

اور فضائی جنگ کے پہلے ہی روز پاکستان کے ہوابازوں کی دھاک بیٹھ گئی تھی

جبکہ سرگودہا کے ہوائی اڈے پر محمد عالم سکواڈرن لیڈر نے دشمن کے پانچ جیٹ طیارے مار گرائے تھے اور اس طرح فضائی جنگ میں دُنیا میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا کیونکہ پاکستانی شہباز ایم ایم عالم نے ایک ہی فضائی معرکہ میں اپنے سے طاقتور اور جدید بھارتی طیاروں کا مقابلہ کر کے پانچ طیاروں کو مار گرایا ——

اس کے بعد بھارتی پائیلٹ، پاکستانی شاہینوں سے اسقدر بدحواس ہو گئے کہ وہ پاکستانی عقابوں کو بھارت کی فضاؤں میں بھی داخل ہونے سے نہ روک سکے ——

پھر محمد یونس کی شہبازی اور فضائی جنگ تو ہندوستان کے جنگی وحشیوں کو مرتے دم تک یاد رہے گی! انبالہ - جودھپور اور پٹھان کوٹ اور ہلواڑہ کے ہوائی اڈوں میں بس یہی شور تھا کہ وہ آیا - وہ جھپٹا - وہ پلٹا - وہ بم اور وہ گیا! ——

اس نے بھارت کے ہوا بازوں کو کئی بار فضائے آسمانی میں للکارا اور پھر ان پر عقابوں کی طرح پلٹا، جھپٹا اور پھر ان کو زمین پر آتے دیکھا - اقبال نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ :-

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ مہ و مہر کو تاراج

اور جب کبھی وہ تھک کر نیچے اترنے کا ارادہ کرتا تو اس کے کانوں میں یہ آواز آتی کہ :-

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

تو اللہ کا یہ شیر اور بھی جوش و خروش اور جرأت و ہمت سے گلشنِ وطن کی

رنگین بہاروں کی رکھوالی کے لیئے بادِ سموم کے تباہ کن جھونکوں سے کھیلنا شروع کر دیتا!
اور اُس نے کئی بار ہندوستان کی فضائی لائن کو عبور کیا اور کئی بار بھارت کے ہوائی اڈوں
پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے! ـــــــــــــ

اور اُس نے دن کی روشنی میں بھی اور رات کے اندھیرے میں بھی دشمن کے ٹھکانوں
پر بم برسائے اور ساتھ ساتھ اپنی میدانی فوج کو فضائی تحفظ فراہم کرنے کے لئے پوری
مدد کی ۔ وہ مسلسل فضائے بسیط میں پرواز کرتے ہوئے زمین پر اترنے کا ارادہ کرتا
تو پھر فضاؤں میں تیرتی ہوئی یہ آواز اس کو چونکا دیتی کہ :۔

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو ، تو خطرہ نہیں اُفتاد

اور پھر وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتا اور آخر وہ وقت بھی آ
گیا ، جو میدانِ جہاد میں مسلمانوں کے لئے عید سے کم نہیں یعنی اسلام کی عظمت ،
وطن کی ناموس اور ملتِ اسلامیہ کی آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت کا بلند مرتبہ
پانے کا وقت! ـــــــــــــ

لیکن ! اس نے شہید ہونے سے قبل اپنے وطن کی مقدس مٹی کو بوسہ دینے
کے لئے واپس آنے کا ارادہ کیا ـــ تو جھنگ میں بیٹھے ہوئے اس کے بوڑھے
والد کی یہ آواز اس کے کانوں میں پہنچی :۔

جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزا ہے اے پسر
وہ مزا شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں

وہ پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈے پر اپنی تباہ کن پرواز کر رہا تھا کہ اسکا جہاز
دشمن کی گنوں کی زد میں آ گیا ۔ اور اس کے جہاز کو آگ لگ چکی تھی ، اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر کو

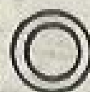
اطلاع دی۔ لیکن اب وہ اور اس کا جہاز اس قابل نہ تھے کہ واپس پاکستان کی سرحد تک پہنچ سکتے ————

اس اللہ کے شیر نے فوراً ایک فیصلہ کیا اور اپنے آپ سمیت اپنے جہاز کو بھارتی ہوائی اڈے پر کھڑے ہوئے دشمن کے جہازوں پر گرا دیا اور اسطرح بھارت کے پچیس تیار اور صحیح حالت میں کھڑے ہوئے جہازوں کو تباہ کر دیا مگر ساتھ ہی ملک و ملت پر اپنی جان نثار کر کے جنت کا حقدار بن گیا ————

اس کے ساتھ وہ اپنے فرض کو پوری طرح ادا کر چکا تھا۔ کیونکہ اس وقت دشمن کی ہوائی طاقت پوری طرح مفلوج ہو چکی تھی اور ہندوستان کو فضائی قوت کا جو غرور تھا وہ خاک میں مل چکا تھا ————

اور بھارت کی چڑیاں، اسلام کے شہبازوں اور پاکستانی عقابوں کے سامنے آنے سے کترانے لگیں تھیں ————

— ے بھارتی چڑیوں پر جو جھپٹے عقابوں کی طرح
ان فضا میں اڑنے والوں کے نشانوں کو سلام



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

میجر نذر حسین



میجر نذر حسین بھی پاکستان کی میدانی فوج کے ایک بہادر اور حوصلہ مند میجر ہیں جن کو صدر پاکستان نے برکی کے محاذ پر میدانِ جنگ میں ان کی بے مثال جراُت و لاثانی ہمت و حوصلہ دکھانے کے صلے میں ستارۂ جراُت کا اعزاز دیا گیا ہے۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح کو بھارت کے جنگی وحشیوں نے اپنے جنون کا مظاہرہ کرتے ہوئے لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر لینے کا جو مجنونانہ خواب دیکھا تھا وہ پاکستان کے اس جراُت مند غازی اور اسلام کے غیرت مند مجاہد کی بے مثال ہمت اور لاثانی شجاعت کی وجہ سے شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

میجر نذر حسین کو ہائی کمان سے حکم ملا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ سرحد کی طرف بڑھیں اور بھارتی ٹینکوں کو ہر قیمت پر آگے بڑھنے سے روکیں!۔

حکم پاتے ہی وہ مردِ مجاہد اپنے دستوں کے نو ٹینکوں کے ہمراہ حق و صداقت کا پرچم لیکر سرحد کی طرف روانہ ہو گئے اور آٹھ بجے صبح میدانِ کارزار میں پہنچ گئے۔

۸ ستمبر کو اس بہادر جرنیل کو حکم ملا کہ نہر عبور کر کے دشمن پر حملہ کر دو! چنانچہ وہ اپنے نو ٹینکوں کے ساتھ ایک قطار کے ساتھ میں بند کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ کفر کے گیدڑوں نے اسلام کے اس شیر کی یلغار کو روکنے کے لیئے زبردست گولہ باری شروع کر دی لیکن چونکہ ان کے مضبوط ہاتھوں میں حق و صداقت کا پرچم تھا اسلیئے اللہ

کے فضل و کرم سے کفر کے ٹینکوں کا ایک گولہ بھی ان اسلام کی گاڑیوں پر نہ لگ سکا!
اور اس طرح وہ بھینی بُرج سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کے جوابی حملے سے بےخبر و بے نیاز ہو کے انہوں نے سارا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔

اور جو چیز خدا کے سپرد کر دی جائے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کو نہیں مٹا سکتی۔ میجر نذر حسین دشمن پر کاری ضرب لگانا چاہتے تھے تاکہ اسے پاکستان کی مقدس سرزمین پر حملہ کرنے کی سزا دی جا سکے اور ہندوستان کے بنیوں کو یہ بتایا جا سکے کہ دکانوں پر بیٹھ کر ڈنڈی مارنا اور بات ہے اور میدانِ جنگ میں اللہ کے شیروں کے مقابلے میں گولے چلانا اور بات ہے!

دشمن کی زبردست گولہ باری میں بھی وہ اپنے ٹینکوں کو لے کر آگے بڑھتے گئے اور شام سے پہلے انہوں نے برکی کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

۸ ستمبر کی رات بڑی خوفناک بھیانک تھی۔ اسلئے کہ دشمن ملک و ملت کی آن کے بہادر رکھوالے اور اسلام کے اس شیر ول غازی کی یلغار کو روکنے کے لئے اندھا دھند گولے برسا رہا تھا۔ لیکن انہیں کی آگ کے شعلے پاکستان کی سالمیت کے نگہبانوں کے لئے مشعلِ راہ بنتے جا رہے تھے۔

پاکستانی ٹینکوں کے ارد گرد بھارتی توپوں کے گولے گر رہے تھے اور یہ جانباز غازی بڑی مہارت اور جسارت سے اپنے ٹینکوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرتے رہے ——

بالآخر رات کے اڑھائی بجے دشمن کے حملے کا زور ٹوٹا۔ اس طرح رات کی خوفناک جنگ میں وہ ہندوستان کے دھوتی پوشوں، بھارت کے بزدل بہاشوں اور رام راج کے کمینے سپوتوں کو موت و ہلاکت سے ہمکنار کرنے کے بعد ذرا دم لینے کے لیئے بیٹھے ہی تھے کہ ۹ ستمبر کی صبح ایک پیام لائی کہ ——

آگے بڑھو اور کفر کی گردن مروڑ دو!

بھارت کے مورچوں کو جرأت سے توڑ دو!

اور ــــ آگے بڑھو اور گرانڈ ٹرنک روڈ کو کاٹ دو!

اور پھر وہ باغ ملک و ملت کا شیر دل پاسبان اپنے ٹینکوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا! دشمن کا ایک ٹینک اس کو نظر آگیا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اس مرد مجاہد کی نظر سے بچ سکے۔ فوراً ہی اپنی توپوں کا شکار بنایا ــــــــــ

اس ٹینک کی تباہی سے دشمن پریشان ہو گیا اور انتہائی گھبراہٹ اور سراسیمگی میں پیچھے ہٹتے ہوئے گولہ و بارود سے بھرے ہوئے بالکل صحیح حالت میں اپنے تین ٹینک پاکستان کے لئے چھوڑ گیا ــــــــــ

اور پھر اسلام کے اس بہادر جرنیل نذر حسین نے حسینی شان دکھاتے ہوئے پہلے ہی جوابی حملے میں بھگیاں پر قبضہ کر لیا۔ جو کہ پہلے دشمن کے قبضے میں تھا! یہ وہی مقام ہے جہاں ہندوستان کا ایک بزدل میجر جنرل نرنجن پرشاد انتہائی بوکھلاہٹ میں بھاگتے ہوئے اپنی جیپ بھی پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ بھلا کہاں کفر کے جنگل کا ایک گیدڑ اور کہاں اسلام کے میدان میں اللہ کا شیر ــــــــ

ملک و ملت کی آبرو کا یہ بہادر رکھوالا تھکے ہوئے مسافر کی طرح ذرا آرام لینے کے لئے اپنے ٹینک سے ابھی اُترا ہی تھا کہ ۱۰ ستمبر کی آدھی رات کے وقت ان کے کانوں میں یہ آواز آئی کہ ــــ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اس مرد مجاہد کو حکم ملا کہ یہاں سے ایک میل دور فلاں مقام پر دشمن کا ایک بہت

ہی مضبوط مورچہ ہے۔ اس پر حملہ کر کے اس کو فنا کر دو! اور پھر عظمت اسلام اور آبروئے وطن کا یہ سرفروش غازی، صبح کی روشنی میں دشمنوں کی صفوں کے سامنے کھڑا تھا ——————

اگرچہ بھارتی فوجوں نے اس مقام پر زبردست دفاعی انتظامات کر رکھے تھے لیکن یہ اس شیر دل جرنیل کی ہمت و جرأت کے سامنے یہ انتظامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے اور اس نے حملہ کر کے سب کچھ درہم برہم کر کے رکھ دیا۔

اس نے اپنے ساتھ والے ٹینکوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے پیچھے آئیں مگر خدا جانے یہ پیغام ان کو کیوں نہ ملا اور وہ بہت پیچھے رہ گئے۔ لیکن پاکستان کا یہ بیخوف اور حوصلہ مند غازی اپنے اکیلے ٹینک ہی کو آگے بڑھاتا ہوا دشمن کے ٹینکوں کے نرغے میں آچکا تھا ——————

اس سے پہلے اس نے موت کو کبھی اتنے قریب نہ دیکھا تھا، جتنی قریب وہ اس وقت دیکھ رہا تھا! اور اس موقعہ پر آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ان کے لئے برابر تھا۔ لیکن چند ہی لمحوں میں انہوں نے آگے ہی بڑھنے کا مصمم ارادہ کر لیا ——————

ان کی اگر کوئی تمنا تھی تو بس یہ تھی کہ ملک و ملت کی سالمیت کی نگہبانی اور دینِ مصطفٰےؐ کی پاسبانی کرتے ہوئے شہید ہو کر "نذرِ حسینؓ" اپنی جان نذرِ حسینؓ کر دے اور اسی جذبے کے ساتھ وہ آگے بڑھے تو دشمن کا دوسرا ٹینک بھی ان کی زد میں تھا۔

اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح وہ اکیلے ہی دشمن کی اگلی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے اور ڈرائیور کو حکم دیا کہ ٹینک پوری رفتار سے چلایا جائے اور پھر جرأت و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ خالد بن ولید اور محمد بن قاسم کی یاد تازہ کر دی اور اس طرح انہوں نے دشمن کے پانچ ٹینکوں کو تباہ کر ڈالا — اس کارروائی کے بعد وہ حیرت انگیز شجاعت و

جرأت کا مظاہرہ کرنے کے بعد اپنے دستے کی طرف واپس آرہے تھے کہ بھارتی پیدل فوج کے بزدل فوجیوں کے قریب سے گذرے کہ وہ تصور بھی نہ کر سکے کہ پاکستان کا اکیلا ٹینک ہماری اگلی صفوں میں تباہی پھیلا کر واپس آرہا ہے۔ دشمن کی اس غلط فہمی سے میجر نذر حسین نے خوب فائدہ اٹھایا اور مشین گن سے زبردست فائرنگ کر کے ڈیڑھ سو ہندوستانی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب تک کے معرکوں میں میجر نذر حسین کو ایک خراش تک بھی نہ آئی تھی۔ اور آتی بھی کیوں ؟

مومن ہے سپاہی اسکی زرہ ہے لاالہٰ
سایۂ شمشیر میں اسکی پناہ ہے لاالہٰ

لیکن ٹینک میں دھواں بھر گیا تھا۔ دھواں نکالنے کے لئے انہوں نے ٹینک کا ڈھکنا اٹھایا ہی تھا کہ دشمن کی گولی ان کے سر کو زخمی کرتے ہوئے نکل گئی۔ ان کے ٹینک کے ساتھیوں نے جب ان کو زخمی دیکھا تو وہ بھوکے شیروں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے اور ان کے پرخچے اُڑا دیئے ؛

جن کی جاں بازی سے یارو عظمتِ دیں بچ گئی۔
ان بہادر غازیوں مردوں جوانوں کو سلام

روزنامہ مشرق ۲۴/۹/۶۵

پاکستان کی بری۔ بحری اور فضائی فوج کے جانباز مجاہدوں، سرفروش غازیوں اور شیر دل بہادروں نے جہادِ پاکستان میں اپنے حیرت انگیز جنگی کارناموں سے اسلام کی تاریخ میں جس رنگین باب کا اضافہ کیا ہے، اس سے عقل و فلسفہ پر ہر چیز کو پرکھنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

اسلئے کہ ہمارے مذہبی و دینی راہنما، علماء کرام اور خطیب حضرات جب کبھی اسلامی

تاریخ کو دہراتے ہوئے اللہ کے سپاہیوں اور اسلام کے شیروں کے حیرت انگیز جنگی کارناموں سے جلسوں یا منبروں میں لوگوں کو متعارف کرواتے ہیں، تو اپنے آپکو بڑا تعلیم یافتہ اور جدید روشنی سے آراستہ لوگ، جن کے دل پر انگریزی کا رعب اور جن کے دماغ پر مغرب کی جھوٹی چمک دمک چھائی ہوئی ہے۔ مذاق کرتے ہیں۔

جب ان کو اسلامی تاریخ میں سے حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جنگِ موتہ میں وہ صرف ۲۰ ہزار مسلمانوں کے ساتھ دو لاکھ افواج پر فتح یاب ہوئے۔ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے صرف آٹھ ہزار سپاہیوں سے جنگِ یرموک میں کفر کو شکست دی۔ حالانکہ دشمن کی سپاہ کی تعداد نوّے ہزار تھی۔

تو یہ لوگ حیران ہو جایا کرتے اور یہ کہہ کر بڑی حقارت و نفرت سے منہ موڑ لیا کرتے۔ کہ مولوی جی عقل اسے تسلیم نہیں کرتی —— اور یہ تو پرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ ان میں مبالغہ بھی ہو سکتا ہے، جبکہ اسوقت تیروں اور تلواروں کی جنگ ہوا کرتی تھی ——

مگر آج زمانہ سائنس، توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو یہ مغربی تعلیم و فلسفہ کے گداگر قرآن و حدیث کی آیات و واقعات پر بھی پھبتیاں اڑایا کرتے! ——

لیکن جہادِ پاکستان میں ہماری مسلح افواج کے غیور اور بہادر مجاہدوں نے اپنی تاریخ کو جس انداز سے دہرایا ہے۔ ایسے لوگوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے وہ سب کچھ کر دکھایا ہے جن کو یہ انگریزی کے پروردہ بابو لوگ، مولویوں کے خیالی افسانے اور من گھڑت کہانیاں کہا کرتے تھے ——

اصل میں بات یہ ہے کہ مادہ پرستی اور سائنس پر ایمان رکھنے والے حضرات یہ نہیں جانتے کہ اسلام ایک روحانی مذہب ہے اور یہی مذہب جس کا لوگ مذاق اڑایا

کرتے ہیں کفر کے مقابلے میں مسلمان کی آخری ڈھال ہے۔ اور جہاد پاکستان میں یہی ڈھال کام آگئی جس نے کفر کے ہر مہلک سے مہلک وار کو روکا۔

اور کسی مسلمان کی روحانیت جب مادیت پر غالب آجاتی ہے تو پھر اس کے لئے اللہ کا شیر۔ اسلام کا غازی اور خالد بن ولیدؓ۔ ابو عبیدہؓ، محمد بن قاسمؒ اور محمود غزنوی بننا کوئی مشکل نہیں ——————

ہمارے پچھلے مجاہد بھی اسی مذہب اسلام اور دینِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیدائی تھے اور پاکستان کے یہ غازی بھی اسی دینِ حق کے پرستار ہیں۔ وہ پکے سچے مسلمان تھے۔ اور یہ بھی! ——————

ان کے دلوں میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دریا موجزن تھا۔ اور ان کے دلوں میں بھی! وہ بھی اللہ کے پرستار اور یہ بھی! ایسی صورت اس وقت تھی کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اور یہ بھی اسی کلمہ کا ورد کرنے والے ہیں۔ اور ایسی صورت میں! اس ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں بھی یہ بہادر، اللہ کے شیر۔ اور اسلام کے سپاہی بن کر ہندوستان کی اتنی بڑی طاقت کو پوری قوت سے کچل سکتے ہیں۔ تو وہ لوگ تو پروردہ آغوشِ نبوت تھے۔ پھر ان کے لئے اللہ کی تلوار بننا کون سا مشکل تھا ——————

موجودہ جنگ میں ہر محاذ خصوصاً سیالکوٹ کے محاذ پر یہ دیکھا گیا کہ دشمن کی ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیدل فوج تھی اور چھ چھ سو ٹینکوں، ہزاروں توپوں اور بکتر بند گاڑیوں سے پوری طرح سے مسلح تھی ——————

اور مقابلے میں بارہ ہزار مسلمان مجاہد۔ گنتی کی چند توپیں اور کچھ ٹینک۔ مگر پھر بھی مسلمان غازیوں نے ہندوستان کا غرور خاک میں ملا کر رکھ دیا اور اسے ذلت آمیز شکست

دی تو صرف اسلئے کہ اگرچہ زمانہ توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا ہے۔ لیکن لڑنے والے تو مسلمان تھے اور اللہ کے سپاہی۔ محمدؐ کے غلام اور علیؓ کے ملنگ تھے۔ اور مسلمان کا مقام جو درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ: ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اور پھر وہ کہتا ہے کہ: ؎

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیر الٰہی
کافر ہے تو شمشیر پہ رکھتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

غرضیکہ اس درویش نے مسلمانوں کو جو پیغام دیا تھا۔ اور مسلمان کو جس مقام پر دیکھنا چاہتا ہے۔ جہادِ پاکستان میں مسلمان اس معیار پہ پورے اترے ہیں اور عقل و فلسفہ اور مغربی تعلیم و تہذیب کے پرستاروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عظمتِ اسلام کی پاسبانی۔ دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی اور ملک و ملت کی آبرو کی رکھوالی کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینی، یہ عقل و فلسفہ پرکھنے کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو عشق کا سودا ہوتا ہے! ——

اور میدانِ جہاد میں لڑنے والے مسلمان کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ اگر میں قتل کر کے آیا تو غازی ہوں اور قتل ہوگیا تو شہید ہوں —— اور شہید ہونے کے بعد اسکی رسائی

بارگاہِ الٰہی تک ہے، اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظارے بھی ہیں اور جب کسی کے دل میں محبوب کو ملنے کی تمنا ہو تو پھر وہ عشق کے میدان میں قلت و کثرت سامان و بے سروسامانی اور موت و حیات سے بے نیاز ہو کر آگ کے شعلوں سے میں کود پڑتا ہے۔ دریاؤں کی طوفانی لہروں کو چیر دیتا ہے اور پہاڑوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ اسلئے کہ یہ عشق کی بازی ہے جس کا مقام یہ ہے کہ: ؎

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

اور کبھی: ؎

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق
کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق
کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش
کبھی عریاں و بے تیغ و سناں عشق

اور پھر: ؎

عشق دم جبرائیل، عشق دلِ مصطفےٰ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات، عشق سے نارِ حیات

اور پھر ؎

عشق کے ہیں معجزات، سلطنت و فقر و دیں
عشق کے ادنیٰ غلام صاحبِ تاج و نگیں
عشق مکان و مکیں، عشق زمان و زمیں
عشق سراپا یقین اور یقین فتح باب

اور یہ عشق کی ہی بازی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کی آگ میں کود پڑے! اور یہ عشق ہی کا سودا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ کربلا میں حضرت عباسؓ کے بازو کٹتے ہوئے بھی دیکھے اور حضرت علی اکبرؓ کی لاش پر گھوڑے دوڑتے ہوئے بھی دیکھے۔ قاسمؓ کے سہرے کی لڑیاں خاک و خون میں رُلتی ہوئی بھی دیکھیں اور حضرت علی اصغرؓ کے معصوم گلے پر تیروں کی بارش بھی ہوتی ہوئی دیکھی اور بالآخر اپنا سرِ پاک بھی نیزے پر چڑھا دیا۔

اور جہادِ پاکستان میں بھی عشق و محبت کا ہی سودا ہوا کہ ہمارے بہادر جوان جس مقام پر ڈٹ گئے پھر وہاں سے قدم نہ ہلائے اور دشمن کے گولوں، آتشباری اور آسمان سے بموں کی بارش بھی ان کو خوفزدہ نہ کر سکی

اور عشق کے میدان میں سستی کے لئے سندھو کے تھل اور سوہنی کے لئے دریائے چناب کے طوفان کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

تو پھر میجر عزیز بھٹی، میجر شامی شہید، کرنل عبدالرحمٰن۔ محمد یونس اور دوسرے شہیدانِ عشق و محبت کے لئے ہندوستان کی توپوں اور بھارت کے ٹینکوں اور طیاروں سے کھیلنا کونسی بڑی بات تھی ——————

غرض یہ کہ علامہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کو جس حُریّت و خودی کا پیغام دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو ان کے اصلی مقام سے آگاہ کیا تھا اور ان کو شہنشاہی و حکمرانی کے جو گُر بتائے تھے، وہ صحیح تھے اور پاکستان کے مسلمانوں نے ان کی صحیح ترجمانی کر دی ہے۔

معرکۂ وجود میں بدر و حُنینؓ بھی ہے عشق
صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق



عقاب

درویش لاہوری مردِ مومن کو شہباز۔ شاہین اور عقاب سے تعبیر کرتا ہے!

اور وہ اپنی ساری زندگی ایسے مردِ مومن کی تلاش میں رہا۔ وہ کہتا ہے کہ:-!

عقابی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سُلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

لیکن اسے کیا خبر تھی کہ میرے بعد ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ مردانِ مومن اس کی تعبیر کو اصلی رنگ میں پیش کر دیں گے ——

اس نے آج سے کئی سال پہلے جس تخیل کو پیش کیا تھا۔ اسلام کے ان شہبازوں اور پاکستان کے ان عقابوں نے اسے ایک زندہ حقیقت بنا دیا ہے۔

اُس نے کہا تھا:-

ہوائیں اُن کی، فضائیں اُن کی، سمندر اُن کے جہاز اُن کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر بھنور ہے تقدیر کا بہانہ

اور پھر اس مردِ مومن کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ:-

ہیں تیرے تصرّف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں

پاکستان کی فضائیہ جس کا نشان عقاب (شاہین) ہے کے جانباز ہوا بازوں نے جہادِ پاکستان میں جو حیرت انگیز کارنامے دکھائے اور اپنی بےمثال جرأت اور لاثانی شجاعت کے باب رقم کئے وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں، مگر ان مظاہروں پر دنیا کے انسان تو درکنار آسمان کے فرشتے بھی قیامت تک تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرتے رہیں گے ــــــــــ

ہندوستان کے جنگی جنونیوں کو اپنی طاقت پر بڑا ہی ناز تھا اور ہوتا بھی کیوں نہ، کیونکہ اس کی فضائیہ دنیا کے جدید ترین طیاروں پر مشتمل تھی اور پھر عددی طور پر پاکستان سے چار گنا بڑی بھی! ــــــــــ

مگر! اس کے باوجود بھارت کے یہ جنگی جہاز چڑیاں ثابت ہوئے اور فضائی جنگی کارروائیوں میں وہ دوسرے روز سے ہی پاکستانی عقابوں کا سامنا کرنے سے گھبرانے لگے ــــــــــ

اور آج اگر وہ مردِ قلندر زندہ ہوتا تو اسلام کے شہبازوں اور پاکستان کے عقابوں کو بھارتی کالی کرچھیوں پر جھپٹتے دیکھ کر کہتا کہ میرے شعروں کو پاکستانی شاہینوں نے عملی تفسیر دے دی اور وہ کتنا مسرور ہوتا۔ کہ:- ؎

چیتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبریل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن

اور پھر پاکستانی اور بھارت کی فضاؤں نے ان شاہینوں اور شہبازوں کے وہ کارنامے دیکھے کہ پوری دنیا نے انہیں حیرت انگیز معجزے قرار دیا۔ اور تاریخ نے ان کارناموں کو زندہ جاوید کر دیا، اور ہماری آنے والی نسلیں ان پر ملائک رشک و فخر کرتی رہیں گی ــــــــــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط



کرنل عبدالرحمن

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ !
غالب و کار آفریں کارکُشا کارساز

پاکستان کی بری فوج کے شیر دل لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمن جن کو سیالکوٹ کے محاذ پر لاثانی جراٴت و شجاعت کے صلے میں صدر پاکستان نے ستارہ جراٴت عطا کیا ہے۔ پاکستان کی آزادی اور اسلام کے وقار کی حفاظت کرتے ہوئے محاذ پر ہی شہید ہو گئے تھے ــــــــــــــــــــ

کرنل عبدالرحمن سیالکوٹ کے محاذ پر ۳۱ ر توپ خانہ کے انچارج تھے۔ جس نے ٹینکوں کی تاریخ ساز جنگ میں بھارت کی طاغوتی طاقت کو فنا کر دیا تھا۔ اور یہ وہی محاذ تھا۔ جہاں ہندوستان ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے جھانسی سے فوج کی سب سے طاقتور اور تجربہ کار رجمنٹ! "فخر ہند" لاکر پوری کی پوری جھونک دی تھی اور چھ چھ سو ٹینکوں، ہزاروں توپوں اور نوّے ہزار پیدل فوج کے ساتھ پوری طاقت سے حملہ کر دیا تھا ــــــــــــــــ

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں اسلام کے جاں نثاروں، مجاہدوں اور پاکستان کے سرفروش غازیوں نے اپنے جسموں پر بم باندھکر اور پھر دشمن کے ٹینکوں کے نیچے لیٹ کر نہ صرف ملک وملت کی آزادی وسالمیت کو بچالیا تھا۔ بلکہ ناموس اسلام اور عظمت دین کی پاسبانی کی تھی! ——

اور اسی محاذ پر چونڈہ اور الٰہڑ دشمن کی بے پناہ گولہ باری سے سٹالن گراڈ بن کررہ گئے تھے —— الٰہڑ، جو ان دنوں بھارتی درندوں کی وحشت وبربریت سے تباہ وبرباد ہوچکا ہے، کبھی مرکز علم وحکمت۔ منبع فیوض وبرکات اور گہوارۂ عرفان واتفاق تھا ——

مناظر اسلام۔ علامۃ العصر حضرت مولینا محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ اسی الٰہڑ کے رہنے والے تھے جو فاتح مرزائیت وعیسائیت کے نام سے مشہور تھے! ——

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مناظرہ کے میدان میں ان کے مقابلے میں نہ مرزائی ٹھہر سکتے تھے اور نہ ہی عیسائی! نہ ہی آریہ اور نہ ہی شعیہ اور نجدی! ——

اور جن کی آوازِ حق سنکر ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے! پاکستان کے بہت سے علماء کرام انہی کے تربیت یافتہ ہیں ——

انہوں نے اپنی زندگی میں صداقت اسلام اور دین کی تبلیغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے پیش نظر کی اور عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامت بھی تھے ——

اور آپ کے چہرۂ مبارک پر فقر ودرویشی کا نور ہر وقت چمکتا دکھائی دیتا تھا اور ساری زندگی اولیاء اللہ کی خدمت کرتے رہے اور مسیح الملک حضرت علامہ حکیم عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الٰہڑ کے باسی تھے جو جسمانی طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی معالج بھی تھے۔

اور فنِ حکمت میں ان کا یہ مقام تھا کہ حکیم اجمل خاں مرحوم کے تجویز کیے نسخوں میں بھی ردو بدل کر دیا کرتے تھے ۔ ——————

ان کی نگاہوں میں فقر و غنا کا جلال بھی تھا اور درویشی و روحانیت کا جمال بھی ! ——————

اور پھر بابا عطا محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی الہڑ کے رہنے والے تھے جو پیر کامل کے نام سے مشہور تھے ! تبلیغِ دین کے ساتھ ساتھ ان کا روحانی فیض بھی دور تک پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے حلقۂ مریدین بہت وسیع تھا اور ساری ساری رات یادِ الٰہی میں گذار دیتے ——————

اور پھر بابا جی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے رہنے والے تھے جو صاحبِ قلب و نظر ہونے کے ساتھ ساتھ سخی بھی تھے اور کئی بار موج میں آکر گھر کا سارا سامان غریبوں میں تقسیم کر دیا ! حلم و علم اور تقویٰ و طہارت میں اپنی مثال آپ تھے ۔

اور پھر بابا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے رہنے والے تھے ۔ جو اپنے وقت کے بلند پایہ حکیم اور صاحبِ جذب و مستی بھی تھے اور شاید اسی جذبہ مستی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور جب ان سے دلیل پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ الہڑ کا نام قرآن پاک میں ہے ۔ ——————

اور چونکہ "ڑ" عربی میں نہیں ہے ۔ اسلئے اصل میں یہ آلرء ہے اور پھر اپنے بزرگوں کے سمجھانے پر تائب ہو گئے ۔ یہ تمام حضرات ایک ہی گھرانے کے افراد تھے اور تمام کے تمام شہبازِ لامکانی ۔ غوثِ صمدانی ۔ قطبِ ربانی ۔ غواصِ بحرِ عرفانی ۔ واقفِ اسرار رحمانی ، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف کے روحانی خلفاء بھی تھے ! ——————

اور ان حضرات کے تمام علمی و عملی کمالات اور فقر و درویشی کے درجات اپنے مرشدِ کامل کی نگاہِ پاک کا فیض تھا اور ان کی رشتہ داری چک قاضیاں کی مشہور برادری ہے۔ جن کے سرکردہ جناب پیر سید کشفی شاہ نظامی ہیں۔ جن کے صاحبزادے جناب سید ظفر احمد صاحب پاکستان کے مرکزی وزیرِ قانون ہیں ——————

غرض یہ کہ وہ الہڑ جو کبھی علم و عرفان کا مرکز تھا، آج بھارتی لیٹروں کے قبضہ میں ہے اور ایک اخباری اطلاع کے مطابق اس کی مسجد کو بھی جلا دیا گیا ہے۔

موجودہ دور کی مادہ پرست دُنیا کی جنگ میں توپخانہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ کرنل عبدالرحمٰن بھی اسی اہم کردار پہ مامور تھے، وہ دشمن کے اس فیصلہ کُن حملے کو پسپا کرنے کے لئے اپنے توپ خانے کو ضروری ہدایات دینے کے لئے ایک جیپ پر سوار ہو کر دشمن کی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے۔ اس وقت دشمن کے ٹینک آگ برسا رہے تھے ——————

لیکن پاکستان کی سالمیت کا یہ سرفروش مجاہد اور اللہ کا شیر آگ کے اس سمندر میں تیرتا ہُوا بڑی جرأت سے آگے بڑھتا گیا اور فوجی ہدایات سے اپنے دستے کی پوری طرح راہنمائی کرتا رہا اور بپھرے ہُوئے شیر کی طرح گرجتا۔ حق کے نعرے لگاتا اور بڑی بہادری سے دشمن کے دستوں کو چیرتا ہُوا اگلی صفوں میں جا پہنچا! ——————

انہوں نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی اور گرد و پیش کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ وہ ایسے مقام پر ہیں جہاں سے پیچھے ہٹنا ایک جاں نثار غازی کی توہین تھی اور وہاں کھڑے رہنا موت! اور پھر وہیں انہوں نے یہ آواز سُنی کہ ؎

مسلمانوں بلالؓ و بوذرؓ و سلمانؓ ہو جاؤ

رسُول اللہ کے ناموس پر قربان ہو جاؤ

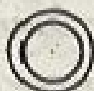
اور پھر انہوں نے دشمن کی اگلی صفوں میں جا کر بھارتی سورماؤں کو للکارا ۔

بھارت سے دبنے والے اسے شاستری نہیں ہم

رن میں پہلے ہی کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اور پھر ہندوستان کے جنگی ناخداؤں کو آواز دی کہ اوامریکہ کے ٹینکوں پر ناز کرنے والو آؤ اور محمدؐ کے غلام سے دست بدست جنگ لڑکے بھی دیکھو! تمہاری طرف امریکہ ۔ روس اور برطانیہ ہے اور ہماری طرف اللہ اور رسول اور علی حیدر کرارؓ ہے! دشمنوں نے بہادر کرنیل کو اپنے گھیرے میں لینے کی کوشش کی لیکن پاکستان کا حوصلہ مند غازی جنگ کے تمام خطرات سے بے پرواہ اور موت کے خوف سے بے نیاز ہو کر جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں مردانہ وار کھڑے ہو کر اپنے توپ خانے کو مناسب ہدایات دیتا اور اپنے توپخانہ سے دشمن کے ٹینکوں اور فوجی ٹھکانوں پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگوا کر تباہ کرواتا رہا۔

اور پھر جب وہ اپنے فرض کو بڑے ہی احسن طریقے سے نبھا کر واپس آرہا تھا تو دشمن کا ایک گولہ ان کی جیپ پر لگا ۔ جس سے شمع ملک وملت کا پروانہ اس آگ میں جل گیا ۔ اور اس طرح گلشن وطن کا یہ بہادر مجاہد شہید ہو گیا ۔ لیکن وہ ، اپنے مشن کو پورا کر چکے تھے اسلئے کہ ان کی ہمت وجرأت کی بدولت دشمن کی توپیں خاموش اور بکتر بند گاڑیاں تباہ ہو چکی تھیں اور اس کے ٹینکوں کے پہاڑ ، ریزہ ریزہ ہو چکے تھے اور کفر بڑی ذلت سے پسپا ہو چکا تھا ــــــــــــــ



میجر عزیز بھٹیؒ

قبضے میں تلوار جو آجائے تو مومن
یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرؓ کرار



پاکستان کی میدانی فوج کے میجر عزیز بھٹی جن کو صدر پاکستان نے لاہور کے محاذ پر ان کی بے مثال جرأت و جوانمردی کے صلے میں فوج کا سب سے بڑا اعزاز نشانِ حیدرؓ عطا کیا ہے۔ محاذ پر ہی ملک و ملت کی پاسبانی کرتے ہوئے شہید ہو گئے ــــــ

نشانِ حیدر کا اعزاز صحیح معنوں میں عزیز بھٹی کی شایانِ شان ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے بھارتی جنگی سورماؤں کے وہ تمام ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیئے جو لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر لینے کے لئے بنا کر آئے تھے ــــــ

ٹینکوں کے پہاڑ ، توپوں کی آتش باری اور بموں گولوں کی بارش بھی عنبرِ
ملّت کو خوفزدہ نہ کر سکی ۔ وہ کئی بار آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں اور کئی بار
دشمن کے گولوں کی زد میں آئے ——————

اسلئے کہ وہ ہر قیمت پر دشمن کو لاہور سے دور رکھنا چاہتے تھے ! ان کو وقت
کی نزاکت کا پورا پورا احساس تھا اور وہ اپنی ذمہ داری کو بھی اچھی طرح جانتے
تھے ۔ اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر دشمن کو ذرا سی بھی ڈھیل دی گئی تو جنگ کا نقشہ
ہمارے خلاف بدل سکتا ہے ——————

اسلام کا یہ بہادر غازی اور پاکستان کا شیر دل مجاہد شیروں کی طرح دھاڑتا
ہوا ۔ گولوں ، بموں سے کھیلتا ، شانِ حیدری دکھلاتا ہوا اور کفر کی صفوں کو الٹاتا
ہوا کئی بار آگے نکل جاتا ! ——————

اور جب دیکھتا کہ میدان جنگی اہمیت سے ہمارے خلاف ہے تو پھر وہ
بپھرے ہوئے شیر کی طرح گرجتا ہوا اور دشمن ٹینکوں کے فولادی پہاڑوں سے ٹکراتا
ہوا اپنے مورچے میں واپس پہنچ جاتا ! ——————

اور آخر کار اس نے اپنے مورچے میں ہی جم کر دشمن پر کاری ضرب لگانے
کا فیصلہ کر لیا ! ——————

یہ پرانے زمانے کی جنگ نہیں تھی کہ جس میں دونوں طرف کے سپاہی ایک
ایک کر کے میدان میں نکلتے ۔ تلواریں چلتیں ۔ نیزے چمکتے ۔ برچھیوں کے وار ہوتے
اور پینترے بدلے جاتے ! اور لوگ میدان جنگ سے باہر لڑنے والے بہادروں
کی لڑائی کا تماشہ دیکھتے اور دونوں طرف کے عوام اپنے اپنے بہادروں کو داد
شجاعت دیتے تھے ——————

مگر ! پاکستان اور بھارت کی یہ جنگ ، توپوں ، ٹینکوں اور بمبار طیاروں
اور سائنسی و مشینی ہتھیاروں کو عقلی طور پر استعمال کرنے کی جنگ تھی جس میں

انسانی قوت اور فنون جنگ کی بجائے عقل کے استعمال کی جنگ تھی! ——

لیکن میجر عزیز اس خوفناک جنگ کی ایک ایک چال کو سمجھتے تھے اور دشمن کی ہر کارروائی سے پوری طرح واقف تھے اور پھر اللہ کا یہ شیر بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کرکے اپنے مورچے میں جم گیا کہ: ——

"اے میرے ربّ العزّت میری آنکھیں اسلام کی سرحدوں سے کفر کے طوفانی سمندر میں ڈوبا ہُوا نہ دیکھیں! اور میری زندگی میں بھارتی درندے مسلمان عورتوں کی چادریں نہ اتاریں! اور آج اگر ہندوستان کے کافر، داتا کی نگری میں داخل ہو گئے تو کل قیامت کے دن میں دربارِ مصطفےٰؐ میں کون سا منہ لے کر جاؤں گا۔"

اور پھر اس کے مورچے کے چاروں طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں کہ اے اسلام کے بہادر غازیو! ——

اٹھو سائے میں تلواروں کے پل کھانے کا وقت آیا
فضاء میں پرچمِ توحید لہرانے کا وقت آیا
تمہیں ہو قاسم و محمود کی عظمت کے رکھوالے
بُتانِ ہند کے چیلوں سے ٹکرانے کا وقت آیا

اور پھر وہ اپنی شہادت گہِ الفت میں ثابت قدمی سے حق و صداقت، اسلام کی عظمت اور ملک و ملت کی آبرو کی حفاظت کے لئے بھارتی ڈاکوؤں سے لڑتے رہے ——

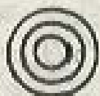
چھ دن گذر گئے اور اس دوران دشمن کی توپیں آگ و آہن برساتی رہیں اور ٹینک گولہ باری کرتے رہے۔ گولے ان کے چاروں طرف گرتے رہے اور آسمان سے بموں کی بارش ہوتی رہی، لیکن پاکستان کی آبرو کا یہ پاسبان چھ روز تک بھوکا پیاسا اپنے مورچے میں ڈٹا رہا ——

اور آخر کار وہ وقت آ گیا — جو میدانِ جہاد میں کسی خوش نصیب مسلمان کو ملتا ہے۔ یعنی شہادت کا وقت — ایسی شہادت کہ جس پر ہزاروں زندگیاں قربان —————

ایسی شہادت کہ جس کی پاک روح کو اٹھانے کے لیے رحمت کے فرشتے اپنے دامن کو پھیلائے رکھتے ہیں۔ ایسی شہادت کہ جنت کی حوریں بھی جس کی معتبر اس روح کا استقبال کرتی ہیں اور جس کے لئے جنت کے سب دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ —————

اور آخر کار دشمن کی توپ کا ایک گولہ اس کے سر پر لگا اور اس طرح لشکرِ اسلام کا یہ شیر دل جرنیل مسلسل چھ دن رات دشمن کو ناکوں چنے چبانے کے بعد شہادت گہِ اُلفت میں شہید ہو گیا —————

اسلام کو اگر میدانِ بدر کے غازیوں پر فخر ہے کہ انہوں نے روزے کی حالت میں کفر سے ایک دن کی جنگ لڑی تھی تو اسلام کے اس سرفروش مجاہد پر بھی اسلام قیامت تک ناز کرتا رہے گا جس نے چھ دن تک مسلسل روزے کی حالت میں بھارت کے کافر جنگی جنونیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دے کر ملک و ملت اور اسلام کی لاج رکھ لی —————



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بیت المقدس کی فتح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک ایسے مردِ مومن، اللہ کے ولی اور اللہ تعالیٰ سُبحانہٗ کے شیر کہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
"شیطان لعین، عمرؓ کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے!"
اور جو کبھی غضب کی نگاہ سے سورج کی طرف دیکھے تو سورج کی تپش ٹھنڈی ہو جائے ——————
اور جو کبھی دریائے نیل کو خط لکھ دیں تو سوکھا ہُوا نیل سیلاب کی سی طوفانی صورت اختیار کر لیتا ہے! ——————
اور —— جنھوں نے ایک منافق کو اس لیئے دو ٹکڑے کر دیا کہ اس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا! ——————
اور جنھوں نے بہن اور بہنوئی سے قرآن سُن کر انہیں اتنا مارا کہ انہیں بیہوش اور اَدھ موا کر دیا تھا اور پھر اسی قرآن مجید کے اعجاز اور برکت سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے! ——————

اور پھر جب نماز پڑھنے خانہ کعبہ کی طرف گئے تو تلوار ہاتھ میں پکڑی —
نیزہ گلے میں لٹکایا اور شمشیرِ عرب کو ہوا میں لہرایا اور پھر قریش کے بہادروں کا نام لیکر
للکار کر، ————
آج خطاب کا بیٹا مسلمان ہو کر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہے کسی میں جرأت
ہے تو راستہ روک لے! ————
مگر مقابلہ میں وہ آئے جس نے اپنے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ کرنی ہوں!—
لیکن کوئی بھی مقابلے پر نہیں آیا! ————
اور وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنہوں نے دوسرے صحابہ کرام کی طرح چھُپ
کر نہیں بلکہ پہلے غسل کیا — پھر کعبۃ اللہ کا طواف کیا اور بلند آواز سے پکارا! ——
"قریش کے بہادرو! — ہاشمی جوانو اور ابوجہل اور ابولہب کے نقشِ قدم پر
چل کر محبوبِ خدا علیہ السّلام کو پتھر مارنے والو! ————
آؤ نبیؐ کا غلام عمرؓ آج مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جا رہا ہے جس نے دیوار
کھڑی کرنی ہو کر لے!" ————
مگر سب کے حوصلے پست ہو گئے اور کسی کو اس اللہ کے شیر کا راستہ روکنے کی ہمت
نہ ہو سکی ————
اور ہاں! — وہی اللہ کے شیر جنھوں نے اپنی سیاسی بصیرت — حسنِ تدبّر
اور جنگی مہارت کی بناء پر اسلام کی عظمت — دین کی سربلندی اور نظامِ مصطفےٰؐ کے لئے
اسلامی جہاد کے ذریعہ اسلامی فتوحات کا نقارا بجایا۔ تو جہاں جہاں اس نقارے کی
آواز پہنچی، وہاں وہاں کفر و باطل کے دلوں پر چوٹ لگتی گئی! ————
اور کفر کے بڑے بڑے بہادروں، اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں اور باطل

کے بڑے بڑے سورماؤں کے دل دہلنے لگے! ————

اور پھر چند ایک مجاہدین کا ایک اسلامی لشکر تیار کر کے عرب کے صحرا سے نکلے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کا راستہ نہ روک سکی ————

کہیں خالد بن ولیدؓ کی شمشیر عرب دشمنوں کے سر کاٹ رہی تھی اور کہیں ابو عبیدہ بن جراحؓ کی تیراندازی سے باغیوں کے سینے چھلنی ہو رہے ہیں اور کہیں حضرت عمرو بن العاصؓ کے برق رفتار گھوڑے دریاؤں کی روانیوں پر سے ایک سفینہ کی مانند تیرتے چلے جا رہے ہیں ————

اور پھر اسی اللہ کے شیر نے مصر و عراق کی فتح — روم و شام کے قیصر و کسریٰ کے سنہری تخت و تاج کو پامال کرتے ہوئے ————

ایران و نہاوند کی کامیابی — آذربائیجان اور سیستان کی کامرانی — بصرہ و مدائن کو سرنگوں کرنے اور ایران کے شہ زور رستم — جنگجو بہمن اور لوہے کا لباس پہن کر لڑنے والے سپہ سالار جالینوس کو خاک خون میں تڑپاتے ہوئے ———

بیت المقدس کی دیواروں تک جا پہنچے ————

بیت المقدس فتح ہوا — بلال حبشیؓ نے ظہر کی آذان کہی — مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی گئی ————

صلح کا عہد نامہ اپنے دست مبارک سے لکھا اور نہایت ہی سادہ لباس میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے ————

یہ بیت المقدس کی فتح کی خوشی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی ورنہ وہ تو عہد کر چکے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی اذان نہ دوں گا ———

مگر — افسوس کہ عرب ریاستوں کے حکمرانوں کی بے حسی اور عرب کے رنگین

شہزادوں کی بزدلی اور عیش پرستی کے باعث یہودی اگر بیت المقدس پر ستر و سال سے گھوڑے باندھ رہے ہیں ——————

اور ان پر یہودیت کا پرچم لہرا رہا ہے۔ اور یاسر عرفات کی کم نگاہی۔ بزدلانہ سیاست اور نا اہل قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اور عرب ممالک کے رنگین مزاج۔ عاقبت نا اندیش شہزادے۔ حکمتِ عملی کے سیاہ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کہ ——————

اربوں ڈالر روزانہ آمدنی کے باوجود ابھی تک کسی اسلحہ ساز فیکٹری کا وجود تو درکنار۔ کوئی ٹافیاں بنانے کا معمولی سا کارخانہ بھی نہیں لگا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقی حملہ کے دوران کویتی بھگوڑے چند گھنٹے تک بھی اپنی مادرِ وطن کا دفاع نہ کر سکے۔

اور اگر عرب شہزادوں نے کوئی گولی بنائی ہوتی —— تو آج بیت اللہ شریف کی رکھوالی —— حجازِ مقدس کی حفاظت اور سعودی حکومت کو بچانے کے لئے نہ امریکی عیسائیوں کے ناپاک قدم، عرب کی مقدس زمین کو پامال کرتے ——————

نہ اسرائیل کے یہودی بیت المقدس میں گھوڑے باندھتے اور نہ ہی مسجدِ اقصیٰ کو آگ لگانے کی جرأت کرتے اور نہ ہی یاسر عرفات کی کم درہمت عمل۔ کم نگاہی اور بزدلانہ سیاست اور نا اہل قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہوتا ——————

اور نہ وہ غریب الوطن ہو کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ——————

حضرات محترم! ——————

صاحبزادہ سید افتخار الحسن سچ کہتا ہے کہ سعودی عرب کے عیش پرست شہزادے شاہ فہد اور اس کے بھائی بندوں نے خدا کو چھوڑ کر امریکہ۔ برطانیہ۔ فرانس، اٹلی سے امداد طلب کر کے ایک ناقابل معافی جرم کیا ہے کہ ——————

عراق جیسی خود دار اور اسلامی اور مضبوط حکومت کو کفر و باطل کے لیڈروں کو کرایہ پر بلوا کر تباہ و برباد کروایا ——————

مگر وہ بزرگ بھی عرب تھے جو دنیا کے بڑے دلیروں، پہلوانوں اور بڑے بڑے شہسواروں کے غرور کو خاک و خون میں ملاتے ہوئے سندھ کے ساحل پر آ اترے اور یہاں وادی مہران کی ظالم و جابر حکومت کو روندتے ہوئے ملتان میں داخل ہو گئے۔

اقبال مرحوم خوب کہتا ہے کہ

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

اور —— شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

—————— اور ——————

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے بھی اپنی ایمان افروز کتاب "ضربِ کلیم" میں آج سے پچاس سال قبل امرائے عرب کو ایک زندہ و جاوید پیغام دیا تھا۔ کہ

ص —— کرے یہ کافرِ ہندی بھی جراتِ گفتار
اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو
وصالِ مصطفوی —— افتراقِ بولہبی
نہیں وجود حدود و قیود سے اس کا
محمدِ عربی سے ہے عالمِ عربی

کہ —— جب تک یہ امرائے عرب اور مصر و حجاز اور شام و عراق کے عربی حکمران اور رنگین مزاج شہزادے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے دامن کو وابستہ رکھیں گے اور ابوجہل و ابولہب کی تہذیب —— ان کی سیرت اور ان کی نجاست سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں گے اس وقت تک یہ عربی کہلانے میں حق بجانب ہوں گے ——————

اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے اور در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے اور بیت المقدس بھی ان کے ہاتھوں سے جاتا رہے گا اور مسجد اقصٰے کے مقدس مینارے بھی ان کی بے حسی - بزدلی اور عیش پرستی پر ماتم کرتے رہیں گے ——————

اور پھر فلسطینی عرب سے کہتا ہے —— کہ

؎ —— زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے
تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے
سُنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے !

کہ اے فلسطینی عرب کے بہادر نوجوانو اور اسلام کے جانثار سپاہیو! میں جانتا ہوں کہ وہ پرانی آتش سوزاں جس نے یہود و نصاریٰ کے تکبر و غرور کو جلا کر رکھ دیا تھا اور کفر و باطل کے اندھیروں میں حق و اسلام کی شمع روشن کی تھی اور آج کا زمانہ ابھی تک تمہاری اس آتش سوزاں کے سوز اور یہودیت و نصرانیت کے مضبوط قلعوں کو عشق رسول کی آگ اور اسلام کی آتشِ تپاں ابھی تک تمہارے سینوں میں محفوظ ہے ——————

اور تم آج بھی اس آتشِ پُرسوز سے کفر و باطل کی دیواروں کو جلا کر دینِ اسلام کے مقدس چہروں کو اور بھی روشن تر کر سکتے ہو لیکن افسوس کہ تمہیں کوئی بہادر لیڈر، بیباک راہنما اور سیاست کی شطرنج کی چالوں کو سمجھنے والا قائد ہی نہ مل سکا ———

اور اے فلسطین کے غریب الدیار مسلمانو! تمہاری اس غلامی ۔ محتاجی اور دربدر ٹھوکریں کھانے کا علاج جنیوا کے اجلاسوں ۔ لندن کی کانفرنسوں اور انگریزوں کی مکارانہ چالوں اور واشنگٹن کی عیارانہ فضاؤں میں نہیں ہے بلکہ جنیوا اور لندن کی بجائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ایمان افروز ہواؤں اور شمشیرِ عرب کی تابدار کاٹ میں ہے! ———

آؤ ——— مدینہ منورہ کی نورانی ہواؤں میں گم ہو کر اپنے دامن کو عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر لو اور عرب ریاستوں کے رنگین مزاج شہزادوں کی عیش پرستی کے بیہودہ ماحول سے منہ موڑ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد! ———

ابو عبیدہ بن جراحؓ کی جنگی مہارت اور خالد بن ولیدؓ کی جاں نثاری کو اپنی زندگی کا معیار بنا لو ———

تاکہ تمہاری ہر مشکل آسان ہو جانے کے ساتھ ساتھ بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کے پاک صحنوں میں تم پھر نماز ادا کر سکو ———

اور ان کے میناروں سے اذان کی آواز سے یہودیت اور صیہونیت کے دل دہل جائیں ———

اور تمہاری طرف سے یہودیوں کے ظلم و ستم اور قتلِ عام اور بیت المقدس کی توہین اور مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی کا بدلہ اور انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔

قارئینِ محترم! ———

قارئین محترم! ذرا سعودی عرب کے شہزادے رنگین - بے حس اور عیش پرستی کے باعث کمزوری - بزدلی اور اسلحہ کی کمی اور فوجی طاقت کی بے وفائی اور جنگی مہارت سے ناواقفیت ملاحظہ ہو ———

کہ ۱۹۷۹ء کو چند ایک باغیوں نے شاہ فہد کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی اور وہ بھی عین حج مبارک کے موقعہ پر ———

مگر سعودی حکومت کے بھگوڑے فوجی اور روضۂ انور کی جالی مبارک کو بوسہ دینے والوں کو گرفتار کر لینے والے سپاہی خدا جانے کس عیش و عشرت میں مبتلا تھے کہ اٹھارہ دن تک بھی ان پندرہ بیس باغیوں کو خانہ کعبہ سے نہ نکال سکے۔

آخر کار پاکستان کے بہادر فوجیوں نے محض چند گھنٹوں کے اندر انہیں گرفتار کر لیا! ———

اور میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ میں اس سال حکومت کی طرف سے امیر الحجاج بن کر گیا ہوا تھا ———

مگر —— اے عرب کے رنگین شہزادو - مسلمان ریاستوں کے عیش پرست حکمرانوں اور عرب لیگ کے نام نہاد کارکنوں ۱۷ سال سے بیت المقدس کی دیواریں تمہاری بزدلی پر نوحہ کناں ہیں ———

مسجد اقصیٰ کا حسین و جمیل محراب آپ کی بے بسی اور عیش پرستی پر آنسو بہا رہا ہے اور بلند آواز سے آوازیں دے رہا ہے ———

کہ - کہاں گئے وہ کفن بردوش مسلمان جو عرب کے صحرا سے اُٹھے اور اپنی شمشیر آبدار لیے کبھی خشکیوں میں کفر و باطل کے خلاف لڑتے ہوتے اور کبھی دریاؤں کی طوفانی موجوں سے ٹکراتے ہوئے اور دُنیائے کفر و باطل کے بڑے بڑے شہ زوروں کے طاقت کے غرور و تکبر میں ملاتے رہے اور کوئی قوت انکا راستہ نہ روک سکی ———

ہندوستان میں تحریکِ آزادی

حضراتِ گرامی! ——

ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور پھر تحریکِ پاکستان میں کئی طوفان اٹھے!

کئی کالی آندھیاں اور کئی بار پانچ دریاؤں میں خون بہتا ہوا بھی نظر آتا ہے ——

اسلئے کہ کبھی ہندو مسلم اتحاد کے نعرے اور کبھی ہندوؤں اور سکھوں کے مندروں اور گردواروں میں گائے کا گوشت اور کبھی مسلمانوں کی مسجدوں میں خنزیر کے پائے بھی سازش کے تحت ڈالے گئے ——

اور اسی تحریک کا ایک خونی باب یہ بھی ہے کہ ——

مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۹ء کو جنرل رولٹ کی قیادت میں ہندوستان میں ایک وفد آیا کہ وہ جا کر یہ فیصلہ کرے کہ سیاسی مجرموں کو کیا سزائیں دی جائیں ——

حالانکہ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں ہندوستانیوں نے انگریزوں کی بھرپور مدد کی تھی

مگر اس کا بدلہ ہندوستانیوں کو یہ مل رہا تھا ——

مگر قائدِ اعظم محمد علی مرحوم نے ایکٹ کے خلاف مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو وائسرائے کو ایک خط لکھا کہ اگر آپ نے اس ایکٹ کو واپس نہ لیا تو ملک میں ایسی آگ لگا دی جائے گی جو ان سے بجھائی نہ جا سکے گی ——

پھر اسی ایکٹ کے خلاف مظاہرہ کرنے کے لئے مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ امرتسر میں ایک جلسہ ہوا جو ہندو مسلمانوں اور سکھوں کے اتحاد کا مظاہرہ بھی تھا —— جس میں ڈاکٹر کچلو —— مولینا داؤد غزنوی اور ڈاکٹر ستیہ پال نے پرجوش

تقریریں کیں ــــــــــــــــ

لیکن جنرل ڈائر نے گولی چلائی جس سے ایک ہزار ہندوستانی مارے گئے۔ مگر پھر ۱۵ سال کے بعد ایک ہندوستانی سکھ سردار اودھم سنگھ لندن پہنچا اور اس کے ہمراہ ایک مسلمان لڑکی فیروزہ نے تعاون کیا جس کی وساطت سے عین اسمبلی کے اجلاس کے دوران سردار اودھم سنگھ نے جنرل ڈائر کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ــــــــ

اور اس نے زور سے پکار کر اعلان کیا کہ آج بہت خوش ہوں کہ میں نے جنرل ڈائر سے جلیانوالہ باغ میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کے قتلِ عام کا بدلہ لے لیا ہے اب مجھے پھانسی پر لٹکا دو! ــــــــــــ

اور اس تحریک آزادیٔ ہند کی تاریخ کا لہو میں ڈوبا ہوا ایک ورق اور بھی ہے وہ یہ کہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۸ء کو مسٹر سائمن کی قیادت میں ایک انگریز وفد سائمن کمیشن ہندوستان کے حالات کا سیاسی جائزہ لینے کے لئے ہندوستان پہنچا۔ مگر اس وفد میں کسی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا تھا اسلئے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اس وفد کا بائیکاٹ کر دیا ــــــــــــ

اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور لالہ لاجپت رائے نے اس کمیشن کے خلاف دھواں دار اور باغیانہ تقریریں کیں ــــــــــ

ان دنوں لاہور کی پولیس کا سربراہ سکاٹ تھا۔ اس نے لاٹھی چارج کا حکم دے دیا مسٹر سانڈرس جتھہ دار تھا۔ اس نے پہلی لاٹھی لالہ لاجپت رائے کے سر پر ماری جس سے لالہ جی موت کی آغوش میں جا بیٹھا ــــــــــــ

لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد بھگت سنگھ نے جو کہ چک نمبر ۸ جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کا رہنے والا تھا جس نے مسٹر سانڈرس کو گولی سے اڑا کر اعلان کر دیا کہ آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ میں نے آج اپنے ایک بھائی لالہ لاجپت رائے کے انگریز

قاتل کو گولی مار اس کا بدلہ لے لیا ہے ——————

اور سردار بھگت سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا اور اس پر مسٹر سانڈرس کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلا کر مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو لاہور پھانسی دے دی گئی اور اس کی لاش کو دریائے ستلج کی طوفانی لہروں کے سپرد کر دیا گیا ——————

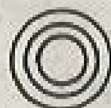
حضرات گرامی! ——————

ابھی ۱۹۸۴ء میں ایک خونچکاں داستان تاریخ کے صفحات پر اور رقم ہوئی وہ یہ کہ بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو نہ جانے کیا سوجھی! ——————

کہ اس نے پنجاب میں سکھوں کے سب سے مقدس مقام بڑے دربار صاحب امرتسر پر ایک بدترین قسم کی فوجی کارروائی شروع کر دی۔ اور سکھوں کی مقدس ترین کتاب گرنتھ صاحب کو پامال کر دیا اور دربار صاحب کے گیانیوں اور عبادت کے لئے آئے ہوئے لوگوں کا قتل عام کر دیا ——————

اور جو لوگ اس کارروائی کے دوران بچ گئے انہیں بلاتخصیص بچے بوڑھے اور خواتین گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا ——————

مگر دو ماہ بعد ہی سکھوں نے بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو گولیوں سے چھلنی کر کے رکھ دیا اور قاتلوں نے اندرا گاندھی کی لاش پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔ کہ ہم آج بہت خوش ہیں کہ ہم نے دربار صاحب کی بے حرمتی کا بدلہ لے لیا ہے۔ اور اس کے بعد اس اندرا گاندھی کے بیٹے راجیو گاندھی کا بھی وہی حشر ہوا ——————



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر صاحب مرحوم

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم ———— جو ہندوستان کی آزادی کے لئے پہاڑوں سے ٹکرائے دریا کے طوفانوں میں غوطہ زن ہوتے رہے اور انگریزوں کی غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے ان کا ہر ظلم و ستم سہتے رہے۔ وہ بار بار بغاوت کے الزام میں جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اور ان پر مقدمات بنتے رہے ————

ان بغاوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ بہت مشہور ہے۔ جسے کراچی کا مقدمہ بغاوت کہا جاتا ہے ————

یہی محمد علی جوہر جب کبھی جیل کی تنگ و تاریک چکیوں میں تنہائی سے گھبرا اٹھتے تو تو نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لکھکر اطمینانِ قلب حاصل کرتے تھے ————

ان کی ایک نعت آج بھی زبانِ زدِ خاص و عام ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:-

تنہائی کے سب دن ہیں
تنہائی کی سب راتیں

اب ہونے لگیں اُن سے
خلوت میں مُلاقاتیں

تسنیم کے وعدے ہیں
کوثر کے تقاضے ہیں

اِک فاسق و فاجر پہ
اور اتنی مراعاتیں

اِس آس پہ جیتا ہوں
کہ شاید وہ بُلا بھیجیں

بھیجی ہیں درودوں کی
کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

ہاں! ہاں وہی مولینا محمد علی جوہر جنھوں نے ۱۹۲۲ء کی خلافت کمیٹی کے ذریعے ہندوستانی مسلمانوں کے دِلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت اور عداوت کی آگ بھر دی ——————

اور آخر کار ۳ جنوری ۱۹۳۰ء کی لندن گول میز کانفرنس میں جاتے ہیں تو ایک بدنہاد فرنگی کے پوچھنے پر ——————

کہ محمد علی یہاں کیوں آئے ہو؟ ——————

مولانا نے بڑے بیباکانہ انداز میں ایک بہادر سپاہی کی طرح جواب دیا ——

کہ — میں یہاں ہندوستان کی آزادی کا پروانہ لینے آیا ہوں! ——

اب مجھے آزادی کا پروانہ دو یا پھر میری قبر کا انتظام کرو! ——————

کیونکہ میں اب غلام ہندوستان میں زندہ واپس نہیں جاؤں گا ——

مگر قارئینِ کرام! —— آپ یہ پڑھکر حیران ہوں گے ——

کہ اس مردِ قلندر کو آزادی کا پروانہ تو نہ مل سکا البتہ وہ آزادی کی شمع پر پروانہ وار فدا ہو گیا! ——————

اور اب مردِ مجاہد کی سعادت ملاحظہ ہو ——————

کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم پیدا ہوتے رامپور میں —— اور موت واقع ہوتی ہے لندن میں —— اور —— دفن ہوتے ہیں ——

—— بیت المقدس میں ——

؎ —— میرِ سپاہ ناسزا
لشکریاں شکستہ صف
آہ! وہ تیرِ نیم کش
جس کا نہ ہو کوئی ہدف

صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ رازفاش!
لاکھ حکیم سربجیب ایک کلیم سربکف!

اور —— غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اور —— اسلامی ریاستوں کے رنگین مزاج شہزادو! اور عیش پرست حکمرانو! سنو اور کھلے دل سے سنو! ——————

کہ ہمارا مصوّرِ پاکستان - مردِ درویش لاہوری علامہ اقبالؒ آپ کے متعلق آج سے کئی سال پہلے کیا کہہ گیا ہے ——

؎ —— نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدؐ عربی سے ہے عالمِ عربی!

کہ آپ نے اپنی حماقت اور ناعاقبت اندیشی سے عرب لیگ بناکر اپنی ایک علیحدہ قومیت کا تصور تو دُنیا کے سامنے پیش کر دیا ——————

مگر جس کے نامِ اقدس کے ذریعے قومیں بنتی ہیں اور پھر وہ قومیں اسی کے

اسم گرامی کی برکت سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں ـــــ اسی اسمِ پاک یعنی محمدؐ عربی کے دامنِ اقدس کو تم نے چھوڑ دیا اور آج اسی وجہ سے آپ ذلیل وخوار ہو رہے ہیں ـــــــــــ

مجھے بتاؤ! ـــــ کہ آپ کی وہ عرب لیگ ـــــ آج کہاں ہے ؟ اور کیا کر رہی ہے ؟ ـــــــــــ

درویش لاہوری تو پوری کائنات پر چھا جانے کا ایک ہی نسخہ بتاتا ہے کہ ـــــ

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کوئی روس کی گود میں چلا گیا اور کوئی امریکہ کی آغوش میں ! ـــــ

اور ـــــ صاحبزادہ سید افتخار الحسن کی یہ بات بھی یاد رکھنا کہ آج مورخہ ۱۲ ار جنوری کو مشرقِ وسطیٰ کے امن کے لئے واشنگٹن میں مذاکرات ہو رہے جس میں امریکہ ـ برطانیہ اور فلسطینی مسلمانوں کے علاوہ یہودی نمائندے بھی شریک ہو رہے ہیں! ـــــــــــ

مگر ـــــ اے عرب ریاستوں کے حکمرانوں ـ اسلام کے نام لیوا پیشواؤ ـ اور رنگین مزاج شہزادو! اس دھوکہ و فریب کے جال میں نہ پھنس جانا ـ

اسلیئے کہ جس برطانیہ اور امریکہ نے یہودی ریاست کی بنیاد رکھ کر عرب ریاستوں کے سینہ میں چھرا گھونپ رکھا ہے اور اسلام دشمنی کی بنا پر ہر موقعہ ـ ہر قدم اور ہر معاملہ پر اس کی حمایت کرتے چلے آرہے ہیں ـــــــــــ

وہ واشنگٹن مذاکرات میں اس اسرائیل کے خلاف بھلا کیسے کام کرینگے ـ

جس بنی اسرائیل نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے وفا نہ کی وہ آج مشرقِ وسطیٰ کے امن کیلئے اور عرب ریاستوں اور فلسطینیوں سے کیا وفا کرے گا ! ـــــــــــ

غالب مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ! ——————

کہ — ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید

جو نہیں جانتے کہ وفا کیا ہے

اللہ کا نام لے کر اُٹھو اور آپس کے تمام اختلافات مٹا کر اور آپس میں محبت و اخوت کی طاقت پیدا کر کے اور شمشیرِ عربی لے کر اٹھو اور پہاڑوں سے ٹکرا جاؤ! سمندروں اور دریاؤں کو کھنگال ڈالو اور اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے الجہاد فی الاسلام کا نعرہ لگاتے ہوئے یہودیت و نصرانیت اور صیہونیت کے قلعوں کو روندتے ہوئے بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کی عظمتِ رفتہ کو بحال کر دو تاکہ تمہارا نام بھی اللہ کے شیروں میں شمار ہونے لگے —! ——————

کیونکہ درویش لاہوری اقبال مرحوم کیا خوب فرماتے ہیں ——————

ے — کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیر مسلماں

اور مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیرِ الٰہی

کافر ہے تو شمشیر پہ رکھتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

فلسطینی مسلمانوں کی طرح کشمیری مسلمان بھی ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں قتل ہو رہے ہیں ۔ معصوم بچوں کے گلوں پر چھریاں چلائی جا رہی ہیں ۔ عصمت مآب خواتین کی بے عزتی کی جا رہی ہے ۔ ان کے گھروں اور املاکوں کو آگ لگائی جا رہی ہے ۔

حالانکہ آج سے پچاس سال پہلے اقوامِ متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی تھی کہ ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو جموں و کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے گی ۔ اور آج یہی مطالبہ لے کر کشمیری عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ۔ کہ کئی ۵ جنوری کی تاریخیں گزر گئیں مگر کسی نے کشمیر میں رائے شماری نہ کرائی ۔ بلکہ بھارت نے کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہنا شروع کر دیا ۔

اور نہ جانے کب تک رائے شماری کی تاریخ ۵ جنوری آتی رہے گی اور گذرتی رہیگی۔

مگر یہ سہانا خواب کب شرمندہ تعبیر ہو سکے گا ——————

اسلئے بھارت پر دباؤ ڈالنے کے لیے براہ راست برطانیہ کے ان لیڈروں پر زور دینا چاہیئے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورے کرتے ہوئے کشمیر میں رائے شماری کرائے۔

ہڑتالوں ۔ جلوسوں ۔ عالمی برادری کے زور دینے پر کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔

ہر روز بھارت کے ظالم فوجیوں کے ظلم واستبداد میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

اور وہ کشمیری مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑ رہے ہیں ——————

خالی بیانات اور قراردادیں پاس کرنے سے رائے شماری نہیں ہوگی اور نہ کشمیر کو آزادی ملے گی ——————

صدر ایوب نے معاہدہ تاشقند کر کے جیتا ہوا کشمیر واپس بھارت کو دیدیا۔

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن کہتا ہے کہ طاقت کے ذریعے چھینی ہوئی چیز کو صرف طاقت سے ہی واپس لیا جا سکتا ہے ——————

اسلئے اگر فلسطین وکشمیر حاصل کرنا ہے تو طاقت ، اخوت اور اتحاد پیدا کرو۔ اپنی جنگی صلاحیت بڑھاؤ اور جب یہ سب کچھ مکمل ہو جائے تو دشمن پر شمشیر کی ضرب کاری لگاؤ اور دشمن کو چیت کر دو ——————



وطن کے غدّار

قارئینِ کرام! ______

جب تک مسلمان غداّروں کی وطن دشمن سرگرمیوں اور اسلام کے باغیوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہے اس وقت تک وہ کفر و باطل کے ہر معرکہ میں فتح و کامرانی کے جھنڈے لہراتے رہے ______

مگر جب ان میں غداّروں کی ایک ناپاک ____ گندی اور گمراہ جماعت پیدا ہونے لگی، تو نہ صرف مسلمانوں میں نفرت و عداوت کے سیاہ بادل چھلنے شروع ہوگئے بلکہ اسلام کی نورانی پیشانی پر کالے داغ لگنے لگے اور اسلامی چہرہ اپنی تابانی کھو بیٹھا ______

مثال کے طور پر ______ بہادر شاہ ظفر تیموری خاندان کا آخری تاجدار اور مغل سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ تھا ____ جس کی مدہم سی روشنی دہلی کے گلی و بازاروں میں شام کی تاریکی میں لوگوں کو راستہ دکھلاتی تھی ______

مگر مرزا الٰہی بخش ، منشی رجب علی اور مرزا سعد اللہ خاں کی غداّریوں نے ہندوستان میں اس آخری مسلمان تاجدار کو رنگون کے خوفناک قلعہ میں پہنچا کر بالآخر اس چراغ کو بھی بجھا کر دم لیا ______

اور اس مردِ درویش سلطان کو اسی اندھیرے قلعہ میں دفن کر دیا گیا ______

چنانچہ وہ شاہی درویش وطن سے دُور ـــــ اپنی غریب الوطنی کے بارے میں خود ہی کہتا ہے ـــــــــــ

کتنا ہے بدنصیب ظفر کو دفن کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کُوئے یار میں

اور اس المناک داستان کی تفصیل کچھ اسطرح ہے ! ـــــ کہ تحریکِ آزادئ ہند مئی ۱۸۵۷ء کو جھانسی کی رانی اور بہادر شاہ ظفرؒ کی قیادت میں میرٹھ کے شہر سے شروع ہوئی ـ جسے انگریز بدمعاش نے غدر کا نام دیا ہے ـ

تحریک نے زور پکڑا ـــــ اسلئے کہ مولینا فضل الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کر دیا تھا ـــــــ

اس تحریک آزادی کو ختم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل انگریز جرنیل میدان میں اُترے ! ــــــــــــ

جنرل ہڈسن ـ جنرل نکلسن ـ اور جنرل ایمرسن ـ

مغل شہزادوں کے نام یہ تھے ! ـــــــــــ

شہزادہ مرزا مُغل ـــ شہزادہ یاقوت اور شہزادہ جوان بخت ـــ

شہزادیوں کے نام یہ تھے ! ـــــــــ

شہزادی گلبانو ـــــ شہزادی قدُسیہ اور شہزادی فرخ سُلطان ـ

اور غداروں کے نام یہ تھے ! ــــــــ

منشی رجب علی ـ مرزا الٰہی بخش اور مرزا سعد اللہ خان ! ـــــــ

بہادر شاہ ظفر کو ہمایوں کے قلعہ سے مرزا الٰہی بخش نے گرفتار کروایا ـــــ مرزا سعد اللہ نے انگریز جرنیلوں کو بتایا کہ شہزادے بھی یہیں موجود ہیں ـ

جنرل نکلسن جب ان شہزادوں کو گرفتار کرنے گیا تو شہزادے گرج کر بولے ! کہ تیموری خاندان کے شہزادے مرنے سے پہلے گرفتار نہیں ہُوا کرتے !

لیکن مرزا اسعد اللہ نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے امان لے لی ہے۔
شہزادے بھی قتل کر دیئے گئے ــــ اور پھر اس شاہی خاندان کے خاتمے کے
بعد دہلی کے لوگوں نے دیکھا کہ دہلی کی شاہی مسجد کی سیڑھیوں پر ایک نوجوان لڑکی
چہرے پر ایک ٹوٹا پھوٹا نقاب ڈالے۔ ہاتھ پھیلائے ہر آنے جانے والے نمازی
سے سوال کرتی ہے؟ ــــــــ

دے جا سخیا نام خدا کے!

آخر ایک آدمی نے اس بھکارن سے پوچھ ہی لیا ــــ کہ
تو کون ہے؟ ــــــــ
بھکارن نے جواب دیا ــــــــ
بھائی!۔ میرے قریب نہ آنا ــ اور میرے نقاب کو ہاتھ نہ لگانا ــــ
میں بہادر شاہ ظفر کی بیٹی گل بہار بانو ہوں! ــــ
اقبال مرحوم ان وطن کے غداروں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

ــــ جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگ دیں، ننگ قوم و ننگِ وطن

اور ــ یہ ہے بھی سچ! ــــــــ
اسلئے کہ اگر میر جعفر غداری نہ کرتا ــــ تو نواب سراج الدولہ کی لاش پلاسی کے
میدان میں ہرگز نہ تڑپتی اور وہ انگریزوں کو ہندوستان بدر کر کے چھوڑتا ــــ
اور اسی طرح ــــ اگر میر صادق غداری نہ کرتا تو شیر دکن و میسور سلطان
ٹیپو کے بدن پر سرنگاپٹم کے میدان میں انگریز جنرل گولیوں کی بوچھاڑ نہ کرتا۔
اور اگر مرزا الٰہی بخش اور مرزا اسعد اللہ خان غداری نہ کرتے تو بہادر شاہ ظفر
کی موت رنگون کے اندھیرے قید خانہ میں نہ ہوتی اور اگر بھٹو غداری نہ کرتا تو یہ
پاکستان ٹوٹ کر بنگلہ دیش نہ بنتا ــــــــ

ہ ——— جیتے جی ہر کو کفن دے دیا

جسکی کرسی نے آدھا وطن دے دیا

یہ ہیں ——— وطن کے غداروں کی وطن دشمنی !!

سرگرمیوں کے تاریخ ——— صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ

پاکستان آج بھی ایسے ہی وطن کے غداروں سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ ہر روز بموں کے دھماکے ——— بیگناہ لوگوں کا قتل ——— معصوم

عورتوں کی آبروریزی ——— اور گلی گلی۔ ڈاکوؤں کے حملے یہ سب کچھ وطن سے غداری

نہیں تو اور کیا ہے ! ———

اور پھر سنہ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں پاکستان کے شیر دل سپاہیوں کو لڑایا

ہی نہیں گیا ———

اور مسٹر بھٹو کے اس اعلان نے ——— کہ

اُدھر تم اور اِدھر ہم ! ———

ہمارے بہادر جرنیلوں ۔ جانثار سپاہیوں اور فضائے آسمانی میں پرواز کرنے والے

ہوابازوں کے حوصلے پست کر دیئے گئے ۔ ورنہ سنہ ۱۹۷۱ء میں بھی وہی جذبہ تھا۔ وہی شوق

شہادت تھا ——— اور وہی سرفروشی کی لگن تھی ———

اس لئے کہ ؎

اہلِ ایمان جب میدان میں سنبھل جاتے ہیں !

جذبۂ شوقِ شہادت میں مچل جاتے ہیں !

تم تو مٹی کے کھلونے ہو تمہارا کیا ہے ؟

تکبیر کے نعروں سے تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں !

جیسا کہ ــــ اس کا مظاہرہ چھنب - جوڑیاں - دیوا - بیدیاں

اور برکی کے محاذوں پر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہو چکا تھا! ــــــــ

اور آج کشمیر کی جنگِ آزادی سے تنگ آ کر ۱۹۶۵ء کی طرح ہندوستان کے

جنگی جنونیوں نے پھر اس جنگ کو وسیع کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں - تو ان سورماؤں

کو معلوم ہونا چاہیئے ــــــــ

آج بھی ہماری بہادر اور مجاہد افواج میں محمد یونس حسن اور ایم - ایم - عالم

جیسے ہوا باز اور میدان جنگ کے عزیز بھٹی اور کرنل عبدالرحمٰن جیسے شہسوار اور

نور خان جیسے شہباز اور شاہین موجود ہیں ــــــــ

اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں دوارکا کا قلعہ پاش پاش کرنے والے بحری

بیڑے کے غوطہ زن زندہ ہیں ــــــــ

بھارت کے جنگی نیتاؤ! یہ ٹھیک ہے کہ تم تعداد میں زیادہ ہو اور تمہارے

پاس سامانِ جنگ بھی زیادہ ہے ــــــــ

مگر صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کی یہ بات ہرگز نہ بھولنا کہ ــــ

کہ ــــ لاکھ تنکے ہوں مگر ان کو بہانے کے لئے

موجِ دریا کا اک ریلا ہی بہت ہوتا ہے

اور ــــ اپنی کثرتِ تعداد کو تم نے سمجھا کیا ہے

شیر جنگل میں اکیلا ہی بہت ہوتا ہے



جنگ کے فائدے

جنگ کے بعد جنگ کے نقصانات کا اندازہ لگانا تو حکومتوں کا کام ہوتا ہے۔ مگر پاکستان اور ہندوستان کی اس جنگ میں مجھے جو فائدے نظر آئے ہیں ان کا ذکر ضروری ہے ——————

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جنگ کے ان اٹھارہ دنوں میں جو کچھ ہم نے سیکھا اور پایا ہے وہ ہم پچھلے اٹھارہ برسوں میں بھی نہ سیکھ سکے اور نہ پا سکے۔

قوم خوابِ غفلت میں سوئی ہوئی تھی۔ اس کا دل مُردہ ہو چکا تھا اور اسکے دل و دماغ پر ایک جمود طاری تھا۔ مسلمان دین پرستی کی بجائے عیش پرستی کے عادی ہو چکے تھے اور خدا و رسولؐ کا پیغامِ حیات اور مقصدِ زندگی بھول چکے تھے۔

دولت مند اور جاگیردار اپنی دولت کے نشے میں سرمست تھے۔ اور سیاسی رہنما کسی اونچی کرسی کی خواہش میں دست و گریباں تھے ——————

اور مذہبی راہنما۔ علماء و خطباء حضرات دینی اختلافات کو ہوا دے کر قوم کو تفرقہ میں ڈال رہے تھے۔ سٹیج و منبر پہ خدا و رسولؐ کے پیغامِ حق دینے کے بجائے اپنی ویلیو بنا رہے تھے ——————

ریڈیو والے پکے راگوں۔ فلمی گانوں اور فحش ڈراموں کو ہی قوم کی خدمت سمجھ رہے تھے اور قوم کو فحاشی اور عیاشی کا سبق پڑھا رہے تھے ——————

لیکن ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک پیام جوش و جوش لائی اور وقت کے تقاضے نے اسلامیانِ پاکستان کو جھنجھوڑا ——

اور پھر ساتھ ہی ریڈیو پاکستان سے ایک آواز شیر کی دھاڑ بن کر گرجی کہ۔

لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والو! ——

مسلمانو! تمہارے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اٹھو! اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمن کی توپوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دو۔ اور ہندوستان کو معلوم نہیں کہ اس نے پاکستان پر حملہ کر کے کس قوم کو للکارا ہے! ——

یہ آواز کفرستانِ ہند کے خلاف جہاد کا نقارہ تھی۔ جس نے پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے خون میں ایک جوشِ جنون پیدا کر دیا اور پھر یہ دس کروڑ اسلامیانِ پاکستان کفر کے مقابلہ میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے جس سے ٹکر لینا بھارت کے سیاسی پنڈتوں کے بس کی بات نہ تھی ——

علمائے کرام نے اپنے تمام مذہبی اختلافات ختم کر کے متحد و منظم ہو کر قوم کی راہنمائی کی۔ اور اپنی تقاریر و خطبات میں جہاد کی اہمیت اور وطن کی پاسبانی کا درس دیا ——

مسلمانوں میں نیا جوش و ولولۂ تازہ اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کر کے ملک کے بچے بوڑھے اور جوان کو اپنی سرحدوں کا محافظ بنا دیا ——

اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ علمائے کرام ہی کا مرہونِ منت ہے۔ اسلئے کہ جہاد کا تعلق مذہب سے ہے اور مذہب کے راہنما علمائے ربانی ہیں۔ جن کی آتش بیانی نے مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ قربانی اور شوقِ شہادت پیدا کر دیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کوئی اس روحانی و مذہبی جماعت کا کوئی نام نہ لے ——

سیاسی راہنماؤں نے بھی اپنے سیاسی جھگڑے ختم کر کے صدر پاکستان کو ہر قسم کی حمایت و تعاون اور ہر قسم کی قربانی کا یقین دلایا ——————

شاعروں کا تخیل اور ادیبوں کا قلم جو جام و شباب، چنگ و رباب اور اخلاق سوز افسانوں تک محدود تھا۔ یک دم پلٹ گیا اور انہوں نے جہاد پر نظمیں اور ترانے لکھ کر قوم میں ایک نئی روح پھونک دی ——————

اور ساتھ ہی اخبار والوں نے بھی اپنے چولے بدل کر قومی زندگی کا وہ شعور پیدا کیا کہ ساری عالمی صحافت دنگ رہ گئی ۔ اور وہ حق ادا کیا کہ دنیا عش عش کر اٹھی!

اور پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ریڈیو والوں کو بھی اپنی کمزوریوں اور خامیوں کا علم ہو گیا اور انہوں نے بھی پکے راگوں۔ فلمی گانوں اور فحش ڈراموں کی جگہ ملی ترانوں سے فضائے آسمانی کو مہکا کر رکھ دیا۔ تاریخ اسلام کے اوراق اور جہاد فی سبیل اللہ پر تقریریں نشر ہونے لگیں۔ جنہوں نے نہ صرف اسلامیان پاکستان بلکہ عالم اسلام کو گرما کر رکھ دیا ——————

اور جنگ سے پہلے ریڈیو والوں کے غلط اور لایعنی پروگراموں کی وجہ سے جہاں بازار بازار۔ گلی گلی اور گھر گھر فحش اور لچر گانے نشر ہو رہے تھے۔ اب اس کی جگہ قومی ترانے اور ملی نغمے یوں گونج رہے تھے! ——————

کہ —— بڑھے چلو مجاہدو۔ بڑھے چلو مجاہدو

اور —— جاگ اٹھا ہے سارا وطن

اور —— پاک فوج کو سلام، پاک فوج کو سلام

اور پاکستان کے بچے بچے کی زبان پر خالد بن ولیدؓ۔ محمد بن قاسمؒ اور محمود غزنوی کی بہادری کے افسانے ہیں —— اور ریڈیو والے اگر قوم کی حالت پر رحم کرتے ہوئے

ایسے ہی پروگرام نشر کرتے رہے تو ہمیں امید ہے کہ قوم وہ تمام گانے بھول جائے گی۔ جن سے مسلمانوں کا اخلاق بگڑ چکا تھا۔ اور پھر بچے بچے کی زبان پر یہی ہوگا ؎

اُٹھو سائے میں تلواروں کے پل کھانے کا وقت آیا
فضا میں پرچم توحید لہرانے کا وقت آیا

اور ——— تمہیں ہو قاسم و محمودؔ کی عظمت کے رکھوالے
بُتانِ ہند کے چیلوں سے ٹکرانے کا وقت آیا

اور ——— مسلمانوں بلال و بوذر و سلمان ہو جاؤ
رسول اللہ کے ناموس پر قربان ہو جاؤ!

اور پھر حق و باطل کی اس جنگ سے یہ بھی ثابت ہو گیا ——— کہ فرزندانِ توحید۔ حق کے پرستار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کے دِلوں کی دھڑکنیں ایک ہیں ———

اور یہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی صدائے حق پر فوراً اکٹھے ہو جاتے ہیں اور دا ہگر کی سرحد سے لیکر اردن کی دیواروں تک دُنیائے کفر کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ تمام مسلمان ہر وقت تیار و مستعد ہیں ———

اور اقبال مرحوم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ کہ ؎

ایک ہوں مُسلم حرم کی پاسبانی کے لیئے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر

اخلاقی اور سماجی برائیوں اور سنگین قسم کے جرائم کا کسی حد تک خاتمہ ہو گیا ہے۔ مسلمانوں میں خوفِ خدا پیدا ہو گیا ہے اور آپس کی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات اُبھر آئے ہیں۔ مذہبی قدروں کی پاسداری ہونے لگی ہے۔

اور لوگ نمازی و غازی بن گئے ہیں۔ جس کی مثال اس سے مل سکتی ہے کہ کارخانہ داروں نے اس جنگ میں اشیائے صرف کی قیمتیں نہیں بڑھنے دیں۔ جس کی بدولت پاکستان کے مسلمانوں کو جنگ کے اثرات کا ذرہ برابر احساس نہ ہو سکا ——————

جبکہ —— دوسری طرف ہندوستان کے عوام بھوکے مر رہے ہیں۔ اور مہنگائی نے بھارت کے عوام کی "بولو رام" کر دی ہے ——————

سمگلنگ ختم ہو گئی —— جس کی وجہ سے پاکستان میں گندم کی قیمت گر گئی ہے۔ اور جس دن جنگ شروع ہوئی تھی گندم کا بھاؤ اٹھارہ روپے من تھا۔ اور آج گیارہ روپے فی من ہے ——————

تو۔ اسلئے میرے نزدیک یہ جنگ پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے لئے پیغام فتح و نصرت کے ساتھ ساتھ پیام رحمت بھی تھی ——————

لیکن —— ان تمام حقائق کے باوجود بھی ہمیں ابھی اسی جوش و خروش اسی اتحاد و اتفاق اور اسی عزم و استقلال کی ضرورت ہے ——————

اسلئے کہ ہمارا دشمن، انتہائی مکار ہے، عیار ہے۔ کمینہ ہے اور ڈاکو اور لٹیرا ہے اور اس کے کسی قول و فعل کا اعتبار نہیں ہے ——————

کشمیر کے بارے میں اس کی ہٹ دھرمی —— رائے عامہ کی مخالفت، کشمیر کے مسلمانوں کا قتل عام —— نہری پانی کی بندش —— اس کی جنگی تیاریاں اور جنگ کی دھمکیاں اور جنگی نعرے ——————

اور پھر جب تک اس کے پاس غلام صادق۔ عبدالکریم چھاگلہ۔ فاروق عبداللہ اور میر قاسم جیسے غداران اسلام موجود ہیں۔ پتہ نہیں وہ پھر کس وقت جنگ کی آگ کو بھڑکا دے ——————

مگر —— افسوس تو یہ ہے کہ کشمیر کے بارے عدل و انصاف کرنے

اور کرولنے والے، امن و سلامتی کو قائم رکھنے والے اور رکھوانے والے ہی ابھی تک اس راستے پر نہیں چل سکے ـــــــــ

جس راستے پر اگر وہ پہلے چل دیتے تو یہ حق و باطل کی جنگ نہ ہوتی! لیکن چونکہ وہ بھی پاکستان کے ہی نہیں بلکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اسلئے وہ اس آگ کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے ـــــــــ

اور آج بھی کشمیر کے مسئلہ کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس مسئلہ کا حل آج سے اٹھارہ برس پہلے تلاش ہو چکا ہے۔ جسے سلامتی کونسل اور ہندوستان نے بھی منظور کر لیا تھا ـــــــــ

اور وہ تھا "کشمیر میں آزادانہ رائے شماری"

اور اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ ـــــــــ

اگر سلامتی کونسل نے کشمیر میں اپنے اس وعدے کو پورا نہ کیا ـــــ اور بھارت پر اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے دباؤ نہ ڈالا۔ تو سلامتی کونسل اپنی آگ میں خود ہی جل کر راکھ ہو جائے گی اور کسی اس عالمی ادارے پر اعتماد نہ رہے گا۔ اور اس کی پیشانی پر بدنامی کا ایسا سیاہ داغ لگ جائے گا کہ جسے آئندہ صدیوں تک بھی نہ دھویا جا سکے گا! ـــــــــ

اس لئے جب تک کشمیر کا مسئلہ کسی تسلی بخش صورت میں حل نہیں ہوتا۔ ہمارا نعرہ یہی رہنا چاہیئے ـــــ کہ

"فتح اور ہر قیمت پر فتح"

کیونکہ حدیث نبوی علیہ السلام ہے

اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں ٭ نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حافظ غلام مصطفےٰ صاحب

حضرات محترم !

آئیے آپ کو ایک ایسے مردِ مومن اور اللہ کے شیر کا تعارف بھی کراتا چلوں جو ہمہ وقت جہاد بالمال، اسلام کی عظمت۔ دین کی سربلندی اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج کے لئے معروفِ عمل رہتے ہیں ———

آپ کپڑے کے وسیع کاروبار کی مصروفیتوں کے باوجود، بیواؤں، یتیموں بے سہارا۔ غریب اور محتاج لوگوں کی مالی اعانت اس طرح فرماتے ہیں کہ کسی کو بھی کانوں کان خبر نہیں ہوتی ! ———

اور ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مال و دولت کی فراوانی کے باوجود نام و نمود، جاہ و حشمت کا اظہار و نمائش نام تک کو بھی نہیں ———

صاحبزادہ سید افتخار الحسن سچ کہتا ہے کہ حافظ صاحب اس مطلب پرست دنیا۔ نفس پرست زمانہ اور موجودہ سرمایہ داری کے کاروبارِ حیات میں جبکہ بڑے بڑے تاجر۔ ظالم چوہدری اور سفاک مِل مالکان دولت کے نشہ میں بدمست ہو کر محتاج اور بے سہارا لوگوں کے کھوکھے بھی گرا دیتے ہیں اور ———

ناجائز تجاوزات کا بہانہ بنا کر غریبوں کی جھونپڑیاں بھی نہیں رہنے دیتے

اور اپنی دولت پر عیاشیوں اور بدمعاشیوں میں مدہوش ہو کر بیوہ اور بے سہارا خواتین کے سروں سے شرم و حیا کی چادریں تک نوچ پھینکنے کو اپنا حق تصور کرتے ہیں ——————

مگر حافظ غلام مصطفےٰ صاحب ہیں جو ضلالت و گمراہی کے اس دور میں اپنے دامن کو نیکی و شرافت کے موتیوں سے بھر رہے ہیں اور عیاشی و فحاشی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں محبت و شفقت کی شمع جلائے ہوئے ہیں ——————

تواضع و محبت اور ایثار و قربانی کے پیکر منصور آباد کے لئے ایک مرد درویش کی صورت میں نمایاں ہیں ——————

عبادت و ریاضت کے لیے سنگ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد بنوا رکھی ہے جس میں بچوں کو قرآن مجید تجوید اور ناظرہ پڑھانے کا بھی بہترین انتظام ہے۔ یہ ذمہ داری قاری محمد شاکر کے شانوں پر ہے جو کہ انتہائی خوش الحان قاری ہیں جب وہ کیف و مستی میں ڈوب کر قرآن کریم کی قرأۃ فرماتے ہیں تو سامعین وجد و سرور میں ڈوب جاتے ہیں ——————

جب درود و سلام اور دعا پڑھتے ہیں تو حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی ہے

حافظ صاحب اولیائے کرام کے آستانوں پر بھی اکثر و بیشتر حاضری دیتے رہتے ہیں اور اگر وہاں ان کو کوئی کمی محسوس ہو تو خاموشی سے اس کو پورا کر دیتے ہیں —— مثلاً

حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے دربار پہ کوئی وضو کرنے اور غسل خانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس سال محرم میں میری وہاں حاضری ہوئی تو یہ دیکھ کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کہ وہاں سنگ مرمر کے حوض پر خوبصورت فوارے عجب بہار دکھا رہے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ سعادت منصور آباد کے حافظ غلام مصطفےٰ کے حصے میں آئی ہے جنہوں نے دس لاکھ روپے کے خرچ سے یہ رونق کی اور اس خشک جگہ

پر پانی کی نہریں بہا دیں اور زائرین حافظ صاحب کے حق میں دعائیں دیتے ہیں۔

میں نے واپس آکر انہیں مبارک باد پیش کی ——————

حضرات گرامی! میرے ساتھ بھی بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور کبھی سرِ راہ بھی مل جائیں تو خالی نہیں ملتے ——————

بہر حال —— حافظ غلام مصطفٰے صاحب بھی اللہ کے ان شیروں میں شامل ہیں جو جہاد فی المال کے ذریعہ، غریب پروری — بندہ نوازی اور بے کس و بے سہارا لوگوں کی ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں ——————

اور یہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برکت ہے کہ سال میں دو بڑے جلسوں کو بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے منانے کا اہتمام کرتے ہیں، ایک عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ——————

ان دونوں جلسوں پر عشقِ رسول اور محبت شاہِ دو عالم میں سرشار ہو کر ہزاروں روپے نچھاور کر دیتے ہیں اور یہ سلسلۂ غریب نوازی اور بندہ پروری و اندازِ لطف و کرم صرف حافظ صاحب کا ہی نہیں، ——————

بلکہ ان کا پورا گھرانہ اس سعادت میں ان کا شریک ہے — مثلاً حافظ صاحب کے چھوٹے بھائی غلام محمد صاحب بھی بے کس و نادار لوگوں کی حمایت — بیوہ عورتوں کی دست گیری اور یتیموں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنے میں حافظ صاحب کے ساتھ دل و جان سے حاضر رہتے ہیں ——————

خُدا کے بندے تو ہیں ھزاروں
بَنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو
خُدا کے بندوں سے پیار ہوگا

تعارف

مبلغ اسلام حضرت مولٰینا پیر سید زاھد علی شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

زندگی ایک سفر ہے۔ لاکھوں انسان اس سفر کو طے کر لینے کے بعد حیات مستعار کی سرحد کو عبور کر کے ابدی نیند سو چکے ہیں۔ اس دُنیائے ناپائیدار میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہی رہے گا۔ مالک الملک اللہ رب العالمین جلّ الجلالہ کے فیصلہ کے مطابق سبھی کو جام فنا نوش کرنا ہے۔ ہر ایک کو اس دنیائے رنگ و بو کو چھوڑ کر پیوند خاک ہونا ہے۔ مگر کچھ لوگ اس جام فنا کو اس عظمت سے نوش کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔ جو اس دارِ فانی سے رُخصت ہو جانے کے بعد اپنی حسین یادوں کی وجہ سے زندہ و جاوید رہتے ہیں، وہ فنا ہو کر بھی بقا کی رفیع منزلوں پر فائز رہتے ہیں۔ انہیں پُر وقار، صاحب عظمت لوگوں کے لیے تو کہا گیا ہے ——— "کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے"!

حضرت پیر سید زاھد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی مقدس نفوس قدسیہ میں ہے۔ آپ گو ظاہری طور پر ہم سے رُخصت ہو چکے ہیں، اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ آج بھی زندہ ہیں ——— جیسے ان کا ذکر، اُن کی حیات ظاہری میں ہوتا تھا۔ اس سے کئی درجہ بڑھ کر آج بھی ہو رہا ہے۔ ان کے عقیدت مندوں میں ان کا نام ہمیشہ عقیدت و محبت سے لیا جاتا رہے گا ———

<u>بغدادی مسجد</u>:۔ فیصل آباد کی خوبصورت کالونی گلبرگ اے میں ان کی سعی جمیل سے تعمیر ہونے والی حسین و جمیل منقش بغدادی مسجد کے در و دیوار انہیں آج بھی خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ بغدادی جامع مسجد کا منبر شریف جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر ہزاروں سامعین کے قلوب کو اپنی سحر بیانی سے عشق رسول کو گرمایا کرتے تھے۔ اپنے عظیم خطیب کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

دار العلوم نوریہ رضویہ رجسٹرڈ: — فیصل آباد کی عظیم دینی درسگاہ جو ان کے شب و روز کی محنت شاقہ سے معرض وجود میں آئی۔ اپنے بانی کی یاد دلا رہی ہے، جس کی تعمیر و ترقی کے لیے انہوں نے اپنی زندگی کو اپنا وقف فرمایا کہ ان کی آخری آرامگاہ بھی اسی درسگاہ کے ایک برآمدہ میں بنی ہوئی ہے۔ ملکی سطح پر شہرت یافتہ یہ عظیم درسگاہ شاہ صاحب کی زندگی کی عظیم یادگار ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے وہ کم ہوگا۔

شاہ صاحب کی حیات مبارکہ میں آپ کے قائم کردہ اس ادارہ میں شعبہ حفظ قرآن، شعبہ تجوید و قرأۃ، شعبہ درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔ سینکڑوں کی تعداد میں علماء، حفاظ کرام اور قراء حضرات نے کامیاب ہونے کے بعد دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔ اور یہ علم دین کی اشاعت کے لئے ملک بھر میں پھیل گئے۔

بحمد اللہ یہ دینی ادارہ حضرت پیر سید زاھد علیشاہ رحمۃ اللہ صاحب کی روحانی توجہات سے پوری آب و تاب سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ آپ سے تربیت یافتہ مدرسین کی جماعت، مولانا قاری محمد صدیق قادری ناظم اعلیٰ دار العلوم نوریہ رضویہ کی قیادت میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں معروف ہے۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے سینکڑوں طلبہ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ مڈل، میٹرک میں زیر تعلیم ہیں۔ دار العلوم اپنی معیاری تعلیم، اعلیٰ نظم و نسق، صاف ستھرے ماحول اور عملی تربیت کی وجہ سے پورے ملک میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔

مکتبہ نوریہ رضویہ: — پیر سید زاھد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک اشاعتی ادارہ مکتبہ نوریہ رضویہ کے نام سے قائم کیا جس کے تحت اردو۔ فارسی۔ عربی کی نایاب کتب کی اشاعت کر کے ملک کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔ بحمد اللہ کتب خانہ مذکور بھی آج ملک کے عظیم کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔

پرائمری سکول:۔۔۔ دارالعلوم نوریہ رضویہ سے ملحق برآمدوں میں نوریہ رضویہ پرائمری سکول کا بھی اجرا کیا گیا، تاکہ گردو نواح میں رہنے والے بچے دینی ماحول میں تعلیم حاصل کر سکیں اور ملک و ملت کا بہترین سرمایہ ثابت ہو سکیں۔ شاہ صاحب قبلہ نے چار مرتبہ زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا۔ دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے فرمائے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفےٰ میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

تحصیل علم:۔۔۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم پیلی بھیت (انڈیا) کی مرکزی جامع مسجد میں اپنے جد امجد مولانا حافظ سید شوکت علی شاہ، مولانا قاری عبدالحفیظ اور جناب قاری نوشہ علی سے حاصل کی پھر ۱۹۵۰ء میں والدین کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔ سکھر میں رہائش اختیار کی ۱۹۵۴ء میں علم دین کے حصول کی خاطر مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں داخل ہوئے۔ استاذ کامل شیخ المحدثین حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے عرصہ نو سال میں علوم ظاہری باطنی کی تکمیل کی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان نے اپنے دست مبارک سے دستار فضیلت سجائی اور سند فراغت عطا فرمائی۔ بعد ازاں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عربی کا امتحان پاس کیا۔

وصال:۔۔۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ ہجری بمطابق ۳ فروری ۱۹۷۸ء بروز جمعۃ المبارک کراچی میں انتقال فرمایا۔ آپ عرس اعلیٰحضرت میں شرکت کے لئے گاڑی سے اتر کر رکشہ میں دارالعلوم امجدیہ کراچی کے لئے سوار ہوئے۔ اور راستہ ہی میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ——

آسمان علم و فضل کا آفتاب عالمتاب ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔
دار العلوم جامعہ امجدیہ کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ حضرت علامہ قاری رضاء المصطفےٰ اعظمی صاحب کی اقتداء میں کثیر تعداد علماء کرام اور عوام نے نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں کراچی سے بذریعہ طیارہ آپ کی میت کو فیصل آباد لایا گیا۔ ائیرپورٹ سے آپکا جنازہ استاذ کامل محدث اعظم پاکستان ابو الفضل محمد سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر لایا گیا پھر وہاں سے بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے لایا گیا، جہاں پر صبح سے نماز عصر تک زائرین میت کا بہت بڑا ہجوم ہو چکا تھا۔ نماز عصر کے بعد قریبی پارک میں صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند حضرت علامہ قاری رضاء المصطفےٰ اعظمی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بغدادی مسجد سے متصل برآمدہ میں اس عاشق رسول کو دفن کیا گیا ۔۔۔۔۔۔

آپ کا عرس ہر سال ۲۵/۲۴ صفر المظفر کو بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد میں منایا جاتا ہے۔

حضرت قبلہ سید زاہد علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے چھ بچے اور دو بچیاں چھوڑیں۔ آپ کے سب سے بڑے فرزند صاحبزادہ سید ہدایت رسول شاہ صاحب، حفظ قرآن اور میٹرک تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے ادارہ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور ایم۔ اے میں زیر تعلیم ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ۔۔۔۔۔۔

مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کے نزدیک حضرت شاہ صاحب علیہ رحمہ ایک صاحب قلب و نظر، صاحب علم و عمل

اور صاحب قلب سلیم ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرد درویش اور مرد کامل ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و درویشی کے راستہ پر بھی گامزن تھے یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی تمام کتابوں کے حقوق ان کے صاحبزادگان کی دیانت و امانت کے پیش نظر دے دیئے ہیں۔

● ——— سید افتخار الحسن زیدی

ہماری دیگر مطبوعات

مواعظ رضویہ اوّل دوم ◎ گنبد خضریٰ

فضائل الایام الشہور ◎ مسجد نبوی

مقاماتِ نبوت ◎ گستاخِ رسول کی سزا

مقاماتِ صحابہ ◎ کفرِ یزید

مقاماتِ اولیاء ◎ نسبت باعثِ جنت

خاکِ کربلا مجلّد ◎ سیرت امام الانبیاء

ماہِ کنعان ◎ طبِ نبوی مع رہبرِ زندگی

المعراج ◎ شمع شبستانِ رضا مکمّل

مکتبہ نوریہ رضویہ ۰ گلبرگ اے ۰ فیصل آباد۔